فَاِنَّ مِنْ جُوْدِكَ الدُّنْيَا وَضَرَّتَهَا وَمِنْ عُلُوْمِكَ عِلْمَ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ

اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ

وقال

اَلْعَالِمُ اَمِيْنُ اللّٰهِ فِي الْاَرْضِ

الحمد للہ والمنہ کہ کتاب لاجواب مسمّٰی باسم

اَلدَّوْلَةُ الْمَدَنِيَّة بِالْمَادَّةِ الْغَيْبِيَّة

تصنیف و تالیفِ منیف

الرّاجی الشفاعۃ نبی الرؤف الرحیم فقیر ابو الفیض و ابو محمّد حبیب الرّحیم فاروقی مجدّدی قادری

زاد اللہ حبّہ فی معرفتہ واعطا اللہ لہٗ شرفًا وکرامۃً فی الدّارین

شائع کردہ

مجلس جمعیّت العلمائے فیض الاسلام آستانہ عالیہ فاروقیہ

محلہ قادریہ، گوجر پورہ، ڈاکخانہ باغبانپورہ، گھوڑے شاہ روڈ لاہور

کُلُّ الْجِهَاتِ بِشَمْسِ عِلْمِكَ مُشْرِقٌ | وَكُلُّ ذِی عِلْمٍ إِلَيْكَ يَشُوقُ
یَا وَاهِبَ الْعِلْمِ الْبَدِيعِ لِأَهْلِهٖ | كُلٌّ بِعِلْمِكَ فِی الْحَقِيقَتِ يَسْبَقُ

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَحَبُّ عِبَادِ اللّٰهِ تَعَالٰى اِلَى اللّٰهِ اَنْفَعُهُمْ لِعِبَادِهٖ

الحمد للہ والمنہ کہ کتاب لاجواب مسمّٰی باسم

اَلدَّوْلَۃُ الْمَدَنِیَّۃُ
بِالْمَادَّۃِ الْغَیْبِیَّۃِ

تصنیف و تالیف مشکاۃ انوار المصطفویہ

الراجی الشفاعۃ از کی الصلوٰۃ والتسلیم نبی الرؤف الرحیم فقیر ابو الفیض و ابو محمد حبیب الرحیم

فاروقی مجددی قادری

زاد اللہ حبہ معہ دائماً مستمراً باقیاً سرمدیاً بلا زوال

شائع کردہ

مجلس جمعیت العلمائے فیض الاسلام آستانہ عالیہ فاروقیہ

محلہ قادریہ ۔ گوجر پورہ ۔ ڈاک خانہ باغبان پورہ ۔ گھوڑے شاہ روڈ لاہور

فہرست مضامین

یہ کتاب بعون اللہ المنان ایڈیشن اوّل بتاریخ ۱۱ ربیع الاول ۱۳۷۴ھ بمطابق ۳ نومبر ۱۹۵۴ء کو اختتام پذیر ہوا تھا۔ اور تمام نسخے ختم ہو گئے۔ سعی بلیغ کے بعد دوسرا ایڈیشن بتاریخ ۷ محرم الحرام ۱۴۰۰ھ بمطابق ۲۸ نومبر ۱۹۷۹ء کو بعون اللہ المنان تیار ہوا۔ وللہ الحمد

ہمہ علم است اندریں نسخہ ؎ ہمہ فہم است اندریں گلزار
ایں کتاب کتابِ مردانست ؎ نہ کتاب مخنثِ بازار

مُقدّمہ

یہ نسخہ سامیہ اور رسالہ نامیہ جو چند خصائص سے مخصوص ہے۔ دلائل وبراہین سے معنون ہے۔ جواہر زواہر سے مرصع ہے۔ اور عرائس آبکار اور نفائس اذکار سے مزین ہے۔

جب عوام وخواص مشاہدہ میں مسرور ہوں گے۔ اور اس کتاب مستطاب کے معجیب مخدرات کی جلوہ گری اور اس کے مطہرات بے ریب کے عشوہ دیکھیں گے۔ تو بالضرور کہیں گے۔ 'امنا وصدقنا۔

کیونکہ فقیر کان اللہ لہ نے جواہر المعانی، دُرَر الحقائق، والدقائق قلوب محکمہ کے لئے اس مجموعہ سَنِیّہ میں مندرج کر دیئے ہیں۔ تاکہ ارواحِ قدسیہ محلّی نور و بہا سے مُحلّی ہو جائے۔ اور فوائد غیبیہ، عطیات عظیمہ، اسرار خفیہ سے نعم الخصائص کے ساتھ یتَحَدَّثُون کے عالی مقام تک رسائی حاصل کریں۔ اور مملکتِ متفرقہ سے بیخودانہ مرتبۂ جمعیت میں فناہ ہو جائیں۔ کما قیل

بحساب خودی قلم درکش ؎ دررہ بیخودی علم درکش
تا بجاروب لا نہ روبی راہ ؎ کے رسی در حریم الا اللہ

میں اللہ تعالیٰ سے بوسیلۂ شفیع المذنبین استدعا کرتا ہوں۔ کہ اللہ تعالیٰ ان عقائد حقہ پر تمام اہل اسلام کو چلنے کی توفیق عطا فرمادے۔ اس کار خیر میں مجھے ثابت قدم رکھے۔ میری اس سعی کو مشکور فرمادیں۔ اور اپنا رحم وکرم وجود منعطف کریں۔

وھو حسبی ونعم الوکیل

الداعی الی الخیر وریاض الجنۃ

فقیر ابوالفیض و ابو محمد حبیب الرحیم، فاروقی، مجددی، قادری، نعمانی

سخر اللہ لہ بحو العلوم من فضلہ

قلم از راستی بدست آور ÷ بر ورق ہائے جان و دل بنگار
روز و شب ورد خویش کن ایں را ÷ تا رہد جانت از ہمہ آزار

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وصلی اللہ علیٰ سیدنا محمد و آلہ وصحبہ وسلم تسلیماً۔ اللہ ناصر کل صابر۔ الحمد للہ الذی وفق قلوب الاحباب لموافقۃ مراسم السنۃ واحکام الکتاب۔ وایدھم بالمعجزات الباھرات الاعلام۔ وزکاھم وطہرھم وقدمنھم وجعلھم ائمۃ الاسلام۔ وفتح لبصائر الصادھم فابصروا مواقع الصواب۔ ازرفع لھم عن مشاہدۃ عین الحقائق الحجاب۔ و الھمھم سلوک المحجۃ البیضاء۔ وناداھم بلسان المحبۃ وھداھم الی الباب۔ واشھدان لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ شہادۃً تنزھہ وتقدس ذاتہ۔ ونمجدہ ونعظمہ عن التشبیہ والتمثیل والتعدیل والتحویل والتبدیل والترکیب والارتکاب۔ واشھدان سیدنا محمداً عبدہ ورسولہ اشرف محبوب واعظم مشرف واکرم مرسل واطہر منسل واخصل الاحباب۔ وارسلہ بفضل الکتاب وفصل الخطاب وایدہ بالمعجزات والغیوبات وکشف عن وجہ نور الاسلام مکفرات ظلمات الاشراک والضباب صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ الانجاب واصحابہ الاحباب ومن علی قدمہ من ذوالالباب۔ وسلم تسلیماً کثیراً کثیراً ورضی اللہ عنھم وارضیٰ عنا باحسان الی ما بعد یوم الحساب۔

وبعد

فیقول عبد الضعیف صاحب البصیرۃ فی عصر الحاضر المفتقر الی اللہ الرحیم فقیر ابوالفیض وابومحمد حبیب الرحیم ابن قاضی امیر عبد اللہ ابن قاضی نصراللہ ابن قاضی محمد فضائل۔ ابن قاضی احسان اللہ ابن قاضی امان اللہ فاروقی مجددی ۱۲۰۱ سنی مذھباً۔ القادری نسبۃً وخلفۃً السواتی وطناً۔ اصلیاً اللاھوری وطناً

اقامۃً اعطاء اللہ مناہ فی دینہٖ ودنیاہُ کہ بحکم خیر الناس من ینفع الناس مجالس اہل اسلام میں وعظ و تذکیر کرتا۔ اور اکثر طالبانِ حق پسند اطراف واکناف سے کلامِ الٰہی اور حدیثِ نبوی علیہ السلام کے لطائف و نکات سے لُطف اُٹھاتے تھے۔ اور بگوش ہوش سروشِ غیبی کے متوجہ ہوتے تھے۔ اور رسوم علمی سے علوم روحی کے طرف مائل ہوتے تھے۔ اور ظاہری سلوک سے مراحل معنوی طے کرتے تھے۔

رباعی

گرآں جہاں طلبی کار ایں جہاں دریاب ؎ بہر رہ مے گزری عمرِ رائگاں دریاب
جواں چوں پیر شود کار کردہ مے باید ؎ زپیر کار نباید تواے جواں دریاب

جو دوست کہ اُن کے وجود کا درخت صداقت کے میوہ سے بار آور تھا۔ اور اُن کی مذاق تفسیر آیت قرآنی اور تقریر حکمیات فرقانی کی حلاوت سے مجلّٰی تھی۔ اور اپنے شریف عمر کو سخنانِ لطیف سے کھرا کرنے میں گذارتے تھے۔ جب اُنہوں نے اس فقیر کی وعظ گوئی کا طور وطریق نرالا پایا۔ جو کبھی کسی سے نہیں سُنا تھا۔ التماس کرنے لگے۔ کہ اپنے کلماتِ طیبات سے شرابِ محبت کے مخموروں کے واسطے ایک بزم بشکلِ کتاب آراستہ کرو۔ اور اپنے دلائل وبراہین سے مسائل مختلفٌ فیہ میں غافلوں کو خوابِ غفلت سے جگا دو۔ اور بیمارستان خذلان کے مدہوشوں کو اپنے عیسےٰ مثال نفس سے تجربہ دکھا دو۔ اور ساقی لُطف کو حکم کردو۔ تاکہ نہر شوق کا رُخ غافلوں کی مجلس میں کردے۔ اور افلاطونی انامل کو کہہ دو۔ تاکہ بو الفضول دل کی نبض کو قبض کرے۔ اور ان اشارات وعبادات و دلائل سے جو تقریر کی سلک میں آتے ہیں۔ تحریر کی قید میں آجاویں تو شاید صفحۂ روزگار پر یہ لطائف عالی مقدار بطورِ یادگار رہ جائیں۔ اور حاضر و غائب اس کتاب کا مطالعہ کرکے ہدایت پر آجائیں۔ اور دین و دُنیا کا فائدہ اُٹھائیں۔

اس لئے اس فقیر نے دوستانِ دینی کی فرمانبرداری کو غنیمت سمجھا۔ اور اپنے درجاتِ ایمانی کی ترقی جان کر ان مسائل مختلفٌ فیہ کی توضیح کے لئے قلم اٹھایا۔ اور

مختلف کتابوں اور اقوال علماء کرام سے استنباط کر کے بزبان اُردو قریب الفہم کہ تھوڑی استعداد والے بھائی بھی اس سے فائدہ اٹھا سکیں۔ یہ کتاب لکھنی شروع کر دی۔

اس کتاب کے دو حصّہ مقرر کیٔے گئے پہلے حصّہ میں علم غیب وغیرہ مسائل کی توضیح کی گئی۔ اور حصّہ دوم میں مسائل خفیہ پر روشنی ڈالی گئی۔ لیکن حاسدین جو اپنے تیئں علماء متبحرین سے گمان کرتے ہیں۔ اُن کے طعن ولعن سے بچنا ممکن نہیں۔

؎

درچشم ایں سیاہ دلاں صبح کاذب است ؛ در روشنی اگر ید بیضا شود کسے

مگر میں علماء متبحرین ژرف بین کی خدمت میں ملتمس ہوں۔ کہ ان عبادات لطیفہ اور دلائل شریفہ اور مناظرات متناسبہ اور معارف متصوفہ اور تحقیقات منقحہ اور نکات صریحہ میں سہوے بینند بہ آں قلم اصلاح رانند ؎

عمر بخشنودئے دلہا گذار ؛ تاز تو خوشنود شود کردگار

وھا انا اشرع فی المقصود متوکلاً علی واھب الخیر والجود فانہ ھو الغفور الرحیم۔
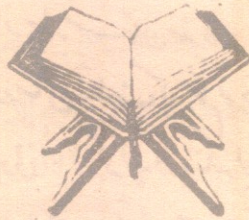
عبداللہ سنز بکس پنٹرز ۱۴ دربار مارکیٹ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

واللہ الہادی　　　　وباللہ التوفیق　　　　اللہ ناصر کل صابر

المسئلۃ وضع ظفر الابہامین علی العینین عند سماع اسم النبی صلی اللہ علیہ وسلم

ترجمہ :- حضور اقدس سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نام مطہر کو سن کر انگوٹھوں کے ناخنوں کو چومنا اور آنکھوں پر مسح کرنا۔

(حضور اقدس سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نام مطہر کی تعظیم اور تکریم ہر عاقل مسلمان پر واجب و فرض ہے ۔ (عام کتب)

اپنی اولاد میں سے تبرکاً نام احمد یا محمد رکھنا۔ باپ اور بیٹا دونوں بہشتی ہوں گے۔ اگر انہوں نے شرک نہ کیا ہو۔) (زرقانی علی المواہب)

اور حضور اقدس سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نام سن کر انگوٹھوں کے ناخنوں کو چومنا اور آنکھوں پر مسح کرنا مستحب اور باعث مزید درجات ہے۔

(قال القہستانی فی شرح الکبیر)

صاحب قصیدہ بردہ فرماتے ہیں۔

فَاِنَّ لِیْ ذِمَّۃً مِنْہُ بِتَسْمِیَتِیْ ؂ مُحَمَّدًا وَّھُوَ اَوْفَی الْخَلْقِ بِالذِّمَمِ

ترجمہ :- میرا نام محمد ہونے کے سبب سے حضرت کا میرے ساتھ عہد ہے۔ اور حضور ایفائے عہد میں سب خلقت سے بڑھے ہوئے ہیں۔

تشریح :-

وہ عہد یہ ہے۔ کہ حضرت جو ایفائے وعدہ میں سب خلقت سے بڑھ کر ہیں۔ ان کا ارشاد ہے۔ کہ جن لوگوں کے نام محمد یا احمد ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کو دوزخ سے بچائے گا۔ چنانچہ حضرت انس سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔ کہ قیامت کے دن دو بندے خدا تعالیٰ کے سامنے کھڑے کیئے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کو حکم دے گا۔ کہ بہشت میں جاؤ۔ وہ عرض کریں گے۔ اے ہمارے پروردگار!

ہم کس سبب سے بہشت کے اہل بن گئے ۔ ہم نے تو کوئی ایسا عمل نہیں کیا۔ جس کی جزا بہشت ہو اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ اے میرے بندو! تم بہشت میں داخل ہو جاؤ۔ کیونکہ میں نے قسم کھالی ہے ۔ کہ جن کے نام محمد یا احمد ہوں گے ۔ اور انہوں نے شرک نہ کیا ہو۔ وہ دوزخ میں داخل نہیں ہوں گے ۔
(مواہب لدنیہ)

نیز حضرت نبیط ابن شریط سے روایت ہے ۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ۔ کہ مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم کہ تیرے ہم نام کو آتش دوزخ میں عذاب نہ دوں گا۔
(مواہب لدنیہ)

جعفر ابن محمد سے روایت ہے ۔ کہ قیامت کے دن ایک آواز دینے والا آواز دے گا۔ کہ کھڑے ہو جاؤ۔ جن کا نام محمد ہے ۔ پس وہ سب اس نام پاک کی برکت سے جنت میں داخل ہوں گے۔ ایک روایت میں یہی مضمون یوں وارد ہے ۔ کہ قیامت کے روز پکارا جائیگا۔ یا محمد۔ پس اُس نام کے تمام اشخاص موقف میں کھڑے ہو جائیں گے ۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ کہ تم کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے بخش دیا۔ ہر اُس شخص کو جس کا نام میرے حبیب محمد کے نام پر ہے ۔
(شفائے قاضی عیاض)

تفصیل کے لئے زرقانی اور مواہب کا مطالعہ کیجئے ۔

علامہ شیخ اسماعیل حقی صاحب تفسیر روح البیان اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں ۔

وَیَجُوْزُ اَنْ یَکُوْنَ الْمُرَادُ بِاِیْذَاءِ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ اِیْذَاءَ رَسُوْلِ اللّٰہِ خَاصَّتًا بِطَرِیْقِ الْحَقِیْقَتِ الخ

اس آیت شریف میں جو لفظ ایذاء اللہ مذکور ہے ۔ اس سے خاصتاً ایذاء الرسول مراد ہے ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کو ایذا نہیں پہنچایا جا سکتا۔ بلکہ حضورؐ کو ایذا پہنچانا حقیقتاً اللہ تعالیٰ کو ایذا پہنچانا ہے ۔ کیونکہ

مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ ۔

جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اطاعت کی ۔ پس تحقیق اُس نے اللہ تعالیٰ

کی اطاعت کی۔ اور

فَمَنْ اٰذٰی رَسُوْلَہٗ فَقَدْ اٰذٰی اللہَ

(جس نے اللہ تعالیٰ کے رسول کو ایذا پہنچایا۔ پس تحقیق اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا پہنچایا۔ اور جس نے اللہ تعالےٰ کو ایذا پہنچایا تو خسر الدنیا والآخرۃ)

نیز اسی مقام پر فرماتے ہیں۔

وَلَا یَجُوْزُ الْقَوْلُ فِی الْاَنْبِیَآءِ عَلَیْہِمُ السَّلَامُ بِشَیْءٍ یُؤَدِّیْ اِلَی الْعَیْبِ وَالنُّقْصَانِ وَلَا فِیْمَا یَتَعَلَّقُ بِھِمْ۔

(انبیاء علیہم السلام کی شان میں ایسے الفاظ استعمال کرنا جو منجر ہوں۔ عیب و نقصان وغیرہ کی طرف۔ مطلقاً جائز نہیں۔ اور اسی صفحہ پر فرماتے ہیں۔ کہ ابی سہلہ ابن جلاد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ ایک شخص لوگوں کو نماز پڑھایا کرتا تھا۔ مگر اس کی عادت تھی۔ کہ قبلہ رخ تھوکا کرتا تھا۔ چنانچہ حضور اقدس سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس شخص کو دیکھا تو فرمایا۔ لَا یُصَلِّیْ بِکُمْ ھٰذَا۔ تم اس شخص کی امامت میں نماز نہ پڑھا کرو۔ اس شخص نے پھر کسی وقت چاہا کہ نماز پڑھائے۔ لیکن لوگوں نے اس کو روکا۔ اور حضور کے ارشاد سے اس کو مطلع کیا۔ وہ شخص حضورؐ کے پاس آیا۔ اور سارا حال بیان کیا۔ حضورؐ نے فرمایا۔ (نعم) ہاں میں نے منع کیا ہے۔ علامہ فرماتے ہیں۔

وَحَسِبْتُ اَنَّہٗ قَالَ اِنَّکَ اٰذَیْتَ اللہَ وَرَسُوْلَہٗ۔

اور میں یقین کرتا ہوں کہ حضورؐ نے اس کو اس لئے منع کیا کہ اس نے قبلہ کی طرف تھوکنے سے اللہ ورسول کو ایذا پہنچایا۔

حکمت:۔ قبلہ چونکہ کوسوں دور ہے۔ اور صرف جہت عبادت قرار دیا گیا ہے۔ اس کی طرف تھوکنا شرعاً جائز نہیں۔ خلاف کرنے والا ایذ اللہ ورسولہ شمار ہوا۔ تو مَنْ اٰذَی اللہَ وَرَسُوْلَہٗ خَسِرَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃَ۔

تو اگر حضور اقدس سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نام مطہر سن کر صلی اللہ علیک وسلم یا رسول اللہ پڑھا جاوے۔ اور تبرکاً و تعظیماً انگوٹھوں کو چوم کر آنکھوں پر مسح کیا جائے۔ اور

دوسرا شخص منہ بنا کر کراہیت ظاہر کرے تو کیا یہ ایذا اللہ و رسولہ نہیں ہوگا۔ بطریق اولیٰ ہوگا۔

اور اسی میں ہے کہ وَمِنَ الْاَذِیَّۃِ اَنْ لَّا یُذْکَرُ اِسْمُہُ الشَّرِیْفُ بِالتَّعْظِیْمِ وَالصَّلٰوۃِ وَالتَّسْلِیْمِ ۔

ترجمہ :- اور منجملہ حضور اقدس سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایذا رسانی میں سے یہ بھی ہے ۔ کہ حضور اقدس سرور کائنات صلعم کے نام مطہر کو تعظیم و تکریم ۔ صلوٰۃ و تسلیم کے ساتھ ذکر نہ کرے ۔

تشریح ۔ یعنی حضور اقدس سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام مطہر سن کر تعظیم نہ کرنا ۔ درود نہ پڑھنا ۔ سلام نہ پہنچانا ۔ ادباً و تعظیماً انگوٹھوں کو چوم کر آنکھوں پر مسح نہ کرنا بلکہ کراہیت ظاہر کرنا ۔ یہ تمام امور ایذاء الرسول میں داخل و شامل ہیں ۔

نتیجہ :- فَمَنْ اٰذٰی رَسُوْلَہٗ فَقَدْ اٰذَی اللّٰہَ ۔

جس نے اللہ تعالیٰ کے رسول کو ایذا پہنچائی ۔ پس تحقیق اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا پہنچائی ۔ اور جس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا پہنچائی تو خسر الدنیا و الاٰخرۃ ۔

اسی میں آگے چل کر شیخ حقی فرماتے ہیں ۔

وَفِی الْحَدِیْثِ الْقُدْسِیِّ وَمَنْ اٰذٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ بَارَزَنِیْ بِالْمُحَارَبَۃِ ۔

اس حدیث شریف کا آپ خود ہی فارسی ترجمہ فرماتے ہیں ۔

"ہر کہ دوستی را از دوستان من بیازارد ۔ آزار ندہ جنگ مرا ساختہ و از آزار آں دوست سجائی من خواستہ و ہر کہ جنگ مرا سازد ۔ ویرا بلشکر انتقام مقہور کنم و اورا بخواری اندر جہاں مشہور سازم

ترجمہ :- جب کوئی میرے دوستوں میں سے کسی کو ایذا پہنچاوے ۔ اس ایذا پہنچانے والے نے میرے ساتھ جنگ کیا ۔ اور اس سبب سے مجھ پر جفا کیا ۔ اور جو میرے ساتھ جنگ کرے تو لشکر انتقام سے ذلیل کرتا ہوں ۔ اور خواری کے ساتھ جہان میں مشہور کرتا ہوں

تشریح :- یعنی اللہ تعالیٰ کے کسی مقبول بندے کو حقیر نگاہ سے دیکھنا یا اس کے نام کو حقارت سے لینا یا اس کے جس قسم کے مراتب بھی کیوں نہ ہوں ۔ کسی مرتبہ میں حقیر سمجھنا وغیرہ ۔ ان سب صورتوں میں اللہ تعالیٰ سے جنگ کرنا ہے ۔

نتیجہ :- تو اللہ تعالیٰ سے جنگ کرنے والا دارین میں خائب و خاسر ہوتا ہے۔

فی المثنوی۔

آں دہاں کژ کرد و از تسخر بخواند ✤ مر محمد را دہانش کژ بماند

چو خدا خواہد کہ پردہ کس درد ✤ میلش اندر طعنۂ پاکاں برد

حکمت :- دوستو! صاحب عام اہل اللہ کے متعلق یہ ارشاد ہے کہ اُن کو کسی حالت میں بھی حقیر نگاہ سے دیکھنا اللہ تعالیٰ سے جنگ کرنا ہے۔

خاکساران جہاں را بحقارت منگر

تو چہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

اگر ایک شخص حضور اقدس سرور کائنات علیہ التحیۃ والثناء کے عشق و محبت میں سرشار ہو کر ظفر الابہامین کو چومتا ہے۔ اور آنکھوں پہ مسح کرتا ہے۔ اور آتش عشق کو آب وصال تصوری سے بجھاتا ہے۔ اور دوسرا شخص اس فعل کو قبیح ولا یعنی کہتا ہے۔ حضور کے نام اطہر کی تعظیم کو لا یعنی اور مسلم عاشق کے دل کو ایذا پہنچاتا ہے۔ تو کیا یہ اللہ تعالیٰ سے جنگ نہیں ہوگا۔ بلکہ بطریق اولیٰ ہوگا۔

نتیجہ :- اللہ تعالیٰ سے جنگ کرنا آتش انتقام کو بھڑکانا ہے۔

نعوذ باللہ من حسد الرسول

صاحب تفسیر روح البیان سورۃ یٰسٓ کی تفسیر میں ایک جگہ حکایت نقل فرماتے ہیں۔ ایک دباغ یعنی رنگ ریز عطاروں کے بازار میں چلا گیا۔ خوشبو کی وجہ سے بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑا۔ بازار والے جمع ہو گئے۔ اور جس طرح ممکن تھا۔ انہوں نے عطریات سے اس کا علاج کیا۔ لیکن اُسے کوئی افاقہ نہ ہوا۔ بلکہ خوشبو سونگھانے سے بے ہوشی بڑھتی گئی۔ اور کسی کو یہ معلوم نہ ہو سکا۔ کہ بے ہوشی کی وجہ کیا ہے۔ آخر اس کے اعزا و اقارب کو اطلاع دی گئی تو اس کا بھائی آیا۔ اس کے پاس کوئی نجاست تھی۔ اس کو سونگھائی۔ جب اُس کی بُو اس کے دماغ میں پہنچی۔ تو فوراً ہوش میں آگیا۔ اور کھڑا ہو گیا۔ فقیر کہتا ہے۔

ھٰکذا حال العارین عن العشق۔

مثنوی :۔

ناصحاں اور ابعنبر یا گلاب ؏ می دوا سازند بہر فتح باب

گرم گوزا دست در سرگین ابد ؏ می نہ گرداند بعنبر خوے خود

قال فی کشف اسرار۔ ادب نہایت قال است و بدایت حال۔ حق جل جلالہٗ اول مصطفیٰ علیہ السلام۔ باادب بیار است۔ پس بخلق فرستاد کما قال۔

اَدَّبَنِیْ رَبِّیْ فَاَحْسَنَ تَاْدِیْبِیْ

ادب قال وحال میں لازمی چیز ہے۔ اللہ جل جلالہٗ نے اول مصطفےٰ علیہ السلام کو کمال ادب سے مؤدب فرمایا۔ پھر خلق کی طرف تبلیغ کے لئے بھیجا۔ جیسے خود حضور فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو ادب کے تمام پہلوؤں سے مؤدب بنایا۔ عام را ہر عضوی از اعضای ظاہر ادبی باید۔ والاھالکند و خاص را ہر عضوی از اعضائے باطن ادبی باید و الاھالکند و خاص الخاص را در ہمہ اوقات ادب باید عوام کو لازم ہے کہ تمام اعضائے ظاہرہ کو مؤدب رکھے۔ وَ اِلّاَ ہلاکت کا خطرہ ہے۔ اور خواص کو لازم ہے۔ کہ تمام اعضائے باطنی کو مؤدب رکھے۔ وَ اِلّاَ ہلاکت کا خطرہ ہے۔ اور خاص الخاص کو لازم ہے کہ تمام اوقات میں مؤدب رہے۔

تشریح :۔ یعنی حضور اقدس سرور کائنات علیہ التحیۃ والثناء کا نام مطہر سن کر عوام سے جس قسم کا ادب ملحوظ ہو سکے۔ بجالائے۔ یعنی اپنے ظاہری اعضاء میں سے ظفر الابہامین (انگوٹھوں) کو چوم کر آنکھوں پر مسح کرے۔ اور قُرَّۃُ عَیْنِیْ بِکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ پڑھے اور خاص اور خاص الخاص کو ہر وقت ظاہراً و باطناً مؤدب رہنا اشد ضروری ہے۔ کیونکہ ؎

باادب باش تا بزرگ شوی ؏ کہ بزرگی نتیجۂ ادب است

اَدِّبُوا النَّفْسَ اَیُّھَا الْاَحْبَابُ ؏ طُرُقُ الْعِشْقِ کُلُّھَا اٰدَابٌ

(جامیؒ)

حکمت :۔ عقل سلیم اس بات کا مقتضی ہے۔ کہ جب ایک شخص مقربان رب العزت کا ادب ظاہراً و باطناً ملحوظ نہ رکھتا ہو تو ہلاک ہونے کا خطرہ ہے۔ اگر ایک شخص حضور اقدس علیہ التحیۃ والثناء کا نام مطہر سن کر ظاہراً و باطناً ادب کرے۔ اور اللہ تعالیٰ اس کو درجات علیا

عطا فرما دے تو کیا اس کی رحمت سے بعید ہے۔؟ نہیں۔ بلکہ نہایت قریب ہے۔ کیونکہ ؎

دین اسلام در ادب طلبیست ؛ کفر و طغیان ز شوم بے ادبیست

(جامیؒ)

صاحب تفسیر روح البیان "مَاکَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا" کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں۔

فَیَنۡبَغِیۡ اَنۡ یُعَظِّمَ هٰذَا الۡاِسۡمَ وَصَاحِبَهٗ

یعنی بہتر یہ ہے۔ کہ اس اسم مطہر کی وجہ سے اس کے صاحب کی بھی قدر کی جائے۔

تشریح - اگر کوئی شخص تبرکاً و تعظیماً حضورؐ کا نام مطہر اپنی اولاد کے لئے رکھے۔ تو اس کو تعظیم سے بلایا جائے۔ بے قدری نہ کرے۔ کیونکہ اسم پاک کی تعظیم جاتی رہے گی۔

مجمع اللطائف میں مذکور ہے۔ کہ ایاز کے ایک لڑکے کا نام محمد تھا۔ اور اس نے اس کو سلطان محمود غزنوی کا ملازم مقرر کیا تھا۔ ایک روز سلطان محمود طہارت خانہ میں جانے لگا۔ فرمایا کہ پسر ایاز را بگوید تا آب طہارت بیارد۔

ترجمہ - ایاز کے لڑکے سے کہو کہ طہارت کے لئے پانی لے آئے۔ ایاز نے اس بات کو سن لیا۔ اس کے دل میں خیال گزرا کہ شاید میرے لڑکے سے کوئی قصور ہوا ہے۔ کہ سلطان اس کا نام لے کر نہیں بلاتا۔ سلطان وضو سے فارغ ہو کر باہر آیا۔ تو ایاز کو دیکھا۔ کہ اس کا چہرہ پر ملال ہے۔ استفسار کیا۔ ایاز نے جواباً التماس کیا۔ کہ حضور نے غلام زادہ کو نام لے کر نہیں بلایا۔ میں گھبرا گیا۔ کہ شاید اس سے کوئی بے ادبی ہو گئی ہے۔ جو مزاج ہمایوں کے خلاف ہے۔ اور جناب نے اس کا نام لے کر نہیں بلایا۔ اس لئے میں ملول و غمگین ہوں۔ سلطان نے تبسم فرمایا۔ اور کہا اے ایاز دل جمع دار کہ از و صورتی کہ مکروہ طبع من باشد صدر نہ یافتہ بلکہ وضو نداشتم و او محمدؐ نام داشت۔ مرا شرم آمد لفظ محمد بر زبان من گزرد وقتے کہ بے وضو باشم چہ ایں لفظ نشانہ سید انام است۔

یعنی - اے ایاز دل جمع رکھو۔ اس نے کوئی مکروہ طبع کام نہیں کیا۔ لیکن میرا وضو نہ تھا۔ اور اس کا نام محمدؐ ہے۔ تو مجھ کو شرم آئی کہ لفظ محمد میری زبان پر اس وقت آئے۔ جبکہ میرا وضو نہ ہو۔ کیونکہ یہ لفظ نشانہ سید انام ہے۔

ہزار بار بشویم دہن بمشک وگلاب ٭ ہنوز نام تو بردن ادب نمے دانم....

تشریح :۔ دوستو! بزرگان دین تو یہاں تک ادب ملحوظ رکھتے تھے۔ کہ بلا وضو حضورِ اقدس کا نام لینا شرم وعار سمجھتے تھے۔ چونکہ حضورِ اقدس سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس کا نشان ہے۔ کیونکہ وہ سچے عاشق اور پیروکار تھے۔ اور عاشق کیلئے ادب شرط ہے۔ محبوب کی ملاقات صبرِ جمیل اور ادب سے ہوتی ہے۔

قال کمال الخجندی۔

بوصل صحبتِ یوسف عزیز من شتاب ٭ جمالِ یار نہ بینی مگر بصبرِ جمیل

حکمت :۔ یار کی ملاقات صبرِ جمیل اور ادب کے ذریعہ سے ہوتی ہے۔ بزرگ ادب کے ذریعہ سے بزرگ بنے۔ اور جمالِ یار سے مشرف ہوئے۔ تو اگر ہم حضورِ اقدس سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام پاک کے جو کہ آپ کی ذاتِ بابرکات پر دال ہے۔) مکمل طریقہ سے ادب کریں۔ اور اگر اللہ تعالیٰ ملاقات یار سے ہمیں بھی مشرف فرمائے۔ تو کیا اس کی رحمت سے بعید ہے؟ نہیں۔ بلکہ قریب تر ہے۔ اور خوشی کا مقام ہے۔

قال الحافظ شیرازی۔

آدم کہ با تو باشم یکسال ہست روزے ٭ دادم کہ بے تو باشم یک لحظہ ہست سالے

صاحب تفسیر روح البیان

فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِيْنًا کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں۔

روی اَنَّ ابنَ عمر رضی اللہ عنہما نظرَ یَوْمًا اِلی الْکَعْبَۃِ فقالَ مَا اَعْظَمَکَ وَاَعْظَمَ حُرْمَتَکَ وَالْمُؤْمِنُ اَعْظَمُ حُرْمَۃً عِنْدَ اللّٰہِ مِنْکَ

ترجمہ :۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما۔ آپ نے ایک دفعہ خانہ کعبہ کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھا۔ فرمایا ثنا ہو اس ذات کے لئے جس نے تمہیں حرمت وعظمت عطا فرمائی۔ لیکن مومن کی عظمت و حرمت اللہ کے نزدیک تجھ سے زیادہ ہے۔

تشریح۔ کعبۃ اللہ کو اللہ تعالیٰ نے بہت عظمت وحرمت عطا فرمائی ہے۔ کیونکہ شب و روز میں اللہ تعالیٰ ایک سو بیس مرتبہ نظرِ کرم سے کعبۃ اللہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔

وَبِذَالِکَ عَظَّمَ اللّٰہُ الْکَعْبَۃَ اور مومن کامل کے قلب کی طرف شب و روز میں تین سو ساٹھ بار نگاہ کرم و لطف سے متوجہ ہوتا ہے ۔ وَبِذَالِکَ عَظَّمَ اللّٰہُ الْمُؤْمِنَ عَلَی الْکَعْبَۃِ کیونکہ

ہے

دل بدست آور کہ حج اکبر است ؛ کز ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است

کعبہ بنیاد خلیل آزر است ؛ دل گزرگاہ جلیل اکبر است

حکمت :- مومن کو اللہ تعالیٰ نے کعبۃ اللہ پر حرمت و عظمت عطا فرمائی ہے ۔ اور حضور اقدس سرورِ کائنات کا درجہ بعد از خدا بزرگ توئی قصۂ مختصر ۔ بیت اللہ کا طواف کیا جاتا ہے ۔ اور ادب ملحوظ رکھا جاتا ہے ۔ بیت اللہ کے حجرِ اسود کو چوما جاتا ہے آنکھوں سے لگایا جاتا ہے ۔ اور گناہوں کی معافی کے لئے مغفرت کا مقام سمجھا جاتا ہے ۔ تو اگر کوئی شخص حضور پرنور علیہ التحیۃ والثناء جو کعبہ کا کعبہ ہے ۔ آپ کے نام مطہر کا ادب ملحوظ رکھے ۔ اور چوم کر آنکھوں سے لگائے اور اس حب رسول کو ذریعہ مغفرت سمجھے تو کیا اُس نے گناہ کیا ۔ نہیں نہیں بلکہ وہ ثواب ہے ۔ کیونکہ قرآن گواہ ہے ۔

قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ ط

کما قال سہل قدس سرہٗ

در دو عالم غیب ظاہر اوست دوست ؛ دوستیٔ دیگراں بر بوئے اوست

دوستی اصل باید کرد بس ؛ فرع را بہر چہ دارد دوست کس

صاحب تفسیر روح البیان مَاکَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں ۔

وَکَانَ رَجُلٌ فِیْ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ عَصَی اللّٰہَ مِائَۃَ سَنَۃٍ ۔

بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا جس نے سو سال اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی ۔ آخر وہ مر گیا ۔ بنی اسرائیل نے اس کو مزبلہ میں ڈال دیا ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا ۔ جاؤ فلاں مزبلہ میں میرا ایک دوست مرا پڑا ہے ۔ اس کو نکال اور غسل دے کر نماز جنازہ ادا کر ۔ اور اپنے ہاتھ سے اس کو دفنا ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی ۔ اے

پروردگارِ عالم - بنی اسرائیل نے میرے پاس شہادت کی ہے - کہ یہ شخص بڑا نافرمان تھا۔ سو سال اس نے بڑی نافرمانی کی ہے - اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا - ایسا ہی ہے - یعنی یہ شخص میرا نافرمان تھا - لیکن اس میں ایک بہت بڑی خوبی بھی موجود تھی - جس کے سبب سے تجھ کو اس کی تجہیز و تکفین کا حکم دیتا ہوں -

خوبی یہ تھی -

کہ جب بھی تورات کھولتا تھا - اور میرے حبیب محمد رسول اللہ کے اسم مطہر پر اس کی نگاہ پڑتی تھی - تو اس کو نہایت ادب کے ساتھ چوما کرتا تھا - اور اپنی آنکھوں پر لگایا کرتا تھا - اُس ادب اور محبت سے جو اس کی میرے حبیب کے ساتھ تھی -

فشکرت لذالک وغفرت لہ وزوجتہ سبعین حوراً -

یعنی اس کے گناہوں سے درگزر کرتا ہوں - اس کو معاف کرتا ہوں - اس کو جنت میں ستر حوروں کے ساتھ عقد کراتا ہوں -

تشریح - یعنی حضور کے ساتھ محبت، حضور کی عظمت اور شان کا اقرار اور عشق و محبت میں اسم مطہر کی تقبیل اور وضع العینین وغیرہ آدابوں سے رحمتِ الٰہی جوش میں آتی ہے - کیونکہ حدیث قدسی ہے -

اِنَّ رَحمتی سبقت علی غضبی - اور اپنی رحمت کی وجہ سے گناہوں سے درگزر فرماتا ہے - جنت اور قصور کا مستحق و مالک بناتا ہے -

حکمت :- عزیزہ! جب سو سال کا نافرمان حضور اقدس سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسم پاک کے تقبیل و تعظیم سے جنتی بن جاتا ہے - اور حور و قصور کا مالک و مختار - تو اگر ایک شخص حضور کے نقشِ قدم پر چلتا ہو - نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج وغیرہ امورِ شرعیہ کا پابند ہو تو حضور کا نام پاک ادباً و تعظیماً چوم کر آنکھوں سے لگالے - اور حضورؐ کی محبت دل میں قائم و دائم رکھے - تو اگر اللہ تعالیٰ اس کو اپنے دیدار مقدس سے جو سالکوں کا مطلوب ہے - سرفراز فرمائے - تو کیا اس کی رحمت سے بعید ہے - نہیں - بلکہ نہایت قریب ہے

سالکان پاک رو نخواانند ش ٭ آنکہ از ما سوای منزہ نیست

وقال الصائب - پیش تو سر بخاکِ مذلت نہادہ اند - باآں علوم و مرتبہ روحانیاں ہمہ

صاحبِ تفسیر روح البیان صفحہ ۲۳۲ مطبوعہ مصر میں تحریر فرماتے ہیں -

" در آثار آمدہ کہ بردارید آواز خود را در ادائے صلوات کہ رفع الصوت بوقت ادائے درود صیقلیست کہ غبارِ شقاق و زنگار نفاق را از ہر آیاء قلوب می زوایدیہ - یعنی درود شریف کو بلند آواز سے پڑھنا چاہیئے - کیونکہ درود شریف پڑھنے کے وقت رفع الصوت ایک صیقل ہے - جو کہ غبارِ شقاوت اور زنگِ نفاق کو آئینۂ دل سے دور کرتا ہے -

تشریح :- درود شریف پڑھتے وقت بلند آواز سے پڑھنا چاہیئے - کیونکہ رفع الصوت سے غبارِ شقاوت اور زنگِ نفاق آئینۂ دل سے دُور ہو جاتا ہے - اور قلب مجلّٰی و مصفّٰی آئینہ کی مانند ہو جاتا ہے - اور قلب میں اشکال غیبیہ نمایاں ہو جاتے ہیں - ؎

نامِ تو صیقلیست کہ دلہائے تیرہ را ٭ روشن کند چو آئینہ ہائے سکندری

حکمت :- عزیزو! درود شریف کو اگر آہستہ بھی پڑھا جائے - تو پھر بھی کوئی مضائقہ نہیں لیکن بلند آواز سے پڑھنے سے غبارِ شقاوت و زنگِ نفاق دل کے آئینہ سے دُور ہو جاتے ہیں اور اشکالِ غیبی دل کے آئینہ میں نظر آنے لگتے ہیں - اسی طرح حضورِ اقدس سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام پاک سُن کر دل میں ادب و تعظیم ملحوظ رکھا جا سکتا ہے - لیکن ظاہراً ادب کرنا اور انگوٹھوں کو چُوم کر تبرکاً و تعظیماً آنکھوں پر لگانا حسد و کینہ کو دل سے دُور کرتا ہے - کیونکہ ؎

از نسلِ آدمی تو ولی بہ نہ آدمی ٭ شک نیست اندراں کہ بود دُر بہ از صدف

برادرانِ اسلام ! درود شریف کے اندر بڑے بڑے فضائل ہیں - صاحبِ تفسیر روح البیان صفحہ ۲۳۵ مطبوعہ مصر تحریر فرماتے ہیں -

" مولانا شمس الدین کیشی وقتے کہ در ولایت دی وبائے عام بودہ . . . .

ترجمہ :- مولانا شمس الدین کیشی کے علاقہ میں عام وبا پھیلی ہوئی تھی - تو خوش قسمتی سے انہوں نے حضور کو خواب میں دیکھا - عرض کی - یا رسول اللہ مجھ کو ایسی دعا تعلیم فرما دیجئے - جس کی برکت سے طاعون وغیرہ آفات سے محفوظ رہوں - حضور نے فرمایا -

ہر کہ بدیں نوع بر من صلوات دہد از طاعون امان یابد - جو شخص مجھ پر یہ درود پڑھے

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ کُلِّ دَاءٍ وَّدَوَاءٍ پڑھے تو طاعون سے محفوظ رہے گا۔ ؎

اگر ز آفت دوران شکستہ حال شوی ❖ ❖ ❖ امان طلب ز جناب مقدس نبوی ؐ

دگر سہام حوادث ترا نشانہ کند ❖ ❖ ❖ پناہ بر بحصار درود مصطفوی ؐ

اور اسی صفحہ پر تحریر فرماتے ہیں۔

"در شفاء السقام آوردہ کہ فاکہانی در کتاب فجر منیر از شیخ ابو موسیٰ ضریر رحمۃ اللہ علیہ نقل میکنند" یعنی شفاء السقام کے اندر مذکور ہے۔ کہ فاکہانی نے کتاب فجر منیر کے اندر شیخ ابو موسیٰ ضریر رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے۔ کہ ایک دفعہ میں ایک گروہ کے ساتھ کشتی میں سوار تھا۔ ناگہاں بادِ مخالف چلی۔ جس کو بادِ اقلابیہ کہتے ہیں۔ ملاح نہایت بے قرار و مضطرب ہو گئے۔ کیونکہ اس ہوا کے چلنے سے کشتی کا صحیح و سالم بچ نکلنا ممکن نہ تھا۔ ملاحوں نے رونا پیٹنا شروع کیا۔ اور ایک دوسرے کو وصیت کرنے لگے۔ اچانک میں نے حالتِ خواب میں دیکھا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کشتی میں تشریف لائے۔ فرمایا "یا ابا موسیٰ اہلِ کشتی را بگو تا ہزار بار صلوٰت فرستند بدیں نوع۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلٰوۃً تُنْجِیْنَا بِھَا مِنْ جَمِیْعِ الْاَھْوَالِ وَالْاٰفَاتِ وَتَقْضِیْ لَنَا بِھَا جَمِیْعَ الْحَاجَاتِ وَتُطَھِّرُنَا بِھَا مِنْ جَمِیْعِ السَّیِّئَاتِ وَتَرْفَعُنَا بِھَا عِنْدَکَ اَعْلَی الدَّرَجَاتِ وَتُبَلِّغُنَا بِھَا اَقْصَی الْغَایَاتِ مِنْ جَمِیْعِ الْخَیْرَاتِ فِی الْحَیَاۃِ وَبَعْدَ الْمَمَاتِ۔

ترجمہ:۔ یا ابا موسیٰ کشتی والوں کو کہو کہ درود شریف ہزار بار اس طرح پڑھیں۔ جب میں بیدار ہوا۔ تو وہی کلمات میری زبان پر جاری تھے۔ میں نے یہ سارا ماجرا دوستوں کو سنایا۔ چنانچہ سب نے مل کر درود شریف پڑھنا شروع کیا۔ ابھی تین سو بار پڑھا ہو گا۔ کہ ہوا رک گئی۔ اور کشتی صحیح و سالم کنارے پر جا لگی۔ ؎

عَلَی الْمُصْطَفٰی صَلُّوْا فَاِنَّ صَلَاتَہٗ ❖ اَمَانٌ مِّنَ الْاٰفَاتِ وَالْخَطَرَاتِ

تَحِیَّۃُ اَصْلِ الْمَیَامِنِ فَاطْلُبُوْا ❖ بِھَا جُمْلَۃَ الْخَیْرَاتِ وَالْبَرَکَاتِ

اب میں اپنے اصل مسئلہ کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ علامہ صاحب تفسیر روح البیان

صفحہ ۲۲۸ مطبوعہ مصر تحریر فرماتے ہیں۔

ثُمَّ اِنَّ لِلصَّلٰوتِ وَالتَّسْلِیْمَاتِ مَوَاطِنَ فَمِنْهَا اَنْ یُّصَلّٰی عِنْدَ سِمَاعِ اِسْمِهِ الشَّرِیْفِ فِی الْاَذَانِ۔ قَالَ الْقُهُسْتَانِیْ فِیْ شَرْحِ الْکَبِیْرِ نَقْلًا عَنْ کَنْزِ الْعِبَادِ اِعْلَمْ اَنَّهٗ یُسْتَحَبُّ اَنْ یُّقَالَ عِنْدَهٗ سِمَاعِ الْاُوْلٰی مِنَ الشَّهَادَتِ الثَّانِیَةِ (صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ) وَعِنْدَهٗ سِمَاعِ الثَّانِیَةِ (قُرَّۃُ عَیْنِیْ بِكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ) ثُمَّ یَقَالُ (اَللّٰهُمَّ مَتِّعْنِیْ بِالسَّمْعِ وَالْبَصَرِ بَعْدَ وَضْعِ ظُفْرِ الْاِبْهَامَیْنِ عَلَی الْعَیْنَیْنِ فَاِنَّهٗ (صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ) یَکُوْنُ قَائِدًا لَّهٗ اِلَی الْجَنَّۃِ انتھی

ترجمہ:۔ درود اور سلام بھیجنے کے لئے مختلف مقامات وطرق ہیں۔ بعض ان میں سے یہ ہیں۔ کہ جب حضورؐ کا نام مطہر اذان میں سُنا جائے۔ علامہ قہستانی نے شرح الکبیر میں کنزالعباد سے نقل کیا ہے۔ کہ جس وقت مؤذن اوّل بار شہادت کا کلمہ زبان پر لائے۔ تو سُننے والا صلی اللہ علیک یارسول اللہ پڑھے۔ اور جب مؤذن دوسری مرتبہ شہادت کا کلمہ ادا کرے تو سامع قُرَّۃُ عَیْنِیْ بِكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ پڑھے۔ اور اس کے بعد یہ دعا پڑھے۔ اَللّٰهُمَّ مَتِّعْنِیْ بِالسَّمْعِ وَالْبَصَرِ اور تبرکاً و تعظیماً ظفر لابہامین کو چوم کر آنکھوں پر مسح کرے کیونکہ حضور اقدس سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لئے قائد ہیں۔ جنت کی طرف۔ انتھی

تشریح۔ حضور شافع یوم النشور حبیب رب العالمین کا نام مطہر سُن کر ادباً تعظیماً تبرکاً محبتاً انگوٹھوں کے ناخنوں کو چوم کر آنکھوں پر مسح کرے۔ کیونکہ اسم کی تعظیم سے مسمیٰ کی تعظیم ملحوظ ہوتی ہے۔ حضور احمد مختار حبیب کردگار کا شان والا نہایت اعلیٰ وارفع ہے۔ انسان سے ممکن نہیں کہ حضور کے شان مطہر کے مطابق آپ کی تعریف و توصیف کر سکے۔ انسان اپنی تمام جدوجہد اور علمی قابلیت خرچ کرنے کے بعد جب انتہائی درجہ کی تعریف و توصیف میں کامیاب ہوجاتا ہے۔ آپ کا شان والا اس سے بھی بالا و برتر ہے۔

ندانم کدامین سخن گو یمت ❋ کہ والاتری زانچہ من گو یمت

تراعز لولاک و تمکین بس است ❋ ثنای تو طٰہٰ و یٰسین بس است

عزیزانِ اسلام! اگر کوئی شخص اس قسم کی کامل محبت حضور شافع یوم النشور کی

ذات بابرکات سے رکھتے۔ تو میں دعویٰ سے کہتا ہوں۔ کہ حضور اس کے لئے قائد ہوں گے اور میدانِ محشر میں حضور اس اپنے صادق عاشق کو ساتھ لے کر جنت میں جائیں گے۔ کیونکہ عاشق و معشوق رموزِ عشق سے ایک دوسرے کے دل کے حالات کو جانتے ہیں۔ جو عشق سے بے خبر ہے۔ اس کو کیا علم۔

قال الشیخ سعدی قدس سرہٗ۔

دانی چہ گفت مرا آں بلبل سحری ؛ تو خود چہ آدمی کز عشق بے خبری...

اشتر بشعر عرب در حالت است و طرب ؛ گر ذوق نیست ترا کج طبع جانوری

علامہ قہستانی ظفر ابہامین (انگوٹھوں) کا چومنا (حضور شافع یوم النشور کے نام مطہر کی تعظیم و تکریم کی غرض سے) مستحب فرماتے ہیں۔ اور استحباب میں مزید درجات کا یقین کامل۔ اللہ جل شانہٗ فرماتے ہیں۔

وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ۔ ای زیادۃ لک۔

یعنی اے حبیب رات کے بعض حصہ میں نماز تہجد ادا کیجئے۔ یہ نماز آپ کے درجات بلند کرنے کے لئے ہے۔

حکمت :۔ اگر ہم اس مستحب امر کو بجا لائیں۔ یعنی حضور شافع یوم النشور کے نام مطہر کو سننے کے بعد انگوٹھوں کو چوم کر محبت سے آنکھوں پر مسح کریں۔ تو اگر اللہ جل مجدہٗ ہمارے گناہوں کو معاف فرما کر ہمارے درجات کو بلند کر دے تو کیا اس کے فضل و احسان سے بعید ہے۔ نہیں۔ بلکہ بہت قریب ہے۔

گوہر پاک بباید کہ شود قابل فیض ؛ ورنہ ہر سنگ و گِل لؤلؤ مرجان نشود

قال بعضہم (پشت ابہامین بر چشم مالیدہ ایں دعا بخواند) اَللّٰهُمَّ مَتِّعْنِيْ بِالسَّمْعِ وَالْبَصَرِ

ترجمہ :۔ بعض علماء فرماتے ہیں۔ پشت ابہامین آنکھوں پر مسح کرے۔ اور دعا مذکورہ پڑھے۔ اور نیز صلوات نجمی میں ہے۔ (و در صلوات نجمی میں علامہ نجمیؒ فرماتے ہیں۔ کہ دونوں انگوٹھوں کے ناخنوں کو آنکھوں پر رکھے۔ لبطریق و ضع نہ بطریق...

و نیز محیط میں ہے۔ (و در محیط آمدہ کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بمسجد در آمد و نزدیک

ستون نشست و صدیق رضی اللہ عنہ در برابر آں حضرت نشستہ بود بلال رضی اللہ عنہ برخاست و باذان اشتغال فرمود چو گفت

اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ ابوبکر رضی اللہ عنہ ہر دو ناخن ابہامین خود را بر ہر دو چشم خود نہادہ گفت۔

قُرَّةُ عَيْنِيْ بِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ - چو بلال رضی اللہ عنہ فارغ شد حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمودہ کہ یا ابوبکر ہر کہ بکند چنیں کہ تو کردی خدائے بیامرزد گناہان جدید و قدیم او را اگر بعمد بودہ باشد اگر بخطا یعنی محیط میں مذکور ہے۔ کہ حضور اقدس سرور کائنات مسجد میں تشریف لائے۔ اور ستون کے پاس تشریف فرما ہوئے۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ حضور کے پاس بیٹھ گئے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان کے لئے اٹھے۔ اور اذان شروع کی جس وقت اشہدان محمد رسول اللہ کہا۔ تو حضرت صدیق نے ہر دو ناخن ابہامین کو آنکھوں پر رکھ کر کہا۔ قُرَّةُ عَيْنِيْ بِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ جس وقت حضرت بلال اذان سے فارغ ہو گئے تو حضور نے فرمایا۔ یا ابوبکر ہر وہ آدمی جو ایسا کرے یعنی میرا نام سن کر ناخن ابہامین کو چوم کر آنکھوں پر لگائے۔ جیسا کہ تم نے کیا۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے سب گناہ جدیدہ و قدیمہ معاف فرمائے گا۔ عمداً ہوں یا خطاءً۔

اور حضرت شیخ امام ابو طالب محمد بن علی المکی رفع اللہ درجتہ در قوت القلوب روایت کردہ از ابن عیینہ رحمۃ اللہ کہ حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام بمسجد در آمد در دہ محرم و بعد از آنکہ نماز جمعہ ادا فرمودہ بود نزدیک اسطوانہ قرار گرفت و ابوبکر رضی اللہ عنہ بظفر ابہامین چشم خود را مسح کردہ گفت۔

قُرَّةُ عَيْنِيْ بِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ - و چوں بلال رضی اللہ عنہ از اذان فراغت روئے نمود حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمود کہ ای ابابکر ہر کہ بگوید آنچہ تو گفتی از روئے شوق بلقائی من و بکند آنچہ تو کردی۔ خدائے درگزارد گناہان وی آنچہ باشد۔ نو و کہنہ خطاءً و عمداً نہاں و آشکار و من درد استیم جرائم وی را۔

ترجمہ :- حضرت شیخ امام ابو طالب محمد ابن علی المکی رفع اللہ درجتہ نے قوت القلوب

میں ابن عُیَینہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے۔ کہ محرم کے مہینہ میں حضور صلعم مسجد میں تشریف لائے۔ اس حالت میں کہ آپ نماز جمعہ ادا فرما چکے تھے۔ آپ ایک ستون کے پاس تشریف فرما ہوئے۔ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پشت ابہامین سے اپنی آنکھوں کو مسح کیا۔ اور کہا۔ قرۃ عینی بک یا رسول اللہ۔ جس وقت حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان سے فراغت پا چکے تو حضور صلعم نے فرمایا۔ کہ اے ابوبکر ہر ایک آدمی جو میرے لقائے شوق میں کہدے وہ الفاظ جو تم نے کہے ہیں۔ یعنی میرے نام مطہر کو سن کر قُرَّۃُ عَیْنِی بِکَ یَا رَسُوْلَ اللہ پڑھے اور وہ فعل جو تم نے کیا ہے کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے تمام گناہ نئے ہوں یا پرانے۔ خطاءً ہوں یا عمداً، پوشیدہ ہوں یا ظاہر معاف فرمائے گا۔ اور میں اس کے گناہوں کی معافی اللہ تعالیٰ سے ضرور طلب کروں گا۔

اور نیز فتاویٰ مضمرات میں صاحب مضمرات نے بھی مضمون بالا اسی طریق پر بے کم و کاست نقل کیا ہے۔ اور نیز روض الفائق میں ہے۔

وَاَظْهَرَ اللّٰهُ تَعَالٰى جَمَالَ حَبِيْبِهٖ فِيْ صَفَاءِ ظُفْرِ اِبْهَامَيْهِ مِثْلَ الْمِرْاٰةِ فَقَبَّلَ اٰدَمُ ظُفْرَ اِبْهَامَيْهِ وَمَسَحَ عَلٰى عَيْنَيْهِ فَصَارَ اَصْلًا لِّذُرِّيَّتِهٖ فَلَمَّا اَخْبَرَ جِبْرَائِيْلُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذِهِ الْقِصَّةِ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَنْ سَمِعَ اِسْمِيْ فِي الْاَذَانِ فَقَبَّلَ ظُفْرَيْ اِبْهَامَيْهِ وَمَسَحَ عَلٰى عَيْنَيْهِ لَمْ يَعْمَ اَبَدًا۔ ترجمہ:۔ روض الفائق میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جمال اطہر کو آدم علیہ السلام کے انگوٹھوں کے ناخنوں میں شیشہ کی مانند ظاہر فرمایا۔ پس آدم علیہ السلام نے عشق و محبت اور لقاء کی وجہ سے اپنے دونوں انگوٹھوں کو چوما۔ اور اپنی آنکھوں پر مسح کیا۔ پس یہ اصل ثابت ہوا۔ آدم کی اولاد کے لئے۔ جبرائیل نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ کی اطلاع دی۔ تو حضور نے فرمایا۔ جس شخص نے میرا نام اذان میں سنا اور انگوٹھوں کے ناخنوں کو چوم کر آنکھوں پر مسح کیا۔ تو وہ شخص کبھی بھی اندھا نہیں ہوگا۔

اس حدیث شریف کے متعلق بعض علماء نے کچھ کلام کیا ہے۔ امام سخاوی نے مقاصد حسنہ میں اور صاحب شرح یمانی نے شرح یمانی میں۔ لیکن ان کے رد کے لئے علامہ شیخ اسمٰعیل حقی صاحب

تفسیر روح البیان کا قول کافی ہے۔ فرماتے ہیں۔

یَقُوْلُ الْفَقِیْرُ قَدْ صَحَّ عَنِ الْعُلَمَاءِ تَجْوِیْزُ الْاَخْذِ بِالْحَدِیْثِ الضَّعِیْفِ فِی الْعَمَلِیَّاتِ فَکَوْنُ الْحَدِیْثِ الْمَذْکُوْرِ غَیْرَ مَرْفُوْعٍ لَا یَسْتَلْزِمُ تَرْکَ الْعَمَلِ بِمَضْمُوْنِہٖ۔

ترجمہ:۔ فقیر کہتا ہے۔ تحقیق علماء کا اس بات پر اتفاق ہے۔ کہ عملیات میں حدیث ضعیف بھی اگر بعض طرائق سے ہو عمل کیا جائے۔ پس اس حدیث شریف کا مرفوع نہ ہونا اس بات کا مقتضی نہیں۔ کہ اس کے مضمون پر عمل نہ کیا جائے۔ بلکہ اس کے مضمون پر عمل کرنا اعلیٰ وافضل ہے۔ بالفرض اس حدیث شریف کو ضعیف بھی مان لیا جائے۔ تو ہمارے عمل کے لئے مذکورہ بالا احادیث کافی ہیں۔

شیخ اسماعیل حقی صاحب تفسیر روح البیان فرماتے ہیں۔

وَقَدْ اَصَابَ الْقُہُسْتَانِیُّ فِی الْقَوْلِ بِاسْتِحْبَابِہٖ وَکَفَانَا کَلَامُ الْاِمَامِ الْمَکِّیِّ فِیْ کِتَابِہٖ فَاِنَّہٗ قَدْ شَہِدَ الشَّیْخُ السُّہْرَوَرْدِیُّ فِیْ عَوَارِفِ الْمَعَارِفِ بِوُفُوْرِ عِلْمِہٖ وَکَثْرَۃِ حِفْظِہٖ وَقُوَّۃِ حَالِہٖ وَقَبِلَ جَمِیْعَ مَا اَوْرَدَہٗ فِیْ کِتَابِہٖ قُوْتَ الْقُلُوْبِ۔

ترجمہ:۔ صاحب تفسیر روح البیان فرماتے ہیں۔ تحقیق حق فرمایا۔ علامہ قہستانی نے استحباب کے متعلق یعنی حضور کے نام مطہر کو سن کر ناخن ابہامین چوم کر آنکھوں پر مسح کرنا مستحب باعث مزید درجات ہے۔ اور ہمارے لئے امام مکی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت اس کی کتاب میں حجتاً کافی ہے۔

کیونکہ عوارف المعارف میں شیخ شہاب الدین سہروردی نے امام مکی کے وفور علم، کثرت حفظ احادیث، قوۃ حال کا ذکر کیا ہے۔ آپ بہت بڑے عالم، محدث، اور امام ہیں۔ اور جو کچھ آپ نے احادیث مطہرہ وغیرہ میں سے اپنی کتاب قوۃ القلوب میں درج فرمائی ہیں۔ تمام جید اور کھرا ہیں۔

تشریح۔ (تفسیر روح البیان مصری صـ۲۲۹) عزیزان اسلام ان مذکورہ بالا احادیث اور

اقوال علماء کی تحقیق سے روز روشن کی طرح ظاہر ہو گیا۔ کہ حضور شافع یوم النشور حبیب کردگار احمد مختار علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اسم پاک ایک صیقل ہے۔ جو کہ غبار نفاق کو آئینہ قلب سے صاف کرتا ہے۔ آب حیات ہے جو عاشقوں کی آتش عشق کو بجھاتا ہے۔ تریاق ہے۔ جو آنکھ وغیرہ بدنی بیماریوں کو شفا بخشتا ہے۔ کفارہ ہے۔ جو گناہوں سے معافی دلاتا ہے۔ غرض اس اسم اعظم کی تعظیم و تکریم میں ہزار ہا فوائد ہیں۔ جو کہ عاشقان جمال محمد مصطفیٰ اپنے شامہ محبت سے معلوم کرتے ہیں۔ اور اس کو تمام تکالیف ظاہرہ و باطن کے لئے تریاق مجرب خیال کرتے ہیں۔

وَلِلّٰهِ دَرُّ اَرْبَابِ الْحَالِ فِیْ بَیَانِ الْحَقِّ وَتَرْكِ الْجِدَالِ۔

قال مولی الجامیؒ۔

لِیْ حَبِیْبٌ عَرَبِیٌّ مَدَنِیٌّ قُرَشِیٌّ ؛ کہ بود درد و غمش مایۂ شادی و خوشی
گرچہ صد مرحلہ دور است ز پیش نظرم ؛ وَجْهُهٗ فِیْ نَظَرِیْ كُلَّ غَدَاةٍ وَعَشِیْ

نتیجہ:۔ اس تحقیق سے معلوم ہوا۔ کہ حضور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام مطہر سن کر انگوٹھوں کے ناخنوں کو چوم کر تبرکاً و تعظیماً آنکھوں پر مسح کرنا جائز و مستحب اور باعث مزید درجات ہے۔ جو شخص اس کو لایعنی بتائے۔ وہ خائب و خاسر ہے اللہ تعالیٰ کے پاس لطف و کرم کے خزانے ہیں۔ وہ جس پر احسان کرنا چاہے اس کے قلب میں حکمت و معرفت کے چشمے جاری کرتا ہے۔ تو خود اس پر بھی حقائق منکشف ہو جاتے ہیں۔ اور دوسروں کو بھی وہ صراط المستقیم کی ہدایت کرتا ہے۔ اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کے پاس قہر کے خزانے بھی ہیں۔ تو وہ خود بھی حق قبول نہیں کرتا۔ اور دوسروں کو بھی حق کی طرف جانے سے روکتا ہے۔

قال بعضہم

یکے بنور عنایت رہ ہدایت یافت ؛ یکے بوادی خذلان بماند سرگرداں
یکے بوسوسہ دیو رفت سوئے سقر ؛ یکے ز پیروی حق گرفت ملک جناں

واللہ الہادی　　وباللہ التوفیق　　اللہ ناصر کل صابر

مسئلہ

بصارتِ نبوی — حاضر و ناظر — تحقیق شاہد

سرِ عرش پر ہے تری گزر دلِ فرش پر ہے تری نظر
ملکوت ملک میں کوئی شے نہیں وہ جو تجھ پہ عیاں نہیں

السلام اے آنکہ ذاتِ پاک تو در کائنات
ناظر و حاضر بود در ہر زمان و ہر مکاں،

مشرق و مغرب، جنوب و شمال میں فاصلہ پانچ سو برس کی مقدار پر ہے۔ کما حققہ المفسرون
اکثر جنگلات و بیابان و بحار۔ کم آبادی۔ اکثر آبادی کفار۔ کم آبادی اہلِ اسلام۔ اہلِ اسلام میں
اکثر آبادی اہلِ ہوا و بدع۔ کم آبادی اہلِ حق یعنی اہلِ سنت والجماعت۔ ان سے ایک فرقہ
حضور علیہ السلام کے حاضر و ناظر ہونے کا نہ صرف انکار کرتا ہے۔ بلکہ ہر اس شخص کو۔ جو
حضور سرورِ کائنات کے متعلق یہ عقیدہ رکھتے۔ کافر و مشرک قرار دیتا ہے۔ حالانکہ امر
واقعہ یہ ہے۔ کہ حاضر و ناظر ہونا حضور اقدس سرورِ کائنات کی ایک بہت بڑی خصوصیت
ہے۔ اور آپ کی عظمت و رفعت کا ایک علمِ اعظم ہے۔ اور ایک ایسا عظیم و جلیل مرتبہ
ہے۔ جو اللہ جل مجدہٗ نے آپ کو عطا فرمایا ہے۔

غور کیجئے۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عظمت یہ کہنے اور سمجھنے سے ظاہر ہوتی
ہے۔ کہ آپ پر احوالِ دنیا و آخرت منکشف ہیں۔ یا اس میں کہ آپ کو معاذ اللہ دیوار کے
پیچھے کی بھی خبر نہیں ہے۔

حضور اقدس سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ زندوں کے اعمال ان
کے مردے اقارب پر خدا اور رسول کی بارگاہ میں پیش کئے جاتے ہیں۔ اگر عمل نیک ہوں۔

تو مردے خوش ہو کر بشارت دیتے ہیں۔ اگر بد ہوں۔ تو ہدایت کی دعا کرتے ہیں۔

کما ذکرہ المحدثون عن انسؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ اَعْمَالَکُمْ تُعْرَضُ عَلٰی اَقَارِبِکُمْ وَ عَشَائِرِکُمْ مِنَ الْاَمْوَاتِ فَاِنْ کَانَ خَیْرًا یَسْتَبْشِرُوْا وَاِنْ کَانَ غَیْرَ ذَالِکَ قَالُوْا اَللّٰھُمَّ لَا تُمِتْھُمْ حَتّٰی تَھْدِیَھُمْ کَمَا ھَدَیْتَنَا۔

ترجمہ:۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں۔ کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تحقیق ہمارے زندوں کے اعمال ہمارے اقاربوں پر اور ہمارے قبیلے کے مردوں پر پیش کئے جاتے ہیں۔ اگر اعمال نیک ہوں۔ تو خوش ہو کر بشارت دیتے ہیں۔ اور اگر بد ہوں تو دعا کرتے ہیں۔ اے اللہ! مت مار اس کو۔ مگر اس حالت میں کہ اس کو ہدایت کر جیسا کہ آپ نے ہم کو ہدایت کیا۔

اخرجہ احمد والحاکم الترمذی وابن مندہ عن جابرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ اَعْمَالَکُمْ تُعْرَضُ عَلٰی عَشَائِرِکُمْ وَ اَقْرِبَائِکُمْ فِیْ قُبُوْرِھِمْ فَاِنْ کَانَ خَیْرًا اِسْتَبْشِرُوْا بِہٖ وَاِنْ کَانَ غَیْرَ ذَالِکَ قَالُوْا اَللّٰھُمَّ اَلْھِمْھُمْ اَنْ یَعْمَلُوْا بِطَاعَتِکَ

اخرجہ الطیالسی فی مسندہٖ۔

ترجمہ:۔ حضرت جابرؓ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں۔ کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کہ تمہارے زندوں کے اعمال تمہارے اقاربوں پر اور تمہارے قبیلے والوں پر ان کی قبروں میں پیش کئے جاتے ہیں۔ اگر نیک ہوں۔ تو خوش ہو کر بشارت دیتے ہیں۔ اگر بد ہوں۔ تو دعا کرتے ہیں۔ اے اللہ! ان کے دلوں کو روشن کر تاکہ تیری اطاعت کریں

عن ابی ھریرۃؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم لَا تَفْضَحُوْا اَمْوَاتَکُمْ بِالسَّیِّاٰتِ اَعْمَالِکُمْ فَاِنَّھَا تُعْرَضُ عَلٰی اَوْلِیَائِکُمْ مِنْ اَھْلِ الْقُبُوْرِ۔ اخرجہ ابن ابی الدنیا وغیرہ۔

حضرت ابی ہریرۃؓ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں۔ کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلّم نے کہ مت شرمندہ کرو ۔ بُرے اعمالوں سے اپنے مردوں کو۔ کیونکہ
اہل قبور پر تمہارے اولیاء میں سے تمہارے اعمال پیش کیے جاتے ہیں۔

عن ابی ایوبؓ قَالَ تُعْرَضُ اَعْمَالُکُمْ عَلَی الْمَوْتٰی فَاِنْ رَاَوْا حَسَنًا
فَرِحُوْا وَ اسْتَبْشَرُوْا وَ اِنْ رَاَوْا سُوْءً قَالُوْا اَللّٰھُمَّ رَاجِعْ بِہٖ ۔

اخرجہ ابن المبارک وابن ابی الدنیا۔

حضرت ابی ایوب سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں۔ کہ تمہارے اعمال مردوں پر
پیش کیئے جاتے ہیں۔ اگر اعمال نیک ہوں۔ تو خوش ہو کر خوشخبری دیتے ہیں۔ اگر اعمال بد ہوں تو
تو دعا کرتے ہیں ۔ اے اللہ! اس کو نیک کام کی طرف مائل فرما۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تُعْرَضُ الْاَعْمَالُ یَوْمَ الْاِثْنَیْنِ وَ
الْخَمِیْسِ عَلَی اللّٰہِ تَعَالٰی وَ تُعْرَضُ عَلَی الْاَنْبِیَاءِ وَ عَلَی الْاٰبَاءِ وَالْاُمَّھَاتِ
یَوْمَ الْجُمُعَۃِ فَیَفْرَحُوْنَ بِحَسَنَاتِھِمْ وَ تَزْدَادُ وُجُوْھُھُمْ بَیَاضًا
وَ اِشْرَاقًا فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَلَا تُؤْذُوْا مَوْتَاکُمْ ۔ اخرجہ الحکیم الترمذی۔

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے کہ پیر اور جمعرات کو اعمال اللہ تعالیٰ کے دربار
میں پیش کیے جاتے ہیں۔ اور جمعہ شریف کو والدین اور انبیاء کرام پر پیش کیے جاتے ہیں۔
پس وہ حسنات سے خوش ہوتے ہیں ۔ اور ان کے چہرے نور کی طرح چمکنے دمکنے لگ
جاتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ سے خوف کرو۔ اور مردوں کو بُرے اعمال سے ایذاء
مت پہنچاؤ۔

عرض اعمال کے مسئلہ کا ثبوت قرآن پاک کی اس آیت شریف سے مستنبط ہوتا ہے۔
وَقُلِ اعْمَلُوْا فَسَیَرَی اللّٰہُ عَمَلَکُمْ وَ رَسُوْلُہٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۔
لفظ سَیَرَی اس پر دال ہے۔ کہ زندوں کے اعمال مردوں پر پیش کئے جاتے ہیں۔
تفسیر روح البیان میں صفحہ نمبر ۱۰۵ پر ہے۔

اِنَّ الْعَمَلَ الْمُحْسِنَ وَخُلُوْصِہٖ نُوْرًا لِصُعُدَ اِلَی السَّمٰوٰتِ
بِقَدْرِ صِدْقِہٖ وَ اِخْلَاصِہٖ فَاللّٰہُ تَعَالٰی یَرَاہُ بِنُوْرِ اُلُوْھِیَّتِہٖ وَ رُوْحِ ۔

الرَّسُوْلِ عَلَیْہِ السَّلَامُ یَرَاہُ بِنُوْرِ نُبُوَّتِہٖ وَاَرْوَاحُ الْمُؤْمِنِیْنَ یَرَوْنَہٗ بِنُوْرِ اِیْمَانِہِمْ۔

نیک انسان کے اعمال صالح کا ایک نور ہوتا ہے۔ جو کہ صدق و اخلاص کے اندازہ پر آسمانوں کی طرف صعود کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نور الوحیت سے دیکھتا ہے۔ حضور اقدس سرور کائنات اپنے نور نبوت سے دیکھتے ہیں۔ اور مومنین کے روح نور ایمان سے دیکھتے ہیں۔ اور اسی طرح مذکورہ صفحہ پر یہ بھی ہے۔ کہ برے عمل کرنے والے کے بد عمل کی ظلمت اس کی خباثت نفس و غفلت کی وجہ سے آسمانوں کی طرف متصاعد ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے نور الوحیت سے۔ حضور دیکھتے ہیں۔ نور نبوت سے۔ مومنین دیکھتے ہیں نور ایمان سے۔

حضور اقدس سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر درود شریف کا پیش ہونا تو مسلم الثبوت ہے۔ عن ابن اوس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اَکْثِرُوْا مِنَ الصَّلٰوۃِ عَلَیَّ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ فَاِنَّ صَلٰوتَکُمْ مَعْرُوْضَۃٌ عَلَیَّ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم وَکَیْفَ تُعْرَضُ صَلٰوتُنَا عَلَیْکَ وَقَدْ رَمِمْتَ یعنی بَلِیْتَ فَقَالَ اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَاءِ۔ اخرجہ ابوداؤد وغیرہ۔ کذافی مشکوٰۃ۔

ابوداؤد نے ابن اوس سے روایت کی۔ اور کہا کہ فرمایا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کہ کثرت سے درود بھیجو مجھ پر جمعہ کے دن۔ کیونکہ تمہارے درود میرے پاس پیش کیے جاتے ہیں۔ صحابہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ کیونکر ہمارے درود آپ کے پاس پیش کیے جائیں گے۔ کہ آپ پوشیدہ ہو جائیں گے۔ قبر میں۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کرام کے جسم کو حرام کر دیا ہے۔

عن ابی الدرداءؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اِنَّ اَحَدًا لَنْ یُّصَلِّیَ عَلَیَّ اِلَّا عُرِضَتْ عَلَیَّ صَلٰوتُہٗ حِیْنَ یَفْرُغُ مِنْھَا قُلْتُ وَبَعْدَ الْمَوْتِ قَالَ وَبَعْدَ الْمَوْتِ اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَنْ تَاْکُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَاءِ۔ اخرجہ ابن ماجہ مشکوٰۃ۔

ابو درداء سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں۔ کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جب کوئی شخص مجھ پر درود بھیجتا ہے۔ تو اس کے فارغ ہونے کے بعد مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ میں نے کہا بعد موت کے بھی پیش کیا جاتا ہے۔ فرمایا بعد موت کے بھی۔ کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کے جسم کو حرام کر دیا ہے۔

اور ابو یعلی حضرت انس رضؓ سے روایت کرتے ہیں۔

انه قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اَلْاَنْبِیَاءُ اَحْیَاءٌ فِیْ قُبُوْرِهِمْ یُصَلُّوْنَ۔

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے۔ کہ سب نبی زندہ ہیں۔ اپنی قبروں میں نماز پڑھتے رہتے ہیں۔ اور اسی طرح طبرانی اور سیرت محمدیہ میں ہے۔ کہ طبرانی بروایت ثقہ نقل فرماتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَیْسَ مِنْ عَبْدٍ یُصَلِّیْ عَلَیَّ اِلَّا اُبْلِغْنِیْ صَوْتَهٗ حَیْثُ کَانَ۔

یعنی کوئی بندہ درود نہیں بھیجتا مجھ پر۔ مگر یہ پہنچ جاتی ہے آواز اس کی مجھ کو جہاں کہیں بھی وہ ہو۔ اور اسی مضمون کے معاون دوسری حدیث دلائل میں ہے۔

قیل لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اَرَاَیْتَ صَلٰوۃَ الْمُصَلِّیْنَ عَلَیْکَ مِمَّنْ غَابَ عَنْکَ وَمَنْ یَاْتِیْ بَعْدَکَ مَاحَالُهُمَا عِنْدَکَ فَقَالَ اَسْمَعُ صَلٰوۃَ اَهْلِ مُحَبَّتِیْ وَاَعْرِفُهُمْ وَتُعْرَضُ عَلَیَّ صَلٰوۃُ غَیْرِهِمْ عَرْضًا۔

یعنی جب آپ سے عرض کیا گیا کہ جو آپ سے غائب ہیں۔ اور آپ سے بعد پیدا ہوں گے ان کے درود کی کیا حالت ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ میرے محبت والوں کے درود تو میں سنتا ہوں۔ اور ان کو پہچانتا ہوں۔ اور دوسروں کے درود میرے سامنے پیش کر دیئے جاتے ہیں۔

تشریح۔ جب احادیث مذکورہ و روایات مسطورہ سے یہ بات معلوم ہوئی۔ کہ زندوں کے اعمال اللہ و رسول و آباء و اجداد و اقرباء موتے پر پیش کیے جاتے ہیں۔ اور مردے اعمال صالح زندوں کے دیکھ سن کر خوش ہوتے ہیں۔ اور برے اعمال سے رنجیدہ۔ تب زندہ کو سوائے نیکی کے کوئی بدی نہ کرنی چاہیئے۔ تاکہ اُن کے پاس مُنْفَعِل نہ ہوں اور نہ مردے زندوں کے اعمال

سے رنجیدہ ہوویں۔ کیونکہ اس باب میں مردے مثل زندوں کے ہیں۔ اور زندہ مرتیوں سے جس
طرح لوگ زنا وغیرذالک گناہوں کے کرنے سے شرماتے ہیں۔ ویساہی مُردوں سے شرمانا چاہیئے
اس بات کو شرک قرار دینا کم عقلی و نادانی ہے۔ اوران کی سمجھ میں نقص ہے۔ آخر اسی
سمجھ نے کافر کو کافر، مومن کو مومن۔ فاسق کو فاسق ظالم کو ظالم۔ ولی کو ولی۔ شیطان کو شیطان
وغیرہ ذالک بنایا۔ کہ کل ثواب وعتاب کا مدار اسی سمجھ پر ہے۔ لیکن محققین، کاملین اور عارفین
کے نزدیک یہ شرک نہیں۔ بلکہ صورت عکس میں بُوکفر کی آتی ہے۔ کیونکہ اللہ جل شانہٗ کی طرف
سے زندوں کے اعمال مُردوں پر عارض ہوتے ہیں۔ اس لئے لفظ تعرض جو حدیثوں میں مندرج
ہے۔ صیغہ مجہول مستعمل ہے۔ اور ایک حدیث میں لفظ رداللہ موجود ہے۔ جس سے مردوں
کی طرف سے قدرت ثبوت میں نہ پہنچی۔ بلکہ فقط حکم الٰہی سے ثابت ہونا متحقق ہے۔ جب یہ
حکم حکم خدا کا ہونا ثابت ہوا تو یہ مامور بہ ٹھہرا۔ اور اتیان بالمامور بہ واجب ہے۔ نہ شرک ہے
بلکہ عدم اتیان بالانکار موجب کفر ہے۔ سوائے اس کے مُردوں کا کلام کرنا۔ ملاقات کرنا۔ اور
استفسار کرنا کتب محدثین میں شرح وبسط کے ساتھ مذکور ہے۔ مُشتِ نمونہ از خروار پیش
کرتا ہوں۔

احیاء العلوم میں ہے۔

وَقَالَ مَالِكُ بْنُ انَسٍ بَلَغَنِيْ اِنَّ اَرْوَاحَ الْمُؤْمِنِيْنَ مُرْسِلَةٌ تَذْهَبُ حَيْثُ
شَاءَتْ۔

مومنین کی رُوحیں آزاد رہتی ہیں۔ جہاں چاہیں جاسکتی ہیں۔

عن سلمان قال اِنَّ اَرْوَاحَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِيْ بَرْزَخٍ مِنَ الْاَرْضِ تَذْهَبُ حَيْثُ
شاءت وَنَفْسَ الْكَافِرِ فِيْ سِجِّيْنٍ اخرجه ابن المبارك فی زهد والحکیم الترمذی
فی نوادر الاصول۔

حضرت سلمان سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں۔ مومنین کرام کے ارواح زمین وبرزخ
میں جہاں چاہیں جاسکتی ہیں۔ کافر کا نفس سجین میں ہوتا ہے۔

معجم کبیر طبرانی اور جامع صغیر سیوطی میں ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے وہ فرماتے ہیں۔

اِنَّ لِلّٰہِ تَعَالٰی عِبَادًا اخْتَصَّھُمْ لِحَوَائِجِ النَّاسِ یَفْزَعُ النَّاسُ اِلَیْھِمْ فِیْ حَوَائِجِھِمْ۔

یعنی اللہ تعالیٰ کے بہت بندے ہیں۔ جن کو اللہ نے لوگوں کی حاجتوں کے واسطے خاص کر لیا ہے۔ لہٰذا گھبرا کر لوگ ان کی طرف حاجتوں کے واسطے جاتے ہیں۔

جب امت زندہ کا حال امت مردہ کو معلوم ہوا اور بین دلائل کے ساتھ ثابت ہوا اور مردہ کا کلام کرنا اور ارواح کا سیر کرنا ثابت و متحقق ہوا۔ تو ارواح کا حاضر و ناظر ہونا بھی ثابت و متیقن ہُوا۔ اور خدا و رسول کے حکم کے موافق عمل ہوا۔ کیونکہ حاضر و ناظر ہونے کی قدرت ارواح کو اس قادر بیچوں نے عطا کی ہے۔ کیونکہ

دست غیب آمدہ بر سینۂ نامحرم زد	مدعی خواست کہ آید بتماشا گہ راز
باوجود نے سواری برق جولانیسم ما	دقال الصائب بر لبساط بوریا سیر دو عالم میکنیم

حکمت (۱)۔ برادران اسلام! سجدہ غیر خدا بالاتفاق منہی عنہ ہے۔ لیکن جب خدا نے حضرت آدم کو سجدہ کرنے کے لئے ملائکہ پر حکم فرمایا۔ تب وہ سجدہ باوجود منہی عنہ ہونے کے واجب ہو گیا۔ اس لئے تارکِ سجدہ ابلیس کا کافر بننا ثابت ہوا۔

اسی طرح جب ارواحِ موتےٰ کا حاضر ہونا ثابت ہے۔ تب اسی کیفیت کے ساتھ ارواح موتیٰ کا حاضر سمجھنا کیا ثابت ہو گا۔ بلکہ حاضر جاننا واجب ٹھہرا۔

حکمت (۲) عزیزان اسلام! مٹی کے پُتلے کو خدا تعالیٰ نے جب بقول وَمِنْ اٰیَاتِہٖ اَنْ خَلَقَکُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَا اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ ہ

اور اس کی نشانیوں سے یہ ہے۔ کہ پیدا کیا تم کو مٹی سے پھر ناگہاں تم انسان چلتے پھرتے ہو۔ اس قادر مطلق نے انسان کو اتنی قدرت بخشی۔ کہ وہ آدمی بن کر مٹی پر چلتے پھرتے شادی کیا کرتے ہیں۔ تو پھر اگر ارواح کو حضور کی قدرت دے دے۔ اور تمام اشیاء کا مشاہدہ کرائے۔ تو کونسا مشکل امر ہے۔ بلکہ نہایت آسان و سہل ہے کیونکہ

اوست قادر بحکم کُن فیکون

حکمت (۳):- اللہ تعالیٰ نے ایک مُٹھی راکھ یعنی بارود کو جو وہ بھی لوگوں کا بنا ہوا ہے۔ ایسی قدرت دی۔ کہ ایک پل میں اتنے بڑے گولے کو کوسوں پر سے اڑا کر بڑے بڑے قلعوں اور پہاڑوں کو ریزہ ریزہ کر سکتی ہے۔ تو کیا اس روح کو جو عشق الٰہی کی آگ میں جل بھن کر راکھ ہو کر فنافی اللہ ہو گئی ہو۔ ایسی قدرت نہیں دے سکتا۔ جو سدِ جسمیات وحصارِ عنصریات کو توڑ کر عالمِ ارواح کی سیر کر سکے۔ کیوں نہیں۔ ؟ ضرور دے سکتا ہے۔ حالانکہ

وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ۔ ماخذ روح کا وُہی ہے۔

فقط ابتلاءً بطور پرندہ قفسِ عنصری میں محبوس ہو گئی ہے۔ پس اگر اس حصارِ جسمی کو ذکر کی ریاضت اور فکر کی سیاست سے توڑ کر اپنے ماخذیٔ آشیانہ کی طرف پرواز کرے اور عالمِ مذکور کی سیر کر کے پھر قفسِ مذکور کی طرف مراجعت کر کے سیر کا بیان کرے۔ تو کونسا مشکل امر ہے۔ نہیں نہیں بلکہ نہایت سہل و آسان ہے۔ ؎

تن روح گردد ار تو کوشی بمعرفت ؛ روح تن شود چو بجہلش بپروری

ہاں! جو کوئی خواہشاتِ نفس میں گرفتار رہا۔ اس کو روحانیوں کے ساتھ پرواز کرنے کا اختیار کیونکر ہو۔ ؎

اے مرغ پائے بستہ مدام ہوائے نفس ؛ کے بر ہوائے عالم روحانیاں پری

حکمت (۴):- اللہ تعالیٰ نے بعض حکمائے یونان وغیرہ کو اتنی عظیم الشان عقل عطا فرمائی۔ کہ انہوں نے ایسی ایسی اعلیٰ دُوربینیں تیار کیں۔ جن کے ذریعہ سے آفتاب و ماہتاب اور ستاروں کی حرکت وگردش اور جسامت وغیرہا کیفیتیں ظاہر کیں۔ تو اگر اللہ تعالیٰ ولی کامل، عارف کامل کو ذکرِ روحانی اور فکرِ وجدانی کی دُوربین بنانے کی عقل عطا فرما دے۔ تو ولی کامل، عارفِ اکمل اس دُوربین سے تمام عالم کا مشاہدہ کریں۔ تو کوئی مشکل نہیں۔ بلکہ آسان ہے۔ اور عقل کے عین مطابق ہے۔ ؎

آدمی شاہ و کائنات سپاہ ؛ مظہرِ کل خلیفۃ اللہ

حکمت (۵) عزیزان اسلام! علماء ظاہر بینوں کا یہ اعتراض ان یہودیوں کے اعتراض کی طرح ہے۔ جنہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت پر یہ اعتراض کیا۔ کہ عرب میں تو انبیاء نہ تھے۔ اگر محمد نبی ہوتا۔ تو ہمارے بنی اسرائیل میں سے ہوتا۔ جس کا دفعیہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے خود کیا۔

جیسا کہ تفسیر الجلالین میں ہے۔

فنزل قُلْ لَهُمْ اَتُحَاجُّوْنَنَا۔ اَیْ تُخَاصِمُوْنَنَا فِی اللّٰہِ۔ اَنِ اصْطَفٰی نَبِیًّا مِنَ الْعَرَبِ۔ وَھُوَ رَبُّنَا وَرَبُّکُمْ فَلَهٗ اَنْ یَّصْطَفِیَ مِنْ عِبَادِہٖ مَنْ یَّشَاءُ۔

فقیر راقم کہتا ہے۔ کہ وہ یہود اپنی جہالت سے نہ سمجھا۔ کہ نبی بنانا خدا کا کام ہے۔ جو خدا بنی اسرائیل سے نبی بنا سکتا ہے۔ وہ قریش سے نبی نہیں بنا سکتا۔ اس پر اعتراض کرنا قادر مطلق کی قدرت پر اعتراض کرنا ہے۔ اور قادر مطلق کی قدرت پر اعتراض کرنا ایمان سے ہاتھ دھو کر کفر کا لباس پہننا ہے۔

العیاذ باللہ۔ اسی طرح روح کے خداداد تصرفات پر اعتراض کرنا قادر مطلق کی قدرت بیچونی کا انکار کرنا ہے۔

کسانیکہ پوشیدہ چشم و دل اند ❊ ہمانا کزیں توتیا غافل اند

عزیزان اسلام! جب امت زندہ کا حال امت مردہ کو معلوم ہوا۔ اور ساتھ دلائل کے ثابت ہوا۔ تب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو امت کا حال معلوم ہونے کا کیا پوچھنا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضور سید المرسلین کو وہ قوت بصیرت عطا فرمائی ہے۔ اور حضور علیہ السلام کو وہ نور ملا ہے۔ جس کے سبب دنیا کی کوئی شے آپ سے مخفی و پوشیدہ نہیں ہے۔

لفظ حاضر و ناظر کے معنی کی تحقیق۔

ملا قاضی عیاض کی شرح شفا جلد ۱ صفحہ ۵۰۵ پر ہے۔

اَلشَّھِیْدُ مِنَ الشُّھُوْدِ بِمَعْنَی الْحُضُوْرِ وَمَعْنَاہُ الْعَالِمُ۔

لفظ شہید شہود سے مشتق ہے۔ شہید حضور کے معنی میں ہے۔ اور حضور کے معنیٰ عالم کے ہیں

شرح مواقف صفحہ ۶۱۹ پر مذکور ہے۔

اَلنَّظَرُ فِی اللُّغَتِ بِمَعْنَی الرُّؤْیَتِ

یعنی نظر لغت میں رویت کے معنیٰ میں مستعمل ہوتا ہے۔

اس تشریح سے معلوم ہوا۔ کہ حاضر کے معنیٰ عالم کے ہیں۔ اور ناظر کے معنی دیکھنے والے کے ہیں۔ اہلسنت والجماعت حضور سرورِ دو عالم کو حاضر و ناظر مانتے ہیں۔ اس کا مطلب صرف اسی قدر ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو وہ علم و رویت اور قدرت عطا فرمائی ہے۔ کہ حضور ہر جگہ اور ہر مقام کا علم و رویت رکھتے ہیں۔ اور چشمِ نبوت و رسالت سے کائنات کا کوئی ذرہ پوشیدہ نہیں۔

منجد۔ صراح۔ مختار الصحاح وغیرہ کتب لغت میں ہے۔ حاضر کا مادہ حضر اور ناظر کا مادہ نظر ہے۔ حضر سے الحضور مصدر بنا جس سے حاضر مشتق ہوا۔ حضر، حضور، حاضر کے بہت سے معنیٰ ہیں۔ مثلاً پہلو، نزدیکی، صحن، حاضر ہونے کی جگہ اور حاضر کے معنیٰ شہروں بستیوں میں رہنے والا۔ بڑا قبیلہ وغیرہ آتے ہیں۔

ان مذکورہ بالا معانی کے علاوہ جس معنیٰ سے ہماری بحث خصوصیت کے ساتھ متعلق ہے۔ ان کی تفصیل یہ ہے۔ کہ حضر، حضرۃ، حضور سب کے معنیٰ ہیں۔ سامنے ہونا اور حاضر کے معنیٰ ہیں سامنے ہونے والا۔ جو چیز عیاناً بے حجاب آنکھوں کے سامنے ہو۔ اُسے حاضر کہتے ہیں۔

صراح، مختار الصحاح، منجد میں ہے کہ حضرت اور حضور غیبت کی ضد ہیں۔

صراح صفحہ نمبر ۱۷۰

"حضور حاضر شدن نقیض الغیبت"

یعنی حضور کے معنیٰ حاضر ہونا غیبت کی نقیض ہے۔

"الحضر نقیض الغیبت و تفصیلہ فیہ۔ (یعنی حضر کے معنیٰ حاضر ہونا غیبت کی نقیض ہے

مختار الصحاح صفحہ ۱۵۹ میں بھی یہی معنی مذکور ہے۔ اور مجمع بحار الانوار جلد اول ص ۲۷۵
"الحاضر المقیم فی المدن والقریٰ" یعنی حاضر کے معنی یہ ہے۔ جو کہ مقیم ہو شہروں میں
اور دیہاتوں میں۔

اور مفردات امام راغب اصفہانی مصر صفحہ ۳۷۲، ۳۷۳ میں ہے۔
"الغیب مصدر غابت الشمس وغیرہا"
اِذَا خفیت عن العین یقال غاب عنی کذا۔ قال اللہ تعالیٰ اَمْ کَانَ مِنَ الْغَائِبِیْنَ
پ۔ ۱۹۔ نمل۔ ع ۲۔ (ویستعمل فی کل غائبۃ عن الحاسۃ) الغیب غابت الشمس
کا مصدر ہے۔ جب سورج وغیرہ آنکھ سے اوجھل ہو جائے۔ یعنی نگاہوں کے سامنے نہ رہے
تو محاورات عرب میں غابت الشمس کہا جاتا ہے۔ ایک محاورہ غاب عنی کذا بھی ہے۔ یعنی
(فلاں چیز مجھ سے غائب ہو گئی۔)
قرآن حکیم میں حضرت سلیمان علیہ السلام کا مقولہ ہے۔ کہ میں ہدہد کو نہیں دیکھتا۔
اَمْ کَانَ مِنَ الْغَائِبِیْنَ (کیا وہ غائب ہے۔)
عزیزان اسلام غور کا مقام ہے۔ کہ معانی منقولہ کے اعتبار سے لفظ حاضر کا اطلاق
ذات واجب الوجود پر ممکن ہی نہیں۔ یقیناً نہیں۔ تعالیٰ اللہ عن ذالک
اور نیز مفردات امام راغب اصفہانی میں ہے۔
"کہ جو چیز سامنے نہ ہو۔ یعنی حواس سے دور، نگاہوں سے پوشیدہ ہو تو اسے غیب یا
غائب کہتے ہیں۔"
جب یہ ثابت ہو گیا۔ کہ حاضر غائب کی ضد ہے اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ غائب اسے کہتے ہیں
جو حواس سے دور ہو اور آنکھ کے سامنے نہ ہو۔ تو اب یہ بات بخوبی واضح ہو گئی۔ کہ حاضر اسی کو
کہا جائے گا۔ جو حواس سے پوشیدہ نہ ہو۔ اور عیاناً و بے حجاب آنکھوں کے سامنے موجود ہو۔
ہماری اس تحقیق منصفانہ کے بعد اہل انصاف پر بالکل صاف ظاہر ہو گیا ہو گا۔ کہ لفظ حاضر
اپنے حقیقی لغوی معنی کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے شان کے ہرگز لائق نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ
شہروں بستیوں میں رہنے اور قبیلہ ہونے سے پاک ہے۔ جتنے معانی لفظ حاضر کے منقول ہوئے

اللہ تعالیٰ ان سب سے منزہ و مبرا ہے۔

قرآن کریم شاہد عادل ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ حواس اور نگاہوں کے ادراک سے بھی بلند و بالا ہے

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ۝

پارہ ۷ ۔ سورہ انعام ۔ ع ۱۳

ترجمہ:۔ نگاہیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں۔ وہ تمام نگاہوں کا ادراک فرماتا ہے

اور وہ لطیف خبیر ہے۔

ناظر کے معنیٰ کی تحقیق

ناظر کا ماخذ "نظر" ہے۔

مختار الصحاح صفحہ ۶۹۱ میں ہے۔

وَالنَّاظِرُ فِي الْمُقْلَةِ السَّوَادُ الْاَصْغَرُ الَّذِي فِيْهِ اِنْسَانُ الْعَيْنِ وَقَدْ

يُقَالُ لِلْعَيْنِ النَّاظِرَةُ۔

(آنکھ کے ڈھیلے کی سیاہی جس میں آنکھ کا تل ہوتا ہے۔ کو "ناظر" کہتے ہیں۔ اور کبھی آنکھ کو

ناظرہ کہا جاتا ہے۔

اور نیز حوالہ مذکور صفحہ نمبر ۶۹۱ پر ہے۔

وَالنَّظَرُ وَالنَّظَرَانُ بِفَتْحَتَيْنِ تَأَمُّلُ الشَّيْئِ بِالْعَيْنِ۔

آنکھ کے ساتھ کسی چیز میں غور و تامل کرنا

صراح صفحہ نمبر ۱۳۱ پر نظر کا معنیٰ یوں مذکور ہے۔

"نظر۔ نظر بفتحتین۔ نظران۔ نگریستن در چیزے بتامل یقال نظرت الی

الشیئ۔ (آنکھ کے ساتھ کسی چیز کو بغور دیکھنا۔ جیسے کہا جاتا ہے۔ کہ میں نے ایک چیز کو دیکھا"

اور منجد صـ۸۲۶ پر ہے۔

نَظَرَ وَنَظَرَ نَظْرًا وَنَظْرَةً وَتَنْظَارًا وَنَظَرَانًا وَاِلَيْهِ اَبْصَرَهُ وَتَأَمَّلَهُ بِعَيْنِهٖ

نَظَرَ نَظْرًا فِي الْاَمْرِ تَدَبَّرَهُ وَتَفَكَّرَ فِيْهِ يُقَدِّرُهُ وَيَقِيْسُهُ الشَّيْئَ۔

ترجمہ:- کسی چیز میں تدبر و تفکر کرنا اور آنکھ کے ساتھ تامل کرنا جس سے چیز کا تمدد و اندازہ لگایا جاتا ہے - ان مذکورہ بالا معانی کے علاوہ لفظ نظر سے بھی تامل و تلاش کے معنی بھی مراد لیے جاتے ہیں۔ اور کبھی اس سے وہ معرفت اور رؤیت مراد ہوتی ہے جو تلاش کے بعد حاصل ہو یا کسی چیز کا ادراک کرنے یا اسے دیکھنے کی غرض سے بصر و بصیرت کو پھیرنا بھی مراد لیا جاتا ہے

دمفردات امام راغب اصفہانی صفحہ نمبر ۵۱۷ اور نیز امام راغب اصفہانی ارشاد فرماتے ہیں ۔کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں کو نظر فرمانے کے معنی دیکھنا نہیں - بلکہ صرف یہ ہیں - کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر احسان فرماتا ہے - اور انہیں اپنی نعمتیں پہنچاتا ہے -

جیسے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے -

وَلَا یُکَلِّمُھُمُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیَامَۃ

یعنی اللہ تعالیٰ قیامت کے روز کفار سے کلام نہ فرمائے گا اور نہ ان کی طرف نظر فرمائے گا - یعنی قیامت کے روز کافروں پر اللہ تعالیٰ کا کوئی انعام و احسان نہ ہوگا۔

جیسے مفردات امام راغب اصفہانی ص۵۱۷ پر اس آیت مذکورہ کے معنی بیان کرنے میں فرماتے ہیں-

وَنَظَرُ اللّٰہِ تعالیٰ اِلٰی عِبَادِہٖ ھُوَ اِحْسَانُہٗ اِلَیْھِمْ وَ اِفَاضَۃُ نِعَمِہٖ عَلَیْھِمْ قَالَ اللّٰہ تعالیٰ وَلَا یُکَلِّمُھُمُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَلَا یَنْظُرُ اِلَیْھِمْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ - پ ۳ - آل عمران - ع ۸

یعنی اللہ تعالیٰ کی نظر مخلوق کی طرف نظر حقیقی نہیں - بلکہ جہاں نظر کا لفظ آیا ہے - وہاں مجازی معنی احسان مراد لیا جاتا ہے - یعنی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر احسان فرماتا ہے - اور انہیں اپنی نعمتیں پہنچاتا ہے -

نیز تفسیر روح المعانی میں اسی آیت کریمہ کی تفسیر میں ہے -

لَا یَنْظُرُ اِلَیْھِمْ کے معنی یہ ہیں - کہ اللہ تعالیٰ کفار پر مہربانی اور رحم نہیں فرمائے گا۔

ای لَا یَعْطِفُ عَلَیْھِمْ وَلَا یَرْحَمُھُمْ (روح المعانی - پ ۲ - ص۱۸۱)

اس کے بعد صاحب تفسیر ارشاد فرماتے ہیں-

ثُمَّ جَازَ فِي مَنْ لَا يَجُوْزُ عَلَيْهِ النَّظَرُ مُجَرَّدًا لِمَعْنَى الْاِحْسَانِ -

یعنی جس کے حق میں لفظ نظر کا استعمال جائز نہیں - (جیسا کہ اللہ تعالیٰ) تو اس کے لئے اگرچہ لفظ نظر کبھی استعمال ہوا ہے - تو وہ اپنے اصلی حقیقی معنی سے مجرد ہے - اور صرف احسان کے معنی میں -

اور نیز مجمع بحار الانوار جلد ۳ صفحہ نمبر ۳۶۹ پر اس حدیث شریف کے تحت تحریر فرماتے ہیں - اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی لَا یَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ - الحدیث اَلنَّظَرُ ھُنَا الْاِخْتِیَارُ وَالرَّحْمَۃُ وَالْعَطْفُ -

(حدیث شریف میں نظر کے معنی دیکھنا نہیں - بلکہ یہاں پسندیدگی رحمت اور مہربانی مراد ہے -) اور اس کے بعد صاحب موصوف فرماتے ہیں -

نَظَرُ اللّٰہِ مُجَازَاتُہٗ وَمُحَاسَبَتُہٗ -

یعنی اللہ تعالیٰ کے نظر کے یہ معنی ہیں - کہ وہ اپنے بندوں کو ان کے اعمال کا بدلہ دیتا اور محاسبہ فرماتا ہے -

عزیزانِ اسلام ! اس واضح اور مدلل بیان کے بعد آپ پر بخوبی عیاں ہو گیا ہو گا - کہ ان دونوں لفظوں کے اصلی اور حقیقی معنی اللہ جل مجدہٗ کے ذاتِ مطلق کے شایانِ شان نہیں - بلکہ اللہ تعالیٰ کا ان معنی سے پاک ہونا قطعی اور یقینی امر ہے -

جب یہ ثابت ہو گیا - کہ اللہ تعالیٰ کا ان معنی سے پاک ہونا لازمی امر ہے - تو اس کے بعد یہ حقیقت خود بخود ثابت ہو جاتی ہے - کہ ان لفظوں کا اطلاق بغیر تاویل کے ذاتِ باری تعالیٰ پر مطلقاً جائز نہیں - تو اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں "حاضر و ناظر" کوئی نام نہیں - اور قرآن و حدیث میں کسی جگہ حاضر و ناظر کا لفظ ذاتِ باری تعالیٰ کے لئے وارد نہیں ہوا - سلف صالحین نے اللہ تعالیٰ کے لئے یہ لفظ استعمال نہیں کیا - اور نیز اصحابہ تابعین تبع تابعین اور ائمہ مجتہدین نے کبھی بھی اللہ تعالیٰ کے لئے یہ لفظ استعمال نہیں کیا -

جب متاخرین علماء کرام کے زمانہ میں بعض لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی ذاتِ احدیت کو لفظ حاضر و ناظر منسوب کر دیا - اور اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر کہنے لگے - تو اس دور کے

علماء اعلام نے ان کے اس قول سے انکار کیا۔ بلکہ بعض علماء کرام نے اس اطلاق کو کفر قرار دے دیا۔ بالضرورت یہ مسئلہ (کہ اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر کہنا کفر ہے۔ یا نہیں۔) جمہور علماء کرام کے سامنے پیش ہوا۔ تو انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ چونکہ اس میں تاویل ہو سکتی ہے اسی لئے یہ اطلاق کفر نہیں۔ یعنی حضور کو مجازاً علم کے معنی میں اور نظر کو مجازاً رویت کے معنی میں مراد لے لئے جائیں۔ اس تاویل سے اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر کہا جا سکے گا۔ تو یہ اطلاق علیم و بصیر اور عالم من یریٰ کے معنی میں ہوگا۔

"در مختار اور شامی جلد ۲ صفحہ نمبر ۳۴۷ پر ہے۔

وَيَا حَاضِرُ وَيَا نَاظِرُ لَيْسَ بِكُفْرٍ۔

یعنی صاحب در مختار فرماتے ہیں۔ کہ (اللہ تعالیٰ کو) یا حاضر یا ناظر کہنا کفر نہیں۔ اس عبارت کی شرح میں علامہ شامی فرماتے ہیں۔

(قوله ليس بكفر) فَاِنَّ الْحُضُوْرَ بِمَعْنَى الْعِلْمِ شَائِعٌ مَا يَكُوْنُ مِنْ نَجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَالنَّظَرُ بِمَعْنَى الرُّؤْيَةِ اَلَمْ يَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰى فَالْمَعْنٰى يَا عَالِمُ وَيَا مَنْ يَرٰى (بزازیہ) پ ۳۰۔ فلق۔ ع ۱۔

وجہ (لیس بکفر) یہ ہے کہ یا حاضر و یا ناظر میں تاویل ہو سکتی ہے۔ کہ حضور علم کے معنی میں عام طور پر مستعمل ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

"کوئی سرگوشی تین افراد کی نہیں، مگر اللہ تعالیٰ ان کا چوتھا ہوتا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ نجویٰ ذات باری تعالیٰ سے باہر نہیں۔ اس معنی پر یا حاضر۔ یا عالم کے معنی میں ہو گیا اور نظر رویت کے معنی میں مستعمل ہے۔ اور رویت اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت ہے۔

اَلَمْ يَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰى۔

تو اس تحقیق سے معلوم ہوا۔ کہ یا حاضر یا ناظر یا عالم یا من یریٰ کے معنی مجازی میں اللہ تعالیٰ کے لئے استعمال ہو سکتا ہے۔ معنی حقیقی میں نہیں۔

سوال:۔ یہ کیسے معلوم ہوا۔ کہ بعض علماء نے اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر کہنا کفر قرار دیدیا تھا۔

جواب۔ صاحب درِمختار کا یہ قول یا حاضر یا ناظر لیس بکفر، اس امر کی روشن دلیل ہے۔ کہ بعض علماء نے اس کو کفر کہا تھا۔ ورنہ صاحبِ درمختار کا یہ قول بالکل لغو اور بے معنی قرار پائے گا۔ کیونکہ جب تک کوئی امر قابلِ انکار اور لائق تردید موجود نہ ہو۔ اس وقت تک انکار اور تردید ممکن ہی نہیں۔ دیکھئے! آج تک کسی نے اللہ تعالیٰ کو رحمٰن و رحیم کہنا کفر نہیں لکھا۔ کیونکہ آج تک کسی نے اللہ تعالیٰ کو رحمٰن و رحیم کہنا کفر قرار ہی نہیں دیا۔ تو اس روشن بیان سے معلوم ہوا۔ کہ بعض علماء نے اللہ تعالیٰ کو یا حاضر و یا ناظر کہنا اس لئے کفر قرار دیا تھا۔ کہ ان دونوں لفظوں کو اپنے اصلی اور حقیقی معنی اللہ تعالیٰ کی ذات مطلق کے ہرگز لائق نہیں۔ لیکن جمہور علماء کرام نے ان لفظوں کو اپنے اصلی حقیقی اور لغوی معنی سے پھیر کر تاویل کرلی۔ اور معنی مجازی میں یا حاضر و یا ناظر اللہ تعالیٰ کی ذاتِ احدیت کے لئے جائز رکھا۔ اس تحقیق مذکورہ سے واضح و متحقق ہوا۔ کہ بغیر تاویل کے اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر کہنا مطلقاً جائز نہیں اس کے بعد یہ مسئلہ آسانی سے سمجھ میں آسکتا ہے۔ کہ جو لوگ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حق میں حاضر و ناظر کے اطلاق کو کفر و شرک قرار دیتے ہیں۔ وہ یا تو حاضر و ناظر کے معنی نہیں سمجھتے یا انہوں نے اللہ تعالیٰ کو اپنا جیسا سمجھ لیا ہے۔ کہ ایسے الفاظ کو اللہ تعالیٰ کے لئے خاص کرتے ہیں۔ کہ جن کے لغوی معنی صرف بندوں کے لائق ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے حق میں ان کا تصور بھی نہیں ہو سکتا۔

مصرع:۔ ببیں تفاوت رہ از کجا است تا بہ کجا

تَعْصِی الْاِلٰهَ وَاَنْتَ تُظْهِرُ حُبَّهٗ ÷ وَهٰذَا الْعُمْرِیْ فِی الْقِیَاسِ بَدِیْعٌ

لَوْ کَانَ حُبُّكَ صَادِقًا فِیْ وَعْدِهٖ ÷ فَاِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ یُّحِبُّ مُطِیْعٌ

سوال:۔ فی زمانہ لفظ حاضر و ناظر۔ سمیع و بصیر۔ علیم و خبیر۔ عالم و من یری۔ دیکھنے والا اور جاننے والا کے معنی میں اللہ تعالیٰ پر اطلاق کیا جاتا ہے۔ تو اس لئے حضور کے حق میں اس کا استعمال ان ہی معنی کا وہم پیدا کرے گا۔ لہٰذا حضور کو حاضر و ناظر کہنا موہم شرک ہے۔

جواب:۔ جن الفاظ کا استعمال فی زمانہ حضور کے حق میں موہم شرک بتایا جاتا ہے

بعینہ وہی الفاظ رب العزت نے قرآن کریم میں اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ارشاد فرمائے ہیں۔ جس سے ای ہام شرک کی جڑیں قطعی طور پر کٹ جاتی ہیں۔ مثلاً سمیع۔ بصیر۔ علیم وخبیر عالم ومن یری۔ ان تمام الفاظ کا اطلاق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس پر قرآن کریم میں موجود ہے۔

مثلاً

۱۔ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ۝ پارہ ۱۵۔ رکوع ۱۔ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سمیع بصیر کہا گیا ہے۔ جیسے کہ روح البیان صفحہ ۱۲۰ پر ہے۔

وَفِی التَّاوِیلَاتِ النَّجمیة فی قَولِهٖ تعالیٰ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ۔ اشارة اِلیٰ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم هُوَ السَّمِیْعُ الَّذِیْ قَالَ اللّٰهُ کُنْتُ لَهٗ سَمْعًا فَبِیْ یَسْمَعُ وَبِیْ یُبْصِرُ مُتَحَقِّقَتِهٖ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیَاتِنَا الْمَوْصُوْفَةِ۔ جَمَالِنَا وَجَلَالِنَا اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ بِسَمْعِنَا الْبَصِیْرُ بِبَصَرِنَا فَاِنَّهٗ لَا یَسْمَعُ کَلَامَنَا اِلَّا بِسَمْعِنَا وَلَا یُبْصِرُ حَالَنَا اِلَّا بِبَصَرِنَا۔

(تاویلات نجمیۃ میں ہے۔) کہ انہ ہو السمیع البصیر میں اس کی طرف اشارہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ سمیع وبصیر ہیں۔ جس کے متعلق حدیث قدسی میں وارد ہے۔ کہ میں اس کی سمع ہو جاتا ہوں۔ تو وہ مجھ سے سنتا ہے۔ اور میں اس کی بصر ہو جاتا ہوں۔ تو وہ مجھ سے دیکھتا ہے۔ لہٰذا آیت مقدسہ کی تحقیق یہ ہوئی کہ ہم نے اپنے عبد مقدس کو اس لئے معراج کرائی کہ ہم اسے اپنی وہ نشانیاں دکھائیں۔ جو ہمارے جلال وجمال کے ساتھ خاص ہیں۔ بے شک وہی عبد مقدس محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہماری سمع کے ساتھ سمیع اور ہماری بصر کے ساتھ بصیر ہیں۔ یقیناً وہ ہمارا کلام ہماری سمع سے سنتے اور ہمارا حال ہماری بصر سے دیکھتے ہیں۔

اور نیز تفسیر روح المعانی پ ۱۵ صفحہ نمبر ۱۳ پر ہے۔

وَاَمَّا عَلیٰ تَقْدِیْرِ کَوْنِ الضَّمِیْرِ لِلنَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم کَمَا نَقَلَهٗ اَبُوالْبَقَاءِ عَنْ بَعْضِهِمْ وَقَالَ السَّمِیْعُ لِکَلَامِنَا الْبَصِیْرُ لِذَاتِنَا۔

انہ ہو السمیع البصیر کی ضمیر کو جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف راجع کی جائے۔ جیسا کہ ابوالبقا نے بعض علماء سے نقل کیا ہے۔ کہ "انہ ہو السمیع البصیر" کے معنی یہ ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارا کلام سننے والے اور ہماری ذات کو دیکھنے والے ہیں۔

اور نیز صاحب تفسیر مذکور لکھتے ہیں۔

وَلَا یَمْتَنِعُ اِطْلَاقُ السَّمِیْعِ وَالْبَصِیْرِ عَلٰی غَیْرِہٖ تَعَالٰی کَمَا تَوَھَّمَ لَا مُطْلَقًا وَلَا ھٰھُنَا ہ

اللہ تعالےٰ کے غیر پر سمیع والبصیر کا اطلاق ممنوع (جیسا کہ بعض لوگ وہم کرتے ہیں) نہ اس آیت میں ممنوع ہے۔ نہ مطلقاً۔

اور علامہ حلبی ارشاد فرماتے ہیں۔

وَقَالَ الْحَلْبِیُّ اِنَّہٗ لَایَبْعُدُ (علامہ حلبی فرماتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف اس ضمیر کی راجع کرنا بعید نہیں۔

اور علامہ طیبی فرماتے ہیں۔

وَیَحْلِی السِّرُّ فِی مَجِیْءِ الضَّمِیْرِ مُحْتَمِلًا بِلَّہٖ مَزِیَّۃُ الْاِشَارَۃِ اِلٰی اَنَّہٗ صَلَّی اللہُ علیہ وسلّم اِنْتَمَارٌ اَیْ رَبَّ الْعِزَّۃِ وَسَمِعَ کَلَامَہٗ سُبْحَانَہٗ کما فی الحدیث، المشار الیہ آنفاً فافھم تَسْمَعْ وَتَبْصِرْ۔

(کہ آیت کریمہ انہ ہو السمیع البصیر میں ایسی ضمیر کا لانا جو دونوں امر کا احتمال رکھتی ہو۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف بھی راجع ہو سکتی ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف بھی اس بات کی طرف اشارہ کرنے کے لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رب العزت کی ذات پاک کو دیکھا۔ اور اس کے کلام مبارک کو اس کی سمع سے سنا۔ جیسا کہ ابھی ابھی حدیث قدسی کنت لہ سمعاً میں اشارہ گزر چکا ہے۔ لہٰذا اس امر کو اچھی طرح سمجھنا چاہیئے۔

اور نیز امام سبکی رضی اللہ عنہ اپنی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں۔ زرقانی ج ۳ ص ۱۲۴

البصیر ای العلیم قال السبکی فی تفسیرہ اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ اِنَّ الضَّمِیْرَ لِلنَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم قال ومَعْنٰی وَصْفِہٖ بِھَا اَنَّہُ الْکَامِلُ فِی السَّمْعِ وَالْبَصَرِ

اَلَّذِیْنَ یُدْرِکُ بِھِمَا الْآیَاتَ الَّتِیْ یُرِیْدُ اِیَّاھَا۔

ترجمہ:۔ بصیر علیم کے معنی میں ہے۔ کہ اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ میں ضمیر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہیں۔ اور ان دونوں صفتوں کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو موصوف کرنے کے یہ معنی ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سمع و بصر کی ان دونوں صفتوں میں کامل ہیں۔ جن سے اللہ تعالیٰ کی اُن نشانیوں کا ادراک کیا جا سکتا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دکھانا چاہتا ہے۔ اس کے بعد ارشاد فرماتے ہیں۔

فَالْاَظْھَرُ اِنَّ الْمَعْنیٰ السَّمِیْعُ لِکَلَامِ اللّٰہِ تَعَالیٰ بِلَا وَاسِطَۃٍ اَلْبَصِیْرُ اَیْ النَّاظِرُ اِلیٰ نُوْرِ جَمَالِہٖ بِعَیْنِ الْبَصِیْرَۃِ وَھٰذَا اَخْتَصَّ بِہٖ۔ انتھیٰ

ترجمہ:۔ اس تحقیق محققانہ کے بعد یہ واضح ہوا۔ کہ آیت کریمہ کے روشن معنی یہ ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس کے کلام کو بلا واسطہ سننے والے اور اس کے نور جمال کو اپنی عین بصر سے دیکھنے والے ہیں۔ اور یہ وہ کمال ہے۔ جس کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مختص ہیں۔

نعم ما قال:۔

دید محمدؐ نہ با چشم دیگر ؛ بلکہ بدا چشم کہ دازد بسر

۲۔ قال اللہ تعالیٰ ۔ فَسْئَلْ بِہٖ خَبِیْرًا ۔ پ ۱۹۔ رکوع ۱

اس آیت مقدسہ سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا خبیر ہونا ثابت ہے۔ جیسے کہ تفسیر حاوی جلد ۳ صفحہ ۱۳۶ مطبوعہ مصر میں ہے۔

وَالْمَعْنیٰ اَسْئَلْ عَنْہُ خَبِیْرًا اَیْ عَالِمًا بِصِفَاتِہٖ یَطْلُعُکَ عَلیٰ مَا خَفِیَ عَلَیْکَ وَالْخَبِیْرُ یَخْتَلِفُ بِاِخْتِلَافِ السَّائِلِ فَاِنْ کَانَ السَّائِلُ النَّبِیَّ علیہ السلام فَالْخَبِیْرُ ھُوَ اللّٰہُ وَاِنْ کَانَ السَّائِلُ اَصْحَابَہٗ فَالْخَبِیْرُ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وَاِنْ کَانَ السَّائِلُ التَّابِعِیْنَ فَالْخَبِیْرُ الصَّحَابَۃُ عَنِ النَّبِیِّ عَنِ اللّٰہِ۔

ترجمہ:۔ قول خداوندی فاسئل بہ خبیرا کے معنی یہ ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ کے متعلق کسی ایسی ہستی سے سوال کرو۔ جو اس کی صفات کا عالم ہو۔ وہ تمہیں مخفی علوم سے خبردار کرے گا۔ اور اختلاف

سائل کے اعتبار سے خبیر مختلف ہو جاتا ہے۔ اگر سائل نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں تو خبیر اللہ تعالیٰ ہے۔ اور اگر سائل صحابہ کرام ہوں۔ تو خبیر خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور اگر سائل تابعین ہوں تو خبیر صحابہ ہوں گے۔ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے علم حاصل کر کے خبر دیں گے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے علم لے کر خبیر ہوں گے۔

۳۔ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی فَسَیَرَی اللّٰہُ عَمَلَکُمْ وَرَسُوْلُہٗ ۔ پ ۱۱۔ توبہ۔ ع ۱

اس آیت مبارکہ میں یری کا فاعل اللہ تعالیٰ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم دونوں ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ بھی لوگوں کے عمل دیکھتا ہے۔ اور حضور علیہ السلام بھی دیکھتے ہیں۔

۴۔ وَھُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ۔ پ ۱۔ رکوع ۴

ترجمہ :۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام چیزوں کے جاننے والے ہیں۔ جیسے کہ "مدارج النبوت جلد اوّل صفحہ ۳ پر ہے"

وھو بکلے شیئ علیم و وے صلی اللہ علیہ وسلم داناست بر ہمہ چیز از شیونات، ذات الہی و احکام و صفات حق و اسماء و افعال و آثار و جمیع علوم ظاہر و باطن اول و آخر احاطہ نمودہ و مصداق۔ فَوْقَ کُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ شد عَلَیْہِ مِنَ الصَّلٰوۃِ اَفْضَلُھَا وَمِنَ التَّحِیَّاتِ اَتَمُّھَا وَاَکْمَلُھَا۔

ترجمہ :۔ یعنی حضور علیہ الصلوٰت والسلام تمام چیزوں کے جاننے والے ہیں۔ خواہ ذات الٰہی کی شانیں ہوں۔ یا احکام خداوندی یا اللہ تعالیٰ کی صفات اور اس کے افعال و آثار ہوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام علوم ظاہر و باطن اوّل و آخر کا احاطہ فرمایا تھا۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فَوْقَ کُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ کا مصداق ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی جانب سے افضل ترین رحمتیں اور کامل ترین برکتیں اُن پر نازل ہوں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فَوْقَ کُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ کا مصداق ہو گئے ہیں۔

جیسے عرائس البیان جلد اوّل صفحہ ۴۳۵ پر ہے۔

وقال ابو الفرجی اَلْعُلُوْمُ یَتَقَارَبُ عَلٰی مِقْدَارِ الطَّبَایِعِ وَالتَّعْلِیْمِ اِلٰی اَنْ تَرَایٰ مَنْ یَّتَلَقَّفُ الْعِلْمَ مِنَ الْحَقِّ وَاَنَّہُ الْعِلْمُ اللَّدُنِّیُّ خَذَالِکَ الَّذِیْ لَا عَالِمَ

فَوْقَہٗ مِنَ الْخَلْقِ -

طبائع اور تعلیم کے لحاظ سے علوم متقارب ہوتے ہیں - یہاں تک کہ انتہائی درجۂ کمال میں علم خود ذات احدیت سے حاصل کیا جاتا ہے - اور اس علم کا نام علم لدنی ہے - اور یہ ایک ایسا علم ہے - کہ جس کے آگے کوئی علم مخلوق میں نہیں - اور یہ تمام علوم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوئے - اس لئے آپ مصداق فوق کُلّ ذی علم علیم ہو گئے -

علاوہ ازیں یہ چہار اسماء حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء مطہرہ میں موجود ہے - جیسے کہ زرقانی مواہب اللدنیہ - مدارج النبوت میں ہے -

زرقانی مصری جلد ۳ - از صـ۱۲۵ تا صـ۱۳۸ میں یہ چہار اسماء متبرکہ موجود ہیں -

اور مواہب اللدنیہ مصری جلد اوّل صـ۱۸۳ پر سطر ۲۰ میں البصیر اور سطر ۲۵ میں الخبیر اور صـ۱۸۴ پر سطر ۵ میں السمیع اور سطر ۱۹ میں العلیم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء مطہرہ میں مذکور ہے اور مدارج النبوۃ نولکشور جلد اوّل صـ۳۱۵ پر سطر ۴ میں البصیر سطر ۷ میں الخبیر سطر ۱۵ میں السمیع صـ۱۱۶ پر سطر ۵ میں العلیم موجود ہے -

حضور شافع یوم النشور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تو بڑی شان ہے - رب تعالیٰ نے قرآن کریم میں اپنے دوستوں کے متعلق ارشاد فرمایا ہے - کہ میں نے اپنے دوستوں کو وہ طاقت عطا فرمائی ہے - کہ وہ ہر چیز کا علم رکھتے ہیں - اور دُور و نزدیک کی چیزیں دیکھتے ہیں - اور دُور کی آہستہ آواز بھی باذن اللہ سُنتے ہیں -

رب تعالیٰ فرماتا ہے -

۱- وَبَشَّرُوْہُ بِغُلٰمٍ عَلِیْمٍ - اور اس کو فرشتوں نے غلام علیم یعنی حضرت اسحاق علیہ السلام کی بشارت دی - پارہ ۲۶ سورۂ ذاریات - رکوع ۱۸ - اور اس آیت مبارک میں اللہ تعالیٰ نے حضرت اسحاق علیہ السلام کو علیم فرمایا ہے -

۲- قَالَتْ نَمْلَۃٌ یّٰاَیُّھَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰکِنَکُمْ لَا یَحْطِمَنَّکُمْ سُلَیْمٰنُ وَجُنُوْدُہٗ وَھُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ہ فَتَبَسَّمَ ضَاحِکًا مِّنْ قَوْلِھَا -

ترجمہ :- تو ایک چیونٹی نے کہا - کہ چیونٹیو! اپنے بلوں میں گھس جاؤ - ایسا نہ ہو کہ تم کو

سلیمان اور اس کا لشکر (بے خبری) میں روند ڈالے۔" (پارہ ۱۹، سورۂ نمل۔ رکوع ۱۷)

تفسیر۔ مبدأ غیب سے حضرت سلیمان علیہ السلام کو جانوروں کی بولی بھی سکھائی گئی تھی۔ یعنی (منطق الطیر) علامہ بیضاوی کہتے ہیں۔

"نطق کے معنی عرف میں ان الفاظ کا استعمال کرنا جو دل کی بات کو ظاہر کر دیں۔ خواہ وہ مفرد ہوں۔ خواہ مرکب۔" یعنی

حضرت سلیمان علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے وہ کمالات عطا فرمائے تھے۔ کہ وہ قوتِ قدسیہ سے ہر حیوان کا وہ خیال معلوم کر لیتے تھے کہ جس خیال سے اُس نے آواز نکالی ہے اور ہر ایک نعمت بھی۔ مجموعہ نعمتوں میں سے بعض بعض خاص نعمتوں کا اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ذکر کر دیا ہے۔ چنانچہ ایک بار حضرت سلیمان کا لشکر کسی ایسے مقام کی طرف جا رہا تھا۔ کہ جہاں پر چیونٹیوں کے بل تھے۔ اور وہ زمین پر چل رہی تھیں۔ ان میں سے ایک چیونٹی نے کہا کہ اپنے بِلوں میں گھس جاؤ۔ کہیں بے خبری میں ان کے پاؤں تلے رَوندی نہ جاؤ۔ چیونٹی جب اپنی ہم جنس دوسری چیونٹیوں سے کہہ رہی تھی۔ اس وقت حضرت سلیمان کا لشکر اس جنگل میں داخل نہیں ہوا تھا۔ اور کئی میل دُور تھا۔

نتیجہ:۔ چیونٹی کی آواز نہایت باریک جو کہ قریب سے بھی سنائی نہیں دیتی۔ یقیناً یہ آواز آپ نے کئی میل سے دُور سے سُنی۔ تو اس آیت مبارک سے ثابت ہوا۔ کہ محبوبانِ خدا دُور سے باریک آواز بھی باذن اللہ سُنتے ہیں۔

۳۔ وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيرُ قَالَ أَبُوهُمْ إِنِّي لَأَجِدُ رِيحَ يُوسُفَ لَوْلَا أَنْ تُفَنِّدُونِ ط

ترجمہ:۔ اور جب قافلہ مصر سے روانہ ہوا۔ تو ان کے باپ نے کہا۔ البتہ مجھ کو یوسف کی بُو آ رہی ہے۔ اگر مجھے دیوانہ نہ بناؤ۔ (پارہ ۱۳۔ سورہ یوسف۔ رکوع ۵)

تفسیر۔ جب مصر سے یہ قافلہ چلا تو حضرت یعقوب کو حضرت یوسف کے پیراہن کی خوشبو آئی۔ یعقوب علیہ السلام کنعان میں ہیں۔ اور یوسف علیہ السلام کی قمیص مصر سے روانہ ہوئی ہے۔ اور آپ کو خوشبو یہاں معلوم ہوئی۔ تو اس آیت مبارک سے معلوم ہوا۔ کہ نبوت اور ولایت

کی طاقت سے دور دراز کی اشیاء کا علم ہوتا ہے۔

۴- وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِیْ بُیُوْتِكُمْ پارہ ۳ سورہ آل عمران رکوع ۱۳۔

ترجمہ :- اور میں خبر دیتا ہوں تم کو اس چیز کی جو کچھ تم کھاتے ہو۔ اور جو کچھ اپنے گھروں میں رکھ کر آتے ہو۔ سب بتا دیتا ہوں۔

تفسیر :- اس آیت مبارک سے ثابت ہوا۔ کہ نبوت کی طاقت سے کوئی ذرہ بھی پوشیدہ نہیں رہ سکتا۔ حضرت عیسیٰ روح اللہ نبوت کے زور سے لوگوں کے کھائے ہوئے اور گھروں میں رکھے ہوئے تمام کا مشاہدہ فرما رہے ہیں۔

۵- قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْكَ طَرْفُكَ ؕ

ترجمہ :- اس شخص نے کہ جس کے پاس کتاب کا علم تھا۔ یہ عرض کیا۔ کہ میں اُس کو حضور کی آنکھ جھپکنے سے پہلے لا حاضر کرتا ہوں۔

تفسیر :- حضرت سلیمان نے اپنے درباریوں سے کہا۔ کوئی ہے کہ اس کے آنے سے پیشتر میرے پاس اس کا تخت اُٹھا لاوے۔ الخ

تو اُس شخص نے کہ جس کو کتاب الٰہی کا علم تھا۔ یہ کہا کہ میں آپ کے پلک جھپکنے سے پہلے لے آتا ہوں۔ چنانچہ اس نے لا کر سلیمان کے سامنے کھڑا کر دیا۔ آصف شام میں ہے۔ شاہزادی بلقیس کا تخت یمن میں ہے۔ اور آپ فوراً لانے کے متعلق حکم فرما رہے ہیں۔ اور لانا جانے کے بغیر ممکن نہیں۔ تو معلوم ہوا۔ کہ ولی اللہ کو مافوق الاسباب وہ طاقت حاصل ہے کہ تمام اشیاء ان کے سامنے حاضر اور بڑی جسیم اشیاء کے کھینچ لانے پر قادر (یہ ہے ولی اللہ کی نظر و طاقت) اور یہاں طاقت نبوت میں شبہ پیدا کرنا اور آپ پر بے خبری اور بے طاقتی کا الزام لگانا ضلالت ہے۔ کیونکہ جب آصف کو حکم ہوا کہ بلقیس کا تخت لاؤ تو آصف نے کوئی عذر نہ کیا۔ کہ حضور میں نے وہ جگہ دیکھی نہیں یا مجھے اس کے تخت کی خبر نہیں کہ کہاں رکھا ہے۔ نہ کسی سے رستہ پوچھا نہ پتہ دریافت کیا۔ بلکہ آناً فاناً حاضر کر دیا۔ اگر وہ تخت ان کی نگاہوں کے سامنے نہ ہوتا تو کیسے لے آتے۔ جبکہ آصف جو کہ

ولی اللہ ہیں- ان کی نگاہوں سے تخت غائب نہیں- اور آپ لانے پر قادر ہیں- تو حضرت سلیمان جیسے اولوالعزم پیغمبر سے کیسے غائب ہوگا- اور آپ اس کے لانے پر کیسے قادر نہیں ہوں گے- باقی رہا آپ کا دریافت کرنا تو یہ بے علمی کی دلیل نہیں- ایسے تو اللہ تعالیٰ بھی قیامت کے روز تحقیق فرما کر فیصلہ کرے گا- تو لازم آئے گا- کہ اللہ بھی بے خبر ہے- اور یہ محال ہے-

۶- اِنَّهٗ یَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِیْلُهٗ مِنْ حَیْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ

ترجمہ:- ابلیس اور اس کی اولاد تم کو اس جگہ سے دیکھتے ہیں- کہ تم اُن کو جہاں سے نہیں دیکھ سکتے- (پارہ ۸- سورۂ اعراف- رکوع ۱۰-

۷- قُلْ یَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِیْ وُكِّلَ بِكُمْ-

ترجمہ:- تمہاری جان کو موت کا وہ فرشتہ قبض کرے گا- جو تم پر معین کیا گیا ہے-

(پارہ ۲۱- سورہ سجدہ- رکوع ۱۴-

تفسیر:- اللہ تعالےٰ نے جب مخلوق کو پیدا فرمایا- تو تمام جاندار اشیاء کے لئے موت اور حیات بھی پیدا فرمادی- اور تمام مخلوقات میں انسان کو اشرف بنایا- اور شیطان کو راندۂ درگاہ کر دیا- شیطان نے یوم قیامت تک زندہ رہنے کا سوال کیا- اللہ تعالےٰ نے اسے منظور فرمایا- شیطان نے عرض کیا- اے پروردگارِ دو عالم میں اولادِ آدم کو گمراہ کروں گا- اللہ تبارک وتعالیٰ نے بنی نوعِ انسان کے امتحان کے لئے شیطان اور اس کی اولاد کو وہ طاقت عطا فرمائی- کہ وہ ہر انسان کو (حفظ گمراہی) کے لئے اس جگہ سے دیکھتے ہیں- کہ جہاں سے انسان نہیں دیکھ سکتا- اور ملک الموت کو اللہ تعالیٰ نے تمام جاندار اشیاء کے مشاہدہ کی طاقت عطا فرمائی- (روح قبض کرنے کیلئے)

خلاصہ:- اس آیت مبارک سے معلوم ہوا- کہ شیطان اور اس کی اولاد ہر جاندار کے گمراہ کرنے کے لئے اُن کا علم اور مشاہدہ رکھتے ہیں- اور ملک الموت جان قبض کرنے کے لئے تمام مخلوق کا مشاہدہ کر رہے ہیں-

نتیجہ:- تو لامحالہ یہ ماننا پڑے گا- کہ انبیاء اور اولیاء چونکہ تمام دنیا کے لئے

ہادی اور رہبر ہیں۔ ان کے لئے تمام مخلوقات کا علم اور مشاہدہ مخلوق کی ہدایت اور راہبری
کے لئے اشد ضروری ہے۔ تو معلوم ہوا کہ انبیاء اور اولیاء کو اللہ تعالیٰ نے وہ علم و رویت
اور مشاہدہ عطا فرمایا ہے۔ کہ تمام مخلوقات کو ہدایت اور راہبری کے لئے دیکھتے ہیں۔
اور یہی عقیدت حقہ ہے۔

۸۔ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ۝

ترجمہ:۔ کیا نہ دیکھا تو نے کیسا کیا تیرے رب نے قوم عاد سے۔

(پارہ ۳۰۔ سورۂ الفجر۔ رکوع ۱۴۔)

۹۔ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ ۝

ترجمہ:۔ کیا تو نے نہ دیکھا۔ کیا کیا تیرے رب نے اصحاب فیل کے ساتھ۔

(پارہ ۳۰۔ سورۂ فیل۔ رکوع ۳۰۔)

تفسیر:۔ حضور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت سے ہزاروں
برس قبل قوم عاد اور ثمود پر رب تعالےٰ کی طرف سے عذاب آیا تھا۔ اور اصحاب فیل پر
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت شریف سے ۵۰ دن قبل عذاب آیا تھا۔

ان دونوں واقعوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے استفہام انکاری کے طور پر فرمایا۔ اے
محبوب کیا آپ نے یہ واقعات نہیں دیکھے۔ (یعنی دیکھے ہیں۔)

اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا۔ کہ حضورؐ کی نگاہ مبارک گذشتہ اور آئندہ تمام
واقعات کا مشاہدہ فرما رہی ہے۔ حضور نے معراج کی رات دوزخ میں مختلف قوموں کو
عذاب پاتے دیکھا۔ حالانکہ ان کا عذاب پانا قیامت کے بعد ہوگا۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا۔ تاکہ ہم اُسے اپنی نشانیاں دکھائیں۔ پارہ ۱۵
یعنی ہم نے اپنے عبد مقدس کو اس لئے سیر کرائی۔ تاکہ ہم اُن کو اپنے تمام نشانات
قدرت کا ملاحظہ کرائیں۔ اور ان کی حقیقت اور ماہیت سے پوری طرح خبردار کریں۔
۔ بے شک اس عبد مقدس کی نظر نے اگلے پچھلے واقعات۔ اللہ کی ذات و صفات نشانات

قدرت سب کو دیکھا۔ (اور دیکھ رہا ہے۔)

ویقول الفقیر۔

عرض حاجت در حریم مصطفےٰ محتاج کو۔ راز کس مخفی نماند بر دل دانائے او...
گرچہ از مخلوق دنیا ہست پنہاں ذات او ۔ لاجرم با قوۃ لولاک بیند ذرہ او

اور نیز علامہ شیخ مرتضیٰ صاحب "اتحاف السادت المتقین" صفحہ ۱۷۔ جلد ۲ پر ارشاد فرماتے ہیں۔

وَلَا یَنْبَغِیْ اَنْ یَّظُنَّ اِنَّ الْمُشَارِکَۃَ بِکُلِّ وَصْفٍ تُوْجِبُ الْمُمَاثِلَۃَ اَتَرَای اِلَی ضِدَّیْنِ یَتَمَاثَلَانِ وَبَیْنَھُمَا غَایَۃُ الْبُعْدِ الخ

ترجمہ:۔ دو ضدین متباعدین میں اگر بہت سے اوصاف میں مشارکت آجاوے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا۔ کہ یہ دونوں ضدین مماثل ہو گئیں۔ (یعنی ایک ہو گئیں۔) کیونکہ ان ضدوں میں غایت البعد واقع ہے۔ جیسے سیاہی اور سفیدی دو ضدین ہیں۔ اور دونوں عرض اور مدرک بالبصر وغیرہ اوصاف میں شریک ہیں۔ تو ان اوصاف کی مشارکت سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ دونوں ضدین ایک ہو گئیں۔ (یعنی سیاہی اور سفیدی ایک چیز ہو گئی ہے)

مَنْ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی مَوْجُوْدٌ لَا فِیْ مَحَلٍّ وَّ اَنَّہٗ سَمِیْعٌ بَصِیْرٌ عَالِمٌ مُرِیْدٌ مُتَکَلِّمٌ حَیٌّ قَادِرٌ فَاعِلٌ وَالْاِنْسَانُ اَیْضًا کَذَالِکَ فَقَدْ شَبَّہَ قَائِلُ ھٰذَا اِذْ لَا قَالَ مِنْ اِثْبَاتِ الْمُشَارِکَۃِ فِی الْوُجُوْدِ وَھُوَ مُوْھِمٌ لِلْمُشَابِھَۃِ

ترجمہ:۔ تو اس طرح قال اس قول کا کہ اللہ تعالیٰ موجود ہے۔ لیکن بغیر کسی مقام کے اور وہ اللہ تعالیٰ سمیع، بصیر، عالم، مرید، متکلم، حی، قادر، فاعل ہیں۔ اور انسان بھی اسی طرح سمیع بصیر، عالم، مرید، متکلم، حی، قادر فاعل ہیں۔ تو اس مشابہت سے یہ لازم نہیں آتا کہ انسان خدا بن گیا۔ کیونکہ قائل مشارکت فی الوجود نہیں کہتا۔ اس لئے کہ یہاں وہم مشابہت پیدا ہوتا ہے۔

بَلِ الْمُمَاثِلَۃُ عِبَارَۃٌ عَنِ الْمُشَارِکَۃِ فِی النَّوْعِ وَالْمَاھِیَّۃِ فَکَوْنُ الْعَبْدِ رَحِیْمًا صَبُوْرًا شَکُوْرًا لَا یُوْجِبُ الْمُمَاثِلَۃَ وَلَا لِکَوْنِہٖ سَمِیْعًا بَصِیْرًا عَالِمًا

قَادِرًا حَيًّا فَاعِلًا -

بلکہ قائل نوع اور ماہیت میں مماثلت اور مشارکت کہہ رہا ہے۔ اور یہ مشارکت وہم مشابہت پیدا ہی نہیں کرتا۔ تو بندہ کا رحیم، صبور، شکور، سمیع، بصیر، عالم، قادر، حی فاعل ہونا کسی صورت میں بھی مماثلت و مشابہت پیدا نہیں کرتا۔

خلاصہ کلام:- کیونکہ اللہ تعالیٰ اور انسان فی الحقیقت دونوں ضدین متباعدین ہیں۔ تو مطلقاً انسان اور اللہ تعالیٰ ان اوصاف کی وجہ سے ایک نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ ان دونوں میں نہایت البعد ہے۔ یعنی خالقیت اور مخلوقیت کا۔ تو اس تحقیق منصفانہ سے ثابت ہوا کہ سمیع بصیر وغیرہ اوصاف کا حضور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذات بابرکات پر اطلاق کرنا کوئی نئی بات نہیں۔ قدیم سے بزرگان دین کا یہی مسلک چلا آرہا ہے۔ اور اس کو شرک کہنا ضلالت اور کم علمی کی دلیل ہے۔

نیز قرآن کریم میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے مطلق انسان کے متعلق ارشاد فرمایا ہے۔

فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًام بَصِيْرًا - اس مقام پر یہ کہنا کہ یہ جعل کے قید سے مقید ہے (یعنی اللہ تعالیٰ کے بنانے سے انسان سمیع بصیر بنا۔ ہمارے لئے بالکل مضر نہیں۔ کیونکہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جعل خداوندی کے بغیر سمیع و بصیر نہیں مانتے۔ حسب تصریحات علماء کرام و مفسرین عظام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حاضر و ناظر، سمیع و بصیر ہیں۔ اور اہل سنت والجماعت کے علماء اعلام کا متفقہ عقیدہ ہے۔ بلکہ جزو لاینفک ہے۔

قارئین کرام! پر بخوبی واضح ہو گیا ہوگا۔ کہ قرآن کریم کی روشنی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدس پر سمیع و بصیر، علیم و خبیر اور عالم و مہدی کا اطلاق ثابت و متحقق ہوا۔ اس کے بعد مخالفین کے ایہام شرک کی بنیادیں کہاں ہیں۔

نتیجہ

موثر حقیقی ایک اللہ ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَمَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ

یعنی عالم کی تمام اشیاء میں جو بھی نفع ونقصان پہنچانے کی طاقت ہے۔ اس کا فاعل حقیقی اللہ عزوجل ہے۔ اسباب میں اس وقت اثر ظاہر ہوتا ہے۔ جبکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی مشیت ہو۔ اللہ تعالیٰ کے اذن اور ارادہ کے بغیر کوئی چیز کسی کو نفع ونقصان نہیں پہنچا سکتی۔

لَا تَتَحَرَّكُ ذَرَّةٌ إِلَّا بِإِذْنِ اللهِ

معلوم ہوا۔ کہ کسی چیز میں ذاتی اثر کو ماننا شرک ہے۔ اور اگر عطائی اثر مانا جائے۔ تو ایک حقیقت کا ماننا ہے۔ چونکہ عین اللہ تعالیٰ کی مرضی کے موافق ہے۔ بلکہ عطائی اثر کا ماننا اللہ عزوجل کے حکم کا تسلیم کرنا ہے۔ اور نہ ماننا حکم کی نافرمانی ہے۔

دیکھئے! زہر قاتل ہے۔ حب الملوک دست آور ہے۔ پانی سے پیاس بجھ جاتی ہے۔ روٹی سے بھوک مٹ جاتی ہے۔ تو کیا ان اشیاء میں جو تاثیر ہے۔ وہ ان کی ذاتی ہے۔ یعنی ان میں خود بخود موجود ہے۔ ہرگز نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے دینے اور اس کی عطا سے ہے۔

مثلاً - روٹی سے بھوک مٹ جاتی ہے۔ رب تعالیٰ نے روٹی میں بھوک مٹا دینے کی تاثیر رکھی ہے۔ اب اگر روٹی کی طرف بھوک مٹا دینے کی نسبت کر دی جائے۔ تو ہرگز شرک نہ ہو گا۔ کیونکہ اشیاء میں جو بھی تاثیر موجود ہے۔ وہ اللہ عزوجل کی عطائی ہے۔ تو اس عطائی تاثیر کا ماننا عین حکم رب العزت کا تسلیم کرنا ہے۔ اور نہ ماننا اللہ تعالےٰ کے حکم سے نافرمانی ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کا نافرمان خائب وخاسر ہے۔

اسی طرح اہل سنت انبیاء عظام اور اولیاء کرام کی طرف علم رویت اور قدرت وطاقت کی جو نسبت کرتے ہیں۔ وہ مجازی ہوتی ہے۔ حقیقی نہیں ہوتی۔

اہل سنت والجماعت کا یہ عقیدہ ہے۔

کہ انبیاء اور اولیاء کرام کو جو اختیارات ہیں۔ اور ان کے جو فضائل ہیں۔ وہ سب کے سب اللہ کی عطا سے ہیں۔ اور خدا کے حکم کے بغیر کوئی بھی ایک تنکا اِدھر سے اُدھر نہیں کر سکتا۔

حضور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حاضر وناظر ہونا بھی

اسی معنی میں ہے۔

کہ

"رب تعالیٰ نے آپ کو وہ نور اور رویت وطاقت عطا فرمایا ہے۔ کہ آپ ہر جگہ ہر مقام میں حاضر و ناظر ہیں۔ اور نگاہِ نبوت سے کوئی ذرہ بھی پوشیدہ نہیں۔

تحقیقِ شاہد

مثلاً قاضی عیاض کی شرح شفا جلد ۱ صفحہ نمبر ۵۰۵ پر ہے۔

اَلشَّهِیْدُ مِنَ الشُّهُوْدِ بِمَعْنَی الْحُضُوْرِ۔ وَمَعْنَاهُ الْعَالِمُ۔

ترجمہ:۔ لفظِ شہید شہود سے مشتق ہے۔ شہید حضور کے معنے میں ہے۔ اور حضور کے معنیٰ عالم کے ہیں۔

شرح مواقف صفحہ نمبر ۶۱۹ پر مذکور ہے۔

اَلنَّظَرُ فِی اللُّغَةِ بِمَعْنَی الرُّؤْیَةِ۔

یعنی نظر لغت میں رویت کے معنیٰ میں مستعمل ہوتا ہے۔

اس تشریح سے معلوم ہوا۔ کہ حاضر کے معنی عالم کے ہیں۔ اور ناظر کے معنیٰ دیکھنے والے کے ہیں۔ اہل سنت وجماعت حضورؐ سرورِ عالم کو حاضر و ناظر مانتے ہیں۔ اس کا مطلب اسی قدر ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو وہ علم و رویت اور قدرت عطا فرمائی ہے۔ کہ حضور ہر جگہ اور ہر مقام کا علم و رویت رکھتے ہیں۔ اور چشمِ نبوت و رسالت سے کائنات کا کوئی ذرہ پوشیدہ نہیں۔

آیات مقدسہ سے ثبوت:۔

قرآن حکیم میں اللہ رب العزت جل مجدہٗ ارشاد فرماتا ہے۔ (۱) اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا

وَمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا۔ پ ۲۲۔ احزاب۔ ع ۶

ترجمہ:۔ محبوب ہم نے تمہیں شاہد مُبشّر اور نذیر بنایا۔

(۲) وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا۔

ترجمہ:۔ یہ رسول تم پر شہید ہیں۔

(۳) جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا۔

ترجمہ:۔ ہم قیامت کے دن سب پر آپ کو شہید بنائیں گے۔

آیت اوّل میں لفظ شاہد اور دوم وسوم میں لفظ شہید ہیں۔ اور شاہد وشہید کے معنے عالم کے ہیں۔ اب آیہ مذکورہ کا صاف مطلب یہ ہوگا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بے خبر بنا کر نہیں بھیجا۔ بلکہ عالم ورویت، حاضر وناظر کی صفت سے سرفراز فرمایا ہے۔ اور آپ کے سر اقدس پر علم ومعرفت کا تاج رکھا ہے۔

ان آیات کی تفاسیر (۱) ملا علی قاری فرماتے ہیں۔

شَاهِدًا اَىْ عَالِمًا وَّمُطَّلِعًا۔

ترجمہ:۔ شاہد کے معنی یہ ہیں۔ کہ اللہ نے آپ کو عالم بنایا ہے۔ اور تمام اشیاء پر اطلاع دی ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی لفظ شہید کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں۔

" وباشد رسول شما گواہ زیرا کہ او مطلع است۔ بنور نبوت بر رتبہ ہر متدین بدین خود کدام درجہ از دین من رسیدہ وحقیقت ایمان او چیست۔ وحجابے کہ بداں از ترقی محجوب ماندہ است کدام است۔ پس اومے شناسد گناہان شمارا واعمال نیک وبد شمارا واخلاص ونفاق شمارا۔ لہذا شہادت او در دنیا ودین بحکم شرح در حق امت مقبول وواجب العمل است " (تفسیر عزیزی۔ صـ ۶۲۶)

ترجمہ:۔ تمہارے رسول قیامت میں تم پر گواہ ہوں گے۔ کیونکہ وہ اپنی نبوت کے نور کے ساتھ اپنے دین پر چلنے والے کے رتبہ سے واقف ہیں۔ کہ وہ میرے دین میں کس درجہ پر پہنچا۔ اور اس کے ایمان کی کیا حقیقت ہے۔ اور جس حجاب کے سبب وہ ترقی سے

رُک گیا۔ وہ کونسا حجاب ہے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر امتی کے گناہوں کو پہچانتے اور تم سب کے ایمان کے درجوں کو جانتے ہیں۔ اور تمہارے سب نیک و بد اعمال سے واقف ہیں۔ اور تمہارے خلوص و نفاق پر مطلع ہیں۔ لہٰذا حضور کی گواہی دُنیا و آخرت میں بحکم شرع امت کے حق میں مقبول ہے۔ یعنی حضور نبی کریم علیہ السلام اپنے نُورِ نبوت کے ذریعہ اپنے ہر امتی کے گناہ۔ نیک و بد اعمال، قلبی احوال، خطرات، وساوس، نفاق غرضیکہ اپنی امت کی ہر حرکت و سکون سے واقف ہیں۔ اس لئے قیامت کے دن حضور کی گواہی امت کے حق میں مقبول ہو گی۔ اور یہی حاضر و ناظر کے معنی ہیں۔ شاہ صاحب کے لفظ شہید کی تفسیر میں جملہ مفسرین متفق ہیں۔

(۱) تفسیر روح البیان میں ہے۔

وَمَعْنٰی شَھَادَتِ الرَّسُوْلِ عَلَیْھِمْ اِطْلَاعُہٗ عَلٰی رُتْبَۃِ کُلِّ مُتَدَیِّنٍ۔

ترجمہ:۔ اور شہادت کے معنی یہ ہیں۔ کہ حضور ہر مسلمان کے رتبہ و مقام پر مطلع ہیں۔

(۲) تفسیر خازن و مدارک میں ہے۔

ثُمَّ یُؤْتٰی بِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَیَسْأَلُہٗ عَنْ حَالِ اُمَّتِہٖ فَیُزَکِّیْھِمْ وَیَشْھَدُ بِعَدَالَتِھِمْ۔

ترجمہ:۔ قیامت کے دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اُمت کے متعلق سوال ہو گا۔ تو آپ اپنے اُمت کے عدل کی شہادت دیں گے۔ کیونکہ حضور ہر اُمتی کے عدل کو جانتے ہیں۔

(۳) تفسیر نیشاپوری میں آیت نمبر ۳ کے ماتحت ہے۔

لِاَنَّ رُوْحَ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم شَاھِدًا عَلٰی جَمِیْعِ الْاَرْوَاحِ وَالْقُلُوْبِ وَالنُّفُوْسِ بِقَوْلِہٖ صلی اللہ علیہ وسلم اَوَّلُ مَا خَلَقَ نُوْرِیْ۔

ترجمہ:۔ حضور علیہ السلام قیامت کے دن کی گواہی دیں گے۔ کیونکہ حضور کی رُوح مبارک تمام ارواح اور قلوب اور نفوس کو دیکھ رہی ہے۔ اسی لئے آپ نے فرمایا تھا۔ کہ سب سے پہلے اللہ نے میرے نُور کو پیدا فرمایا۔

(۴) تفسیر مدارک میں آیت نمبر ۳ کے ماتحت ہے۔

اِی شَاھِدًا عَلٰی مَنْ کَفَرَ بِالْکُفْرِ وَعَلٰی مَنْ نَافَقَ بِالنِّفَاقِ وَعَلٰی مَنْ اٰمَنَ بِالْاِیْمَانِ۔

ترجمہ :۔ یعنی حضور کافروں کے کفر، منافقوں کے نفاق اور ایمان والوں کے ایمان کی قیامت کے دن گواہی دیں گے۔

برادران اسلام کفر و نفاق کا تعلق دل سے ہوتا ہے۔ حضور اسرار دل سے بھی خبردار ہیں۔ اور یہ بہت بڑا غیب ہے۔

(۵) تفسیر ابن کثیر جلد ۳ میں ہے۔ حضرت سعید ابن المسیب فرماتے ہیں۔

لَیْسَ مِنْ یَوْمٍ اِلَّا یُعْرَضُ عَلَی النَّبِیِّ اَعْمَالُ اُمَّتِہٖ غُدْوَۃً وَعَشِیَّۃً یَعْلَمُھُمْ بِاَسْمَائِھِمْ وَاَعْمَالِھِمْ وَلِذٰالِکَ یَشْھَدُ عَلَیْھِمْ۔

ترجمہ :۔ کہ ہر دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر صبح و شام اُمت کے اعمال پیش ہوتے ہیں۔ اور حضور اپنے ہر اُمتی کے نام اور اس کے اعمال سے واقف ہیں۔ اور اس لئے قیامت کے دن گواہی دیں گے۔

(۶) تفسیر روح المعانی میں ہے۔

وَاعلم انہ یعرض علی النبی اعمال امتہ غدوۃ وَعَشِیَّۃً فَیَعْرِفُھُمْ بِسِیْمَاھُمْ وَاَعْمَالِھِمْ۔

ترجمہ :۔ آپ کی امت کے اعمال صبح و شام آپ پر پیش ہوتے ہیں۔ اور آپ اُمت کو ان کی علامات سے جانتے ہیں۔ اور ان کے اعمال سے واقف ہیں۔

توضیح :۔ اس مضمون کی حدیث مسلم شریف، ابن ماجہ، ابو داؤد، مسند امام احمد وغیرہ میں بھی ہے۔ ان آیات اور ان کی تفاسیر سے یہ ثابت ہوا۔ کہ حضور کی نظروں سے عالم کا کوئی ذرہ پوشیدہ نہیں ہے۔ اور اہل سُنّت بدیں معنی حضور کو حاضر و ناظر مانتے ہیں۔

احادیث سے ثبوت :۔ مواہب لدنیہ جلد ۲ میں طبرانی سے روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمر راوی ہیں۔ حضور نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا۔

اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی رَفَعَ لِیَ الدُّنْیَا اَنَا اَنْظُرُ اِلَیْھَا وَاِلٰی مَا ھُوَ کَائِنٌ فِیْھَا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ کَاَنَّمَا اَنْظُرُ اِلٰی کَفِّیْ ھٰذِہٖ۔

ترجمہ :- اللہ تعالیٰ نے میرے لئے دُنیا کو ظاہر کیا۔ میں دُنیا کی طرف اور جو کچھ دنیا میں قیامت تک ہونے والا ہے۔ اس کی طرف اس طرح دیکھ رہا ہوں۔ جیسے اپنی اس ہتھیلی کو۔ اس حدیث شریف کی شرح میں علامہ زرقانی تحریر فرماتے ہیں۔

اَیْ اَظْھَرَ وَکَشَفَ لِیَ الدُّنْیَا بِحَیْثُ اَعْلَمْتُ بِجَمِیْعِ مَافِیْھَا فَاَنَا اَنْظُرُ اِلَیْھَا۔ الخ اِشَارَۃٌ عَلٰی اَنَّہٗ نَظْرٌ حَقِیْقِیٌ دَفَعَ اَنَّہٗ اُرِیْدَ بِھَا النَّظْرُ اَیِ الْعِلْمُ۔ (زرقانی جلد ۷ ص ۲۳۳)

ترجمہ :- رفع کے معنی یہ ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کے لئے دنیا کو ظاہر فرمایا۔ اور اس کا کشف کیا۔ اور نظر سے مراد نظر حقیقی ہے۔ مجازی معنی صرف علم نہیں ہیں۔ بلکہ نظر سے مراد حضور کا حقیقتہً اپنی آنکھوں سے دنیا و مافیہا میں جو قیامت تک ہوگا۔ دیکھنا مراد ہیں۔

(۲) مشکوٰۃ میں حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ حضور نے فرمایا۔

اِنَّ اللّٰہَ قَدْ زَوٰی لِیَ الْاَرْضَ فَرَاَیْتُ مَشَارِقَھَا وَمَغَارِبَھَا۔

ترجمہ :- اللہ نے میرے لئے زمین سمیٹ دی۔ میں نے اس کے مشرق و مغرب کو دیکھ لیا۔

مظاہر حق ص ۳۰ پر اس حدیث شریف کا ترجمہ یوں ہے۔

"بیشک اللہ تعالیٰ نے میرے لئے زمین سمیٹی۔ اس کو سمیٹ کر مثل ہتھیلی کے کر دکھایا دیکھا میں نے اس کے مشرقوں اور مغربوں کو۔ یعنی تمام زمین کو"

(۳) بخاری شریف جلد ۱ - ص ۱۸ پر حدیث شریف موجود ہے۔ حضور نے فرمایا۔

مَامِنْ شَیْئٍ لَمْ اَکُنْ اُرِیْتُہٗ اِلَّا رَاَیْتُہٗ فِیْ مَقَامِیْ ھٰذَا۔

ترجمہ :- حضور نے فرمایا۔ کوئی چیز ایسی نہیں۔ جو مجھے نہ دکھائی گئی ہو۔ میں اپنے اس مقام سے ہر شے کو دیکھ رہا ہوں۔

(۴) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم ھَلْ تَرَوْنَ مَا اَرٰی اِنِّیْ اَرٰی مَوَاقِعَ الْفِتَنِ فِیْ خِلَالِ بُیُوْتِکُمْ۔ (جامع صغیر جلد ۱ - ص ۱۶۱)

ترجمہ :- حضور نے فرمایا۔ کیا تم وہ دیکھتے ہو۔ جو میں دیکھتا ہوں۔ میں تمہارے گھروں میں فتنے اٹھنے کی جگہ کو بھی دیکھ رہا ہوں۔ اسی لئے علامہ یوسف ابن اسمٰعیل نبہانی اپنی کتاب جواہر البحار کے ص ۸۴۳ - جلد ۱ پر تحریر فرماتے ہیں۔

اِنَّ جَسَدَہٗ الشَّرِیْفَ لَایَخْلُوْا مِنْہُ زَمَانٌ وَلَا مَکَانٌ وَلَا مَحَلٌ وَلَا اِمْکَانٌ وَلَا عَرْشٌ وَلَا لَوْحٌ وَلَا کُرْسِیٌّ وَلَا قَلَمٌ وَلَا بَرٌّ وَلَا بَحْرٌ وَلَا سَھْلٌ وَلَا عَرَضٌ وَلَا بَرْزَخٌ وَلَا قَبْرٌ۔

ترجمہ :۔ حضور کے جسد شریف کی تجلّی سے نہ زمانہ خالی ہے ۔ نہ مکان ۔ نہ محل خالی ہے ۔ نہ امکان نہ عرش خالی ہے نہ لوح ۔ نہ کرسی خالی ہے نہ قلم ۔ نہ بحر خالی ہے ۔ نہ بر ۔ نہ نرم زمین خالی ہے نہ سخت ۔ نہ برزخ خالی ہے ۔ نہ قبر ۔

تشریح :۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اپنے مقام اعلیٰ وارفع میں تشریف فرما ہیں زمان ، مکان ، امکان ، عرش و فرش ۔ لوح و قلم و کرسی ، برزخ و قبر سب جگہ حاضر و ناظر ہیں ۔ کوئی مقام کوئی جگہ ایسی نہیں ، جس کو حضور علیہ السلام نہ دیکھ رہے ہوں ۔ اور نور ریزی نہ فرما رہے ہوں ۔ گو یا کہ آفتاب نبوت و ماہتاب رسالت اپنی تجلیات و انوار سے تمام عالم کو روشن و منور فرما رہا ہے ۔ نیز جامع ترمذی و سنن دارمی وغیرہما کتب معتبرہ میں بروایت صحیحہ حضرت معاذ بن جبل وغیرہ دس صحابہ کرام سے روایت ہے ۔ حضور سرکار ابد القرار فرماتے ہیں ۔

اَتَانِیْ رَبِّیْ فِیْ اَحْسَنِ صُوْرَۃٍ فَقَالَ یَا مُحَمَّدُ فِیْمَ یَخْتَصِمُ الْمَلَأُ الْاَعْلیٰ ۔

ترجمہ :۔ میرا پروردگار میرے پاس تشریف لایا ۔ جو عقول سے وراء اور اس کی عزت و جلال کے شایان ہے ۔ اور اس وقت میں سب سے بہتر حال میں تھا ۔ اس نے مجھ سے فرمایا ۔ اے محمد ملاء اعلیٰ باہم کس بات میں مباحات کرتے ہیں ۔ میں نے عرض کی ۔ اے میرے پروردگار تو خوب جانتا ہے ۔

فَوَضَعَ یَدَہٗ بَیْنَ کَتِفَیَّ فَوَجَدْتُ بَرْدَھَا بَیْنَ ثَدْیَیَّ

اس نے اپنا ید قدرت میرے دونوں شانوں کے بیچ رکھا ۔ میں نے اپنے سینے میں ٹھنڈک پائی ۔ اس ہاتھ کے رکھنے سے مجھے کیا حاصل ہوا ۔ فرماتے ہیں ۔

فَعَلِمْتُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

میں نے جان لیا ۔ جو کچھ مشرق سے مغرب تک آسمانوں اور زمین میں ہے ۔

فَتَجَلّٰی لِیْ کُلُّ شَیْءٍ وَعَرَفْتُ ۔

ہر چیز مجھ پر روشن ہو گئی ۔ اور میں نے پہچان لی ۔ حضور نے فقط روشن ہو جانے پر قناعت نہ فرمائی ۔

بلکہ وعرفتہ زیادہ فرمایا۔ یعنی میرا دیکھنا ایسا نہیں کہ اجمالی طور پر اشیأ سامنے حاضر ہیں۔ اور مجمل طور پر دیکھ لیں۔ اور پہچان میں نہ آئیں۔ نہیں میں نے سب کچھ دیکھا۔ اوسان کی حقیقت، ماہیت ترکیب، سر، غرض وغایت۔ غرض ہر ایک چیز کا مجھے اکمل علم حاصل ہوا۔ اور اس کی غرض وغایت کو درجہ اتم سے پہچانا۔ میرا دیکھنا حقیقی دیکھنا ہے۔ میرا علم حقیقی علم ہے۔ نہ مجازی۔

غرض حضور اقدس بلا شبہ حاضر وناظر ہیں۔ اہل سنت کا یہی عقیدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ جل مجدہٗ فرماتا ہے۔

یَاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْا اِلَی اللّٰہِ جَمِیْعًا۔ پ ۱۸۔ نور۔ ع ۴

(اے ایمان والو! سب اللہ کی طرف توبہ کرو۔ توبہ میں قطعاً یقیناً شرع کو جلدی منظور ہے گھڑی بھر کی تاخیر منظور نہیں۔ اور نہ یہ کہ مہینے دو مہینے کے لئے اٹھا رکھی جائے۔ توبہ کا بہترین طریقہ قرآن کریم خود بیان فرماتا ہے۔

وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ جَآءُوْکَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰہَ وَاسْتَغْفَرَ لَھُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰہَ تَوَّابًا الرَّحِیْمًا۔ (پ ۵۔ نساء۔ ع ۹)

ترجمہ :- اور اگر وہ جب اپنی جانوں پر ظلم کریں۔ تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں۔ اور معافی چاہیں اور تم بھی ان کے لئے معافی چاہو۔ تو ضرور اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔

اللہ تعالیٰ ہم سے توبہ طلب کرتے ہیں۔ اور فوراً طلب کرتے ہیں۔ اور طریقہ یہ بتاتے ہیں۔ کہ محبوبؐ کے حضور حاضر ہو کر توبہ کرو۔ اگر وہ دور ہیں تو فوری توبہ کیسے ممکن۔ اور مدینہ طیبہ حاضر ہونا ہر مسلمان کو کیسے آسان۔ اور اگر گیا بھی تو "تا تریاق از عراق آوردہ شود، مار گزیدہ مردہ شود" کا مضمون نہیں نہیں۔ یہی معنی ہیں کہ وہ ہر جگہ حاضر ہیں۔ ہر مسلمان کے دل میں وہ تشریف فرما ہیں۔ ہر مسلمان کے گھر میں وہ تشریف فرما ہیں۔

ملا علی قاری شرح شفائے امام قاضی عیاض میں اس مسئلہ کی دلیل میں کہ جب کسی تنہا مکان میں جاؤ۔ جہاں کوئی نہ ہو۔ یوں کہو۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ۔ فرماتے ہیں۔

لِاَنَّ رُوْحَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَاضِرَۃٌ فِیْ بُیُوْتِ اَھْلِ الْاِسْلَامِ ط

ترجمہ:۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح مطہر تمام مسلمانوں کے گھروں میں حاضر ہے یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے نور نبوت کے ساتھ ہر مقام اور ہر زمان اور ہر مکان میں حاضر و ناظر ہیں۔

تحقیق لفظ "سلام"

وحضو فی قلبك النبی صلی اللہ علیہ وسلم وشخصہ الکریم

یعنی جس مقدار پر حضور کے روح مطہرہ وصورت مقدسہ کو تم جانتے ہو۔ اسی مقدار پر اپنے وسعت علم کے مطابق تعظیم وتکریم کے ساتھ اپنے دل میں حاضر کرو۔ جب یہ امر استحضار تم پر متحقق ہو جائے تو فوراً حضور علیہ السلام پر بالمشافہ السلام علیک ایہا النبی کہو۔ اور یہ حضور علماء کرام کے لئے بہ نسبت عوام کے آسان ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ احوال شریفہ کو اچھی طرح جانتے ہیں۔

فیکون استحضار ھم لہ اقویٰ واثبت

تحقیق الف لام

لفظ السلام علیک میں الف لام یا تو عہد تقدیری ہے۔ تو معنے یہ ہوگا۔ ای اَلسَّلَامَۃُ مِنَ الْمَکَارِہِ۔ اور یا عہد خارجی ہے۔ اور اشارہ ہے رب تعالیٰ کے اس قول کی طرف۔

وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔ اور یا اس کے لفظ سلام مراد ہے۔ جو کہ رب تعالیٰ نے شب اسرے آپ پر فرمایا تھا۔ اور یا اس سلام سے وہ سلام مراد ہے۔ جو کہ تمام لوگ بالمشافہ ایک دوسرے کے ساتھ السلام علیکم کہتے ہیں۔ عَمَّنْ یَصْدُرُ وَعَلٰی مَنْ یَنْزِلُ۔ اسی طرح اہلسنت حضور علیہ السلام کو حاضر و ناظر جانتے ہیں۔ اور السلام علیک ایہا النبی کہتے ہیں۔ تو اس صورت میں الف لام جنسی ہوگا۔

تحقیق المقام

لفظ السلام پر رفع لایا گیا۔ نصب نہیں لایا گیا۔ یعنی السلام نہ کہا۔ کیونکہ رفع ثبوت معنے اور استقرار معنے پر دال ہے۔ اور نصب میں یہ دلالت نہیں۔ اور لفظ علیک میں ضمیر خطاب لایا گیا ضمیر غائب نہیں۔ کیونکہ جو لطافت اور لذات خطاب میں ہے۔ غیبت میں نہیں۔ اور یہ مطابقت ہے

اصحابہ کے ساتھ کہ وہ عیاناً حضورؐ کو دیکھتے تھے۔ اور سلام کہتے تھے۔ اسی وجہ سے ہمارے لئے بھی ضمیر خطاب لانا ضروری ہوا۔ کیونکہ بندہ کبھی من حیث الاطلاق انتقال کرتا ہے۔ مشاہدۂ حق سے مشاہدۂ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف۔ اور جب بالحضور متقدم ہو جائیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف۔ سَلَّمَ عَلَیْہِ وَقَالَ اَیُّھَا النَّبِیُّ خَاطَبَہٗ مَوَاجِھَۃً بِالنُّبُوَّۃِ لِاَنَّھَا فِیْ حَقِّ ذَاتِ النَّبِیِّ اَعْظَمُ وَاَشْرَفُ۔ کیونکہ حضورؐ اپنے خصائص کے ساتھ مختص ہیں۔ جو مافوق الاسباب ہیں۔ اور آپ سلام کرنے والے کے سلام کو سُنتے ہیں۔ اور جواب بھی دیتے ہیں۔ وَعَرَفَ مَا یُخَاطَبُ بِہٖ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ ذَالِکَ الْحُضُوْرِ رُؤْیَۃً مِنْ غَیْرِ حَرْفِ نِدَاءٍ یُؤْذِنُ بِبُعْدٍ لِمَا ھُوَ مِنْ حَالِ قُوَّتِہٖ صلی اللہ علیہ وسلم وَلِھٰذَا جَاءَ بِحَرْفِ الْخِطَابِ۔

الحاصل حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجنا۔ جیسے ہم کو امر کیا گیا ہے اور ہم ہر نماز میں اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ کہتے ہیں۔ اور یہ حق ترکیب ہے کہ ایسا ہی بالمشافہ حضور پر صلوٰۃ اور سلام پڑھا جائے۔ جیسے۔ سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ سے صاف ظاہر ہے۔ قلت ھٰکَذَا اخْتَارَ مَشَائِخُنَا اَھْلِ بَاطِنٍ۔ کذا رواہ القسطلانی۔ انخاف ص ۱۵۹۔ جلد ۳۔

مثلاً جیسے نمازی جب نماز سے فارغ ہوتا ہے۔ تو ہر دو جانب "السلام علیکم ورحمۃ اللہ" کرتا ہے۔ یعنی ان لوگوں پر مؤمنین، ملائکہ، کرام الکاتبین۔ مؤمنین الجن میں سے جو اس کے ساتھ نماز میں شریک ہیں۔ حالانکہ نمازی کا یہ سلام درست نہیں ہو سکتا۔ تاوقتیکہ یہ اکوان اور حاضرین سے غائب نہ ہو۔ اور رب تعالیٰ کے بین یدیہ حاضر نہ ہو۔ کیونکہ سلام میں سنت ترکیب یہ ہے۔ کہ غائب جب حاضرین کی مجلس میں داخل ہو تو السلام علیکم کہے۔ لیکن اگر وہ اس مجلس میں خود موجود ہے۔ تو کس پر سلام کہے۔ بلکہ کسی حاضر مجلس والے پر سلام کہنے سے اس کو خود شرم آئیگی۔ تو لامحالہ یہ ماننا پڑے گا۔ کہ نمازی حالتِ نماز میں تکبیر تحریمہ کے بعد دوسری حالت کی طرف انتقال کر جاتا ہے۔ اور وہ رب تعالیٰ کے بین یدیہ معراج میں کھڑا ہوتا ہے۔ اَلصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ اور اکوان اور حاضرین جماعت سے بالکلیہ غائب ہو جاتا ہے۔

فَاِذَا اَرَادَ الْفَرَاغَ مِنَ الصَّلٰوۃِ وَالْاِنْتِقَالَ مِنْ تِلْکَ الْحَالَۃِ اِلٰی حَالَۃِ الْمُشَاھَدَۃِ

الْأَكْوَانِ وَالْجَمَاعَةِ سَلَّمَ عَلَيْهِمْ سَلَامُ الْقَادِمِ لِغَيْبَةٍ عَنْهُمْ فِي صَلَاتِہٖ ۔ مجمہ

یعنے نمازی تکبیر تحریمہ کے بعد اکوان اور حاضرین سے غائب ہو جاتا ہے ۔ اور دوسری حالت کی طرف انتقال کر جاتا ہے ۔ اس لئے جو افعال اقوال اس کے لئے قبل از تکبیر تحریمہ حلال تھے ۔ حرام ہو گئے ۔ اور وہ رب تعالیٰ کے بین یدیہ ہوتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ کی ثنا و صفت کرتا ہے ۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بین یدیہ ہوتا ہے ۔ اور السلام علیک ایہا النبی کہتا ہے ۔ اور عیاناً بالمشافہ حضور اس کو جواب دیتے ہیں ۔ جب یہ نمازی نماز سے فارغ ہونے کا ارادہ کرتا ہے ۔ اور اس حالت سے مشاہدہ اکوان اور جماعت کی طرف انتقال کرتا ہے ۔ تو اہل جماعت پر السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہتا ہے ۔ کیونکہ یہ سلام قادم کا ہوا ۔ اہل مجلس پر اور یہی ہے ۔ ہمارا مدعا ۔ اور اگر یہ مدعا تسلیم نہ کیا جائے تو اہل اسلام کا قول حالتِ نماز میں السلام علیکم ورحمۃ اللہ لغو قرار پائے گا ۔ اور یہ محال ہے ۔

نتیجہ :۔ تو بدیں معنے اہلسنت حضور شافع یوم النشور واقف غیوب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو حاضر و ناظر جانتے ہیں ۔ صلی اللہ علیک یا رسول اللہ اور السلام علیک ایہا النبی کہتے ہیں ۔ کیونکہ وہ مومن مسلمان اس وقت قول میں عالم کون میں موجود نہیں ہوتا ۔ بلکہ وہ ایک اور حالت کی طرف انتقال کر جاتا ہے ۔ اور اسی حالت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بین یدیہ میں موجود ہوتا ہے ۔ اور عیاناً السلام علیک ایہا النبی کہتا ہے ۔ اور حضور اس کو سلام کا جواب بھی دیتے ہیں ۔

شعر :۔ گر نہ بیند بروز شپرہ چشم ❊ چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

اور نیز حضرت شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی قدس سرہ العزیز نے جابجا تصریح فرمائی ۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہر چیز پر حاضر و ناظر ہیں ۔

مشاہدۂ خلیل

:۔ رب العزت جل و علیٰ فرماتا ہے ۔

كَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ ۝

ترجمہ :۔ اور ایسے ہی ہم ابراہیم علیہ السلام کو آسمانوں اور زمینوں کی ساری بادشاہی دکھاتے ہیں ۔ تاکہ آپ کو عین الیقین حاصل ہو جائے ۔ (پ ۷ ۔ انعام ۔ ع ۹)

جس چیز کو اللہ تعالیٰ کی سلطنت سے خارج مانئے ۔ وہی ابراہیم سے غائب ہے لیکن کوئی

اَلْاَکْوَانِ وَالْجُمَاعَۃِ سَلَّمَ عَلَیْھِمْ سَلَامُ الْقَادِمِ لِغَیْبَۃِ عَنْھُمْ فِیْ صَلَاتِہٖ ۔ مھمہ

یعنے نمازی تکبیر تحریمہ کے بعد اکوان اور حاضرین سے غائب ہو جاتا ہے ۔ اور دوسری حالت کی طرف انتقال کر جاتا ہے ۔ اس لئے جو افعال اقوال اس کے لئے قبل از تکبیر تحریمہ حلال تھے حرام ہو گئے ۔ اور وہ رب تعالیٰ کے بین یدیہ ہوتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ کی ثنا و صفت کرتا ہے ۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بین یدیہ ہوتا ہے ۔ اور السلام علیک ایہا النبی کہتا ہے ۔ اور عیاناً بالمشافہ حضور اس کو جواب دیتے ہیں ۔ جب یہ نمازی نماز سے فارغ ہونے کا ارادہ کرتا ہے ۔ اور اس حالت سے مشاہدہ اکوان اور جماعت کی طرف انتقال کرتا ہے ۔ تو اہلِ جماعت پر السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہتا ہے ۔ کیونکہ یہ سلام قادم کا ہوا ۔ اہلِ مجلس پر اور یہی ہے ۔ ہمارا مدعا ۔ اور اگر یہ مدعا تسلیم نہ کیا جائے تو اہلِ اسلام کا قول حالتِ نماز میں السلام علیکم ورحمۃ اللہ لغو قرار پائے گا ۔ اور یہ محال ہے ۔

نتیجہ :۔ تو بدیں معنے اہلسنت حضور شافع یوم النشور واقفِ غیوب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو حاضر و ناظر جانتے ہیں ۔ صلی اللہ علیک یا رسول اللہ اور السلام علیک ایہا النبی کہتے ہیں ۔ کیونکہ وہ مومن مسلمان اس وقتِ قول میں عالمِ کون میں موجود نہیں ہوتا ۔ بلکہ وہ ایک اور حالت کی طرف انتقال کر جاتا ہے ۔ اور اسی حالت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بین یدیہ میں موجود ہوتا ہے ۔ اور عیاناً السلام علیک ایہا النبی کہتا ہے ۔ اور حضور اس کو سلام کا جواب بھی دیتے ہیں ۔

شعر :۔ گر نہ بیند بروز شپرہ چشم ❊ چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

اور نیز حضرت شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی قدس سرہٗ العزیز نے جا بجا تصریح فرمائی ۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہر چیز پر حاضر و ناظر ہیں ۔

مشاہدۂ خلیل :۔ رب العزت جل و علیٰ فرماتا ہے ۔

کَذٰلِکَ نُرِیْٓ اِبْرٰھِیْمَ مَلَکُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِیَکُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِیْنَ ۝

ترجمہ :۔ اور ایسے ہی ہم ابراہیم علیہ السلام کو آسمانوں اور زمینوں کی ساری بادشاہی دکھاتے ہیں ۔ تاکہ آپ کو عین الیقین حاصل ہو جائے ۔ (پ ۱۷ ۔ انعام ۔ ع ۹)

جس چیز کو اللہ تعالیٰ کی سلطنت سے خارج مانئے ۔ وہی ابراہیم سے غائب ہے لیکن کوئی

چیز اللہ سبحانہ، وتعالیٰ کی سلطنت سے خارج نہیں ہو سکتی۔ تو لامحالہ آسمانوں اور زمینوں میں کوئی چیز ابراہیم علیہ السلام کی نگاہ سے غائب نہیں۔

امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں۔ رب العزت نے اَرَیْنٰا نہ فرمایا۔ کہ انقطاع کا وہم پیدا ہو۔ بلکہ نُرِیْ فرمایا۔ کہ تجدّد و بقا پر دال ہو۔

مفسرین کرام اس آیت شریف کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ عرش معلےٰ سے لے کر تحت الثریٰ تک حضرت ابراہیم کو دکھائے گئے۔ مخلوق کے اعمال کی ان کو خبر دی گئی۔ اور آپ کی نظریں عرش و کرسی اور لوح و قلم تک پہنچ گئیں۔

(۱) قال مجاهد فُرِجَتْ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ فَنَظَرَ فِيْهِنَّ حَتّٰى انْتَهٰى نَظَرُهٗ اِلَى الْعَرْشِ الخ (تفسیر مدارک)

ترجمہ:- امام مجاہد نے فرمایا کہ ابراہیم کے لئے ساتوں آسمان کھولے گئے۔ اور آپ نے ساتوں آسمانوں کی اشیاء کا مشاہدہ کیا۔ حتیٰ کہ آپ کی نظر عرش تک پہنچ گئی۔ اور ساتوں زمینیں کھولی گئیں۔ اور آپ نے زمینوں کی تمام اشیاء کو دیکھ لیا۔

(۲) اِنَّ اللّٰهَ شَقَّ لَهُ السَّمٰوٰتُ حَتّٰى رَاءَ الْعَرْشَ وَالْكُرْسِيَّ وَاِلٰى حَيْثُ يَنْتَهِيْ اِلَيْهِ فَوْقِيَّةُ الْعَالَمِ الْجِسْمَانِيِّ۔

ترجمہ:- ابراہیم علیہ السلام کے لئے آسمانوں کو کھول دیا گیا۔ حتیٰ کہ آپ نے عرش و کرسی اور جہاں تک جسمانی عالم کی فوقیت ختم ہوتی ہے۔ دیکھ لیا۔ (تفسیر کبیر)

(۳) اُقِيْمَ عَلٰى صَخْرَةٍ وَكُشِفَ لَهٗ عَنِ السَّمٰوٰتِ وَكُشِفَ لَهٗ عَنِ الْاَرْضِ حَتّٰى نَظَرَ اِلٰى اَسْفَلِ الْاَرْضِيْنَ وَرَاٰى مَا فِيْهَا مِنَ الْعَجَائِبِ۔

ترجمہ:- سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو ایک پتھر پر کھڑا کیا گیا۔ اور ان کے لئے آسمان کھول دیئے گئے۔ حتیٰ کہ انہوں نے عرش و کرسی اور جو کچھ آسمان میں ہے۔ اس کو دیکھ لیا۔ اور ان کے لئے زمین کو کھولا گیا۔ انہوں نے زمین کی گہرائیوں اور جو کچھ اس میں عجائبات ہیں۔ سب کو ملاحظہ فرما لیا۔ (تفسیر خازن)

(۴) اِنَّهٗ جَلٰى لَهُ الْاَمْرَ كُلَّ شَيْءٍ سِرَّهٗ وَعَلَانِيَتَهٗ فَلَمْ يَخْفَ عَلَيْهِ شَيْءٌ مِنْ اَعْمَالِ الْخَلْقِ

حضرت ابراہیم پر ظاہر و مخفی تمام اشیاء ظاہر کی گئیں۔ تو آپ سے مخلوق کے اعمال بھی چھپے نہ رہے۔ (تفسیر ابن جریر و ابن ابی حاتم)

(۵) عجائب و بدائع آسمانہا و زمینہا از روی عرش تا تحت الثریٰ بروئے منکشف گشت یعنی حضرت ابراہیم پر آسمانوں اور زمینوں کی عجائبات و بدائع منکشف ہو گئے۔ اور عرش سے تحت الثریٰ تک کوئی چیز آپ سے پوشیدہ نہ رہی۔ (تفسیر روح البیان)

اس آیت کی تفسیر میں جو کچھ مفسرین کرام نے فرمایا۔ وہ آپ کے سامنے ہے۔ جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو ملکوت السموٰت والارض کا مشاہدہ کرایا گیا۔ اور عرش و فرش کی تمام اشیاء کو انہوں نے دیکھ لیا۔ (تاویل کی گنجائش بہت ہوتی ہے ظاہراً لفظ کذٰلک کا مشار الیہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔) یعنی ہم ایسے ہی دکھاتے ہیں۔ ابراہیم کو۔ ایسے کیا معنی۔ وہ دوسرا کون ہے۔ جس کے دکھانے سے تشبیہہ دی جا رہی ہے کہ جیسے انہیں دکھائے۔ اسی طرح ابراہیم کو دکھائے۔ ہاں۔ ہم سے سنو۔ وہ مشبہ بہ وہ اصلِ الاُصُولِ کمالات، وہ منبع جملہ بحار و انہار، وہ مرجع جملہ اضواء، و انوار، کون ہیں۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ جن کے صدقے میں اہل کمال نے کمال پایا۔ تمام فضائل و کمالاتِ انبیاء ان کے فضائل کا پرتو ہیں۔

امام اجل ابو محمد بوصیری قصیدہ بردہ میں فرماتے ہیں۔

وَكُلُّ آيٍ أَتَى الرُّسُلُ الْكِرَامُ بِهَا۔ فَإِنَّمَا اتَّصَلَتْ مِنْ نُورِهِ بِهِمِ
فَإِنَّهُ شَمْسُ فَضْلٍ هُمْ كَوَاكِبُهَا۔ يُظْهِرْنَ أَنْوَارَهَا لِلنَّاسِ فِي الظُّلَمِ

ترجمہ:۔ اور جس قدر معجزے کہ بزرگ رسولوں نے دکھائے۔ وہ سب اُن کو حضور کے نور سے حاصل ہوئے۔ کیونکہ حضور فضیلت کے آفتاب ہیں۔ اور دوسرے پیغمبر اُس آفتاب کے ستارے ہیں۔ جو اُسی آفتاب کے انوار کو لوگوں کے لئے تاریکیوں میں ظاہر کرتے رہے ہیں۔

تشریح:۔ اللہ تعالےٰ نے سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح انور کو پیدا کیا۔ اور اسے خلعت نبوت سے سرفراز فرمایا۔ پھر اور ارواحوں کو پیدا کیا۔ اور

انبیائے کرام علیہم السلام کی روحوں کو حکم دیا۔ کہ آپ پر ایمان لائیں۔ اور ان سے آپ کے اتباع
کا عہد لیا۔ اگر آپ کے زمانے کو پائیں۔ جیساکہ قرآن مجید (آل عمران ۔ ع ۹) میں مذکور ہے
جب پیغمبروں کی رُوحوں نے باری تعالیٰ کے ارشاد کی تعمیل کی۔ تو حضور کا نُورِ روحانی اُن پر
چمکا۔ اور ان میں معجزات کے ظاہر کرنے کی استعداد پیدا ہو گئی۔ اس طرح دنیا میں ہر پیغمبر کے
معجزات حضور ہی کے نُور کے فیضان سے ظہور میں آئے۔

کیونکہ حضور علوم و کمالات کے آسمان کے آفتاب ہیں۔ اور دیگر انبیائے کرام اُس
آفتاب کے انوار کو لوگوں کے لئے ظاہر کرتے رہے ہیں۔ جس طرح ستارے بالذات روشن
نہیں۔ بلکہ آفتاب سے نُور حاصل کرتے ہیں۔ اور آفتاب کی عدم موجودگی میں آفتاب کے نُور کو
ظاہر کرتے ہیں۔ اسی طرح دیگر انبیاء کرام دُنیا میں حضور کی تشریف آوری سے پہلے آپ ہی
کے فضل کو جہالتوں، گمراہیوں کی تاریکیوں میں لوگوں کے لئے ظاہر فرماتے رہے ہیں۔ جو فضائل و
کمالات ان کے ہاتھ پر اس دنیا میں ظہور میں آئے۔ وہ سب آپ ہی کے نور کے فیضان سے تھے

نتیجہ :۔ تو یہ نظرِ محیط کہ تمام ملکوت السمٰوات والارض کو عام ہے۔ (ابراہیم نے کس سے پائی۔)
حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے۔ ان کی نظرِ محیط کی تصویر ہے۔ تصویر ذوالصورۃ کے
مشابہ ہوتی ہے۔ اُس مشابہت کو تو اللہ جلّ وعزّ فرماتے ہیں۔ کذالک نوری ابراھیم۔ جب حضرت
ابراہیم پر عرش معلّٰے سے لے کر تحت الثرےٰ تک کوئی چیز مخفی نہ رہی۔ تو عرش میں لوحِ محفوظ داخل ہے
اور لوح محفوظ میں کیا ہے۔

رب العزت فرماتا ہے۔

وَلَا رَطْبٍ وَّلَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ۝

ترجمہ :۔ (خشک وتر کوئی چیز ایسی نہیں جو لوح محفوظ میں نہ لکھی گئی ہو۔) اور لوح محفوظ میں
علم ما کان وما یکون بھی مندرج ہے۔ اور حضرت ابراہیم اس کے بھی عالم ہیں۔ اور حضور سرورِ کائنات تمام
عالم سے افضل ہیں۔ اور تمام انبیائے کرام سے حضور کا علم اور مشاہدہ زیادہ ہے۔ جب ابراہیم علیہ السلام
کے علم و رویت کا یہ حال ہے۔ تو اس سے اندازہ لگا لیجئے کہ سید المرسلین علیہ الصلوٰت والتسلیم کا علم
اور رویت اور مشاہدہ کتنا زیادہ ہوگا۔

چونکہ علم آدم وعلم ابراہیم حضور کے علم کا ایک قطرہ ہے۔ تو معلوم ہُوا کہ یہ مشاہدہ جو ابراہیم کو کرایا گیا تھا۔ اور وہ قوتِ بصیرت جو آپ کو دی گئی تھی۔ ہمارے نبی کی بصیرت اور علم کا ایک قطرہ تھا۔ حضرت ابراہیم کے لئے ملکوتِ السمٰوٰتِ والارضین ظاہر و روشن ہیں۔ ان کی نظریں عرش و کرسی، لوح، قلم تک پہنچتی ہیں۔ تو حضورِ اقدس سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم و رویت اور مشاہدہ کا اندازہ لگانا یہاں سے بخوبی معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ کما قال حسانؓ۔

وَشَقَّ لَهُ مِنْ اِسْمِهٖ لِيُجِلَّهٗ ؎ فَذُو الْعَرْشِ مَحْمُوْدٌ وَّهٰذَا مُحَمَّدٌ

کما قال حافظ شیرازی۔

فیض روح القدس ار باز مدد فرماید ؎ دیگران ہم بکنند آنچہ مسیحا مے کرد

اور نیز حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ "دُرُّ الثَّمِیْن فی مبشرات سید المرسلین" میں تحریر فرماتے ہیں۔

"کہ میرے والد فرماتے تھے۔ کہ میں نے اپنے استاد قاری عبد اللہ سے سُنا کہ میں اور میرے اُستاد قاری زاہد ایک روز قرآن کا دورہ کر رہے تھے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے آئے اور ہم سے قرآن کریم سُن کر دعا دی" پھر فرماتے تھے۔ کہ میں نے اپنی آنکھوں سے حضور کو دیکھا۔

اور نیز "انوار العارفین" میں شاہ صاحب ممدوح بعض اولیاء کے حالات میں لکھتے ہیں۔ وہ فرماتے تھے۔ کہ تمام دنیا اِس وقت ہمارے سامنے ایسی موجود ہے۔ جیسے ہاتھ کی ہتھیلی اور نیز جذب القلوب میں شیخ عبد الحق محدث دہلوی تحریر فرماتے ہیں۔

"وقصۂ سماع سعید ابن مسیّب در ایام واقعہ حرہ کہ اذان از حجرۂ شریفہ تا سہ روز کہ مردم مفارقت مسجد نبوی کردہ بودند مشہور است"

ترجمہ:۔ یعنی یہ قصہ تو مشہور ہی ہے کہ ایام حرہ میں جب بوجہ ظلم یزید لوگ مسجد نبوی کو چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ حضرت سعید بن مسیّب جو مشہور تابعی ہیں۔ فرماتے ہیں۔ کہ تین روز تک روضہ منورہ سے برابر پانچوں وقت کی اذان کی آواز آتی تھی۔

اور مدارج النبوت میں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ

"امام حجۃ الاسلام غزالی رحمۃ اللہ در کتاب خود میگوید کہ ارباب قلوب مشاہدہ مے کنند در بیداری ملائک را و ارواح انبیاء را و میشنوند از ایشاں آوازہا و اقتباس میکنند از ایشاں انوار و استفادہ میکنند۔

فائدہ :- و بدانکہ صاحب مواہب بعد از نقل اقوال مشائخ در رؤیت شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم در یقظہ بر قاعدہ علم و اقوال علماء رفتہ از شیخ بدر الدین حسن ابن الارحل نقل کردہ کہ وقوع رؤیت شریف در یقظہ مراد را صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم متواتر شدہ بداں اخبار واصل بآں علم قوی است و منتفی است ازاں شک و شبہ۔

ترجمہ :- یعنی اہل دل جاگنے کی حالت میں فرشتوں کو اور انبیاء کی روحوں کو دیکھتے ہیں۔ اور ان کی آوازیں سنتے ہیں۔ اور ان کے آنے پر فائدے حاصل کرتے ہیں۔

اور صاحب مواہب لدنیہ نے مشائخ کرام کے اقوال آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی نسبت حالتِ بیداری میں نقل کیا ہے۔ اور عالموں کے قولوں اور علمی قاعدہ کے موافق شیخ بدر الدین حسن ابن ارحل سے بھی نقل کیا ہے۔ کہ بیداری میں آنحضرت کی زیارت کرنے کی نسبت اس قدر خبریں منقول ہیں۔ کہ مرتبہ تواتر کو پہنچ گئیں۔ اور علم یقینی حاصل ہو گیا۔ اور کسی طرح کے شک و شبہ کی گنجائش نہیں رہی۔ کیونکہ

کما قال شیخ عبد الحق ؎

ہر نعمتی کہ داشت خدا شد بر و تمام ٭ ہر مرتبہ کہ بود در امکاں بر وست ختم

اور نیز روح البیان مصری جلد ۷ صفحہ ۲۳۳ پر ہے۔

وَاَنْ یُصَلِّیَ وَرَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم مَشْھُوْدٌ لَدَیْہِ کَمَا اقْتَضَیْہِ الْخِطَابُ فِیْ قَوْلِہِ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ فَاِنْ لَمْ یَکُنْ یَرَاہُ حَاضِرًا وَسَامِعًا بِصَلَاتِہٖ فَاَقَلُّ الْاَمْرِ اَنْ یَعْلَمَ اَنَّہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ یُرَا صَلَاتَہٗ مَعْرُوْضَۃً عَلَیْہِ وَاِلَّا فَھِیَ مُجَرَّدُ حَرَکَۃِ لِسَانٍ وَدَفْعِ صَوْتٍ۔

ترجمہ :- یہ کہ درود شریف پڑھتے وقت حضور کو حاضر و ناظر سمجھیں۔ جیسے کہ السلام علیک ایہا النبی سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔ لیکن اگر وہ شخص کم اعتقاد ہے۔ حضور کو حاضر سامع نہیں سمجھتا

تو کم درجہ یقین کرے۔ کہ حضور فداابی وامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے درود شریف کو جب میں پڑھتا ہوں۔ دیکھتے ہیں۔ اور میرے درود شریف کو حضور پر ملائیکۃ اللہ پیش کرتے ہیں۔ تو اگر اس درود شریف کے پڑھنے والے کا یہ اعتقاد بھی کما ینبغی صادق نہ ہو تو پھر اس پڑھنے والے کو سوائے حرکت زبان کے اور رفع صوت کے اور کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔

نیز صاحب تفسیر روح البیان صفحہ ۲۳۶ جلد ۷ بیروت پر صلوات فتح جو کہ چالیس کلمات ہیں۔ اور عند العلما نہایت مشہور و معروف ہے۔ اور جس حاجت کے لئے چالیس بامداد اخلاص سے پڑھا جائے۔ تو اللہ تعالےٰ لبعضلہ ضرور اس تالی کی مراد کی برآری فرماتا ہے۔

وشرط خواندن ایں صلوات آنست کہ حضرت پیغمبر را صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاضر بیند و مشافہہ باایشان خطاب کند۔

عارف صمدانی حضرت امیر سید علی ہمدانی نے اپنی کتاب اوراد فتحیہ میں اس درود شریف مذکورہ مشارٌ الیہ کو بتمامہا درج فرمایا ہے۔ اور اس درود شریف کے پڑھنے کا طریقہ یوں تحریر فرمایا ہے۔ کہ اس درود شریف کے پڑھنے کی شرط یہ ہے۔ کہ تالی درود شریف کے تلاوت کے وقت آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو حاضر و ناظر یقین کرے۔ اور بالمشافہ حضور علیہ السلام سے خطاب کرے۔

وَاللّٰہُ الْھَادِیْ

نیز علامہ شیخ اسماعیل حقی البروسی اپنے تفسیر روح البیان میں صفحہ ۲۸۱ جلد ۸ پر تحریر فرماتے ہیں۔

وَتَزْعَمُ اِنَّکَ جِرْمٌ صَغِیْرٌ وَفِیْکَ اِنْطَوَی الْعَالَمُ الْاَکْبَرُ۔ الخ

لیعنی

اے انسان تو گمان کرتا ہے۔ کہ تو ایک صغیر اور خورد شئی ہے۔ نہیں۔ ایسا

نہیں۔ بلکہ تجھ میں عالم کبیر تمامہا موجود ہے۔ جو کچھ مفصلاً عالم کبیر میں تحت الثریٰ سے مافوق العرش تک موجود ہے۔ وہ تمام اشیاء عالم وجود انسان میں موجود ہیں۔ مجملاً اور مرتبہ وقدرت کے لحاظ سے انسان عالم کبیر ہے۔ اور کل کائنات کو اپنے سینہ گنجینۂ کمال میں سمیٹے ہوئے ہے۔

مثلاً

چند تمثیلات پیش خدمت ہیں۔

(۱) جسم انسان کا عرش ہے۔

(۲) نفس انسانی کا کرسی ہے۔

(۳) قلب انسانی کا بیت المعمور ہے۔

(۴) لطائف قلبیہ کا لجنان ہے۔

(۵) قوائے روحانیہ مثل ملائکہ ہے۔

(۶) آنکھ، کان، ناک کے سوراخ لبسیلان، پستان، دھان، ناف مثل بروج اور سبعہ سیارہ کے ہیں۔

(۷) ہڈی مثل پہاڑ کے ہے۔

(۸) بال مثل نبات کے ہے۔

(۹) کلام مثل رعد کے ہے۔

(۱۰) آواز مثل صواعق کے ہے۔

(۱۱) آنسو مثل بارش کے ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ لاکھوں آیاتُ اللہ فِی اَنفُسِنا موجود ہے۔

فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ ۝ کما قال صائبؒ ؎

عجب تراز تو ندا ندجہاں تماشا گاہ ؛ چرا بچشم تعجب بخود نظر نکنی ،

ای زازِ نہ فلک زوجوتت عیاں ہمہ ؛ در دامن تو حاصل دریا و کانہا ہمہ

پیش تو سر بخاکِ مذلت نیادہ اند ؛ با آں علو د مرتبہ روحانیاں ہمہ

درگوش کرد خلقۂ فرمان پذیر تست ؛ خاک و ہوا و آتش و آب رواں ہمہ

حکمت :- برادرانِ اسلام! جب عرش سے لے کر تحت الثریٰ تک تمام اشیاء عالم انسان میں موجود ہیں۔ تو گویا کہ عالم اکبر اس عارف اکمل کا وجود ہوا۔ تو جیسا کہ انسان اپنے وجود میں تصرف کرتا ہے۔ اور اپنے وجود کا علم و رؤیت رکھتا ہے۔ اسی طرح تمام کائنات جو کہ حضور کے نورِ مطہر سے پیدا کی گئی ہے۔ تو بدیں معنی کائنات آپ کا وجود ہوا۔ تو اس لئے آپ اس میں تصرف فرماتے ہیں۔ اور اس کا علم و رؤیت رکھتے ہیں۔ اور اہل سنت والجماعت آپ کو بدیں معنی حاضر و ناظر جانتے ہیں۔

نکتہ ۔ روح البیان جلد ۸ صفحہ ۲۸۴ مصری پر ہے۔

اَلَا اِنَّہٗ بِکُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطٌ ۔ تحقیق اللہ تعالیٰ ہر چیز پر محیط ہے۔

فَھُوَ سُبْحَانَہٗ بِاَحَدِیَّتِہٖ جَمِیْعِ اَسْمَائِہٖ سَارٍ فِی الْمَوْجُوْدَاتِ کُلِّھَا الخ

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے جمیع اسماء کے ساتھ (حیاۃً۔ علماً۔ قدرۃً وغیرہ) تمام موجودات میں ساری ہے۔ اور اس احاطہ سے یہی سرایت مراد ہے۔

وَقَالُوا۔ کہ اس احاطہ سے مراد احاطہ ظرف کا مظروف پر نہیں۔ اور نہ احاطہ کل کا اجزا پر اور نہ احاطہ کلی کا جزئیاتوں پر۔ کیونکہ اس میں ترکیب لازم آتا ہے۔ اور ہر مرکب حادث ہوتا ہے اور جو حادث ہوتا ہے۔ وہ خدا نہیں بن سکتا۔ تو یہاں احاطہ سے مراد احاطہ ملزوم بلازمہٖ مراد ہے۔ کیونکہ تعینات لاحقہ ذاتِ مطلقہ کے لئے لوازم ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے جمیع اسماء کے ساتھ تمام موجودات میں ساری ہے۔

کما قال عارف ۔ ؎

ولے آنجا کہ فعل و صفات از خویش برخیزد ، ؛ اثر از تو کجا ماندہ کہ در آثار او بینی ،

تو یار خود شو اے عارف کہ شرکِ مطلق است اینجا ؛ کہ او را یار خود دانی و خود را یار او بینی ،

وکما قال المولیٰ الجامی ۔ ؎

جہاں مرآتِ حسن شاہد ماست ؛ فشاہد وجہہٗ فی کل ذرات

اسی لئے تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللہَ رَمٰی ۔

اے محبوب! جس وقت تم نے مٹھی بھر خاک پھینکی تھی۔ یہ تم نے نہیں پھینکی تھی۔

بلکہ اللہ نے پھینکی تھی۔

حکمت:۔ جب اللہ تبارک وتعالیٰ بجمیع اسمائہٖ تمام موجودات میں ساری ہے۔ تو انسان کامل اس کی صورت ہوا۔ جمیعًا۔

کما فی الحدیث۔

اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ آدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا فرمایا۔

اَمَّا عِنْدَ الْمُحَقِّقِیْنَ فَحَقِیْقَۃٌ لِاَنَّ الْعَالَمَ الْکَبِیْرَ بِاَسْرِہٖ صُوْرَۃُ الْحَضْرَۃِ الْاِلٰھِیَّۃِ۔

لفظ صورت کا اطلاق محققین علماء کرام کے نزدیک اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات اقدس پر حقیقت ہے۔ نہ مجازۃ۔ کیونکہ عالم کبیر باسرہٖ صورت ہے۔ ذات احدیت کے لئے اور وَالْاِنْسَانُ الْکَامِلُ صُوْرَتُہٗ جَمِیْعًا۔ یعنی انسان کامل اس کی صورت ہے جمیعًا۔

اور رب العزت فرماتا ہے۔

لَا یَسَعُنِیْ اَرْضِیْ وَلَا سَمَائِیْ بَلْ یَسَعُنِیْ قَلْبُ عَبْدٍ مُّؤْمِنٍ۔

نہ ہم رہ سکتے ہیں۔ زمین میں اور نہ آسمان میں۔ ہاں مومن بندہ کے دل میں رہ سکتے ہیں۔

اور فرماتا ہے۔

وَمَنْ اَتَانِیْ مَشْیًا اَتَیْتُہٗ ھَرْوَلَۃً

جو آہستہ آہستہ ہماری طرف آتا ہے۔ ہم دوڑ کر اس کے پاس جاتے ہیں۔

حَتّٰی لَا فَرْقَ بَیْنِیْ وَبَیْنَ عَبْدِیْ۔

تو جب وہ حضور محبوب حقیقی انسان کے قلب میں آباد ہو گیا۔ تو قلب عارف بھی لامکان ہو جائے گا۔

مولانا روم فرماتے ہیں۔

اصل ارض اللہ قلب عارف ست ❊ لامکان است و ندارد فوق و لپست

تو جب اللہ تبارک وتعالیٰ بجمیع اسمائہٖ تمام موجودات میں ساری ہوا۔

اور انسان کامل اس کی صورت ہوا۔ تو حضور اقدس سرور کائنات صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم انسان کامل عارفِ اکمل اور باقی باللہ ہیں۔ اور آپ کا اپنا وجود نہیں ہے۔ بلکہ آپ نورٌ من نور اللہ ہیں۔ اللہ جل مجدہٗ فرماتا ہے۔

قد جاء کم من اللہ نورٌ و کتابٌ مبین ۰

اسی لئے اس نور کے لعبارت، رویت، مشاہدہ اور علم کے لئے کائنات میں کوئی چیز حائل و مانع نہیں۔ تو آپ بدیں معنیٰ حاضر و ناظر ہیں۔ اور آپ ہر چیز کا علم و رویت رکھتے ہیں۔ اور اہلسنت کا یہ عقیدہ ہے۔

کیونکہ قال شیخ سعدی ۔

دوست نزدیک تر از من بمنست ۞ ویں عجب تر کہ من ازوے دُورم

اگرچہ بظاہر اس باب میں ہم نے بہت کچھ لکھا۔ امانی الحقیقت اس کا عشر عشیر بھی نہیں لکھا گیا۔

گرچہ بسیار بگفتیم دریں باب بسخن ۞ اندکے بیش نگفتیم ہنوز از بسیار

واللہ الھادی　　　اللہ ناصر کل صابر　　　وباللہ التوفیق

مسئلہ علم الغیب

وَکُلُّھُمْ مِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ مُلْتَمِسٌ ۞ غُرْفًا مِنَ الْبَحْرِ اَوْ رَشْفًا مِنَ الدِّیَمِ

وَوَاقِفُوْنَ لَدَیْہِ عِنْدَ حَدِّھِمٖ ۞ مِنْ نُقْطَۃِ الْعِلْمِ اَوْ مِنْ شَکْلَۃِ الْحِکَمِ

ترجمہ :۔ وہ سب رسول۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم سے اخذ کرنے والے ہیں۔ بمقدار ایک چلو آپ کے سمندر سے یا بمقدار ایک گھونٹ آپ کی لگاتار بارشوں سے اور وہ آپ کے آگے اپنی حد پر قائم ہیں۔ جو آپ کے علم سے ایک نقطہ یا آپ کی حکمتوں سے

ایک اعراب ہے۔

تشریح :- اللہ تعالےٰ نے سب سے پہلے محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رُوح پاک کو پیدا کیا۔ پھر اُسے خلعتِ نبوت سے سرفراز فرمایا۔ وہ روح پاک عالم ارواح میں دیگر انبیاءِ کرام علیہم السلام کی روحوں کو تعلیم دیا کرتی تھی۔ ہر ایک رُوح نے حسبِ قابلیت واستعداد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رُوح سے استفادہ علم کیا۔ کسی نے حضور کے علم کے بحرِ ذخار سے بقدر چلو کے لیا۔ اور کسی نے حضور کے فیضان کی لگاتار بارشوں سے بقدر ایک قطرہ یا گھونٹ کے لیا۔ علوم ومعارف جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی روح اقدس سے حاصل کیئے۔ اُن کی غایت ونہایت حضور کے علم کے دفتر کا فقط ایک نقطہ یا آپ کے معارف کے دفتر کا محض ایک اعراب ہے۔

صاحب تفسیر روح البیان جلد ا صفحہ ۴۰۳ مصری پر تحریر فرماتے ہیں۔

وَفِی التَّاوِیلاتِ النَّجمِیَّۃِ یَعلَمُ (محمد علیہ السلام) مَا بَینَ اَیدِیھِم (مِنَ الاُمُورِ الاَوَّلِیَاتِ قَبلَ خَلقِ اللّٰہِ الخَلاَئِقَ بِقَولِہٖ (اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُورِی) وَمَا خَلفَھُم مِنَ اَحوَالِ القِیَامَۃِ وَفَزَعِ الخَلقِ وَغَضَبِ الرَّبِّ وَطَلَبِ الشَّفَاعَۃِ مِنَ الاَنبِیَاءِ وَقَولِھِم نَفسِی نَفسِی الخ (وَلاَ یُحِیطُونَ بِشَیءٍ مِن عِلمِہٖ) یَحتَمِلُ اَن یَکُونَ الھَاءُ کِنَایَۃً عَن عَبدِہٖ عَلَیہِ السَّلاَمُ یَعنِی ھُوَ شَاھِدٌ عَلٰی اَحوَالِھِم یَعلَمُ مَا بَینَ اَیدِیھِم مِن سِیَرِھِم وَمُعَامَلاَتِھِم وَقِصَصِھِم. وَمَا خَلفَھُم مِنَ الاُمُورِ الاٰخِرَۃِ وَاَحوَالِ اَھلِ الجَنَّۃِ وَالنَّارِ وَھُم لاَ یَعلَمُونَ شَیئًا مِن مَعلُومَاتِہٖ (اِلاَّ بِمَا شَاءَ) اَن یُخبِرَھُم عَن ذَالِکَ۔ (انتہٰی)

ترجمہ :- تاویلاتِ نجمیہ میں لیعلم ما بین ایدیھم وما خلفھم کی تفسیر میں یوں تفسیر کیا ہے۔ کہ تمام مخلوقات کی پیدائش سے قبل کے جملہ حالات کو حضورؐ جانتے ہیں۔ جیسا کہ حضورؐ نے فرمایا ہے۔ کہ تمام کائنات کی آفرینش سے قبل اللہ تعالیٰ نے میرے نورِ مطہر کو پیدا کیا۔ اور بعد میں آنے والے حالات کو بھی جانتے ہیں۔ مثل اہوال قیامت، مخلوق کی گھبراہٹ۔ غضب رب العزت

مخلوق کا انبیاء کرام سے طلب شفاعت اور انبیاء کرام کا قول نفسی نفسی وغیرہ وغیرہ۔

اور ضمیر علیہ میں ھا کنایہ ہے۔ حضور کے ذات اقدس سے یعنی حضور شاہد ہیں۔ ان کے احوال پر اور جانتے ہیں۔ جو کچھ ان کی پیدائش سے قبل ہے۔ اور جو کچھ ان کے سامنے ہے۔ اور جو کچھ ان کے بعد ہے۔ ان کے معاملات سے۔ ان کے قصص سے۔ اور جو کچھ ان کے بعد امور آخرت، احوال اہل جنت و دوزخ سے ہیں۔ حضور سب کو جانتے ہیں۔ اور ان کا علم رکھتے ہیں۔ اور وہ حضور کے معلومات سے کوئی چیز بھی نہیں جانتے مگر جس چیز کی ان کو خبر دی جاوے۔

نیز صفحہ مذکورہ پر فرماتے ہیں۔ کہ ہمارے شیخ نے رسالہ رحمانیہ فی بیان کلمہ عرفانیہ میں یوں تحریر فرمایا ہے۔ کہ اولیا کا علم انبیائے کرام کے آگے سات سمندروں میں سے بمنزلہ ایک قطرہ کے ہے۔ اور انبیاء کرام کا علم ہمارے نبی محمد علیہ الصلوات والسلام کے علم سے یہی نسبت رکھتا ہے۔ اور ہمارے نبی علیہ الصلوات والسلام کا علم اللہ تعالیٰ کے علم سے یہی نسبت رکھتا ہے۔

اور نیز صاحب تفسیر روح البیان صفحہ ۳۳۲ مصری قَدْ جَاءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ - پارہ ۶ - ع ۲۴ - سورہ نساء کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں۔

"کہ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک نبی کو ایک آیت اور برہان عطا فرمائی ہے۔ تاکہ اپنی امت پر حجت قائم کرے۔ اور حضور کے وجود مبارک کو اللہ تعالیٰ نے بالکلیہ برہان بنایا۔ کیونکہ دیگر انبیاء کرام کی براہین اشیاء میں ظہور پذیر ہوتی ہیں۔ یعنی بالکلیہ ان کا وجود برہان نہیں ہوتا۔ جیسے موسیٰ علیہ السلام کا برہان عصا میں تھا۔ اور وہ پتھر جس سے بارہ چشمے پھوٹ گئے تھے۔ وغیرہما من البراہین۔ اور حضور اقدس سرور کائنات کا وجود اطہر بالکلیہ برہان ہے۔ یعنی حجت قائم کرنے کے لئے آپ کا ہر ہر عضو برہان اعظم ہے۔

مثلاً۔ آنکھوں کا برہان، جیسے حضور نے خود فرمایا۔

لَا تَسْبِقُونِي بِالرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ فَإِنِّي أَرَاكُمْ مِنْ خَلْفِي كَمَا أَرَاكُمْ مِنْ أَمَامِي۔

نہ سبقت کرو مجھ سے رکوع سجود میں۔ کیونکہ دیکھتا ہوں تم کو پشت کی طرف سے جیسا
کہ دیکھتا ہوں تم کو سامنے سے۔ یعنی میرا دیکھنا یکساں ہے۔ میں ہر جانب سے ایسا دیکھتا
ہوں۔ جیسے سامنے سے دیکھتا ہوں۔ اور برہان بصر جیسے فرمایا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے
مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی (پارہ ۲۷۔ نجم۔ ع۔۱)
(بہکی نہیں نگاہ اور حد سے نہیں بڑھی۔)
اور برہان ناک مبارک۔ جیسے حضور نے خود فرمایا۔
اِنِّیْ لَاَجِدُ نَفَسَ الرَّحْمٰنِ مِنْ قِبَلِ الْیَمَنِ۔
(میں رحمٰن کی خوشبو جانب یمن سے پاتا ہوں۔
اور برہان زبان مبارک۔ جیسے اللہ عز اسمہٗ فرماتا ہے۔
وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی۔ پ ۲۷۔ نجم۔ ع۔۱۔
اور حضور نہیں بولتے اپنی خواہش سے۔ یہ تو حکم ہے۔ جو پہنچتا ہے۔
اور ہاتھ مبارک کا برہان۔ جیسے اللہ عز شانہٗ فرماتا ہے۔
وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی۔ پ ۹۔ انفال۔ ع۔۲۔
اور تو نے نہیں پھینکی مٹھی خاک۔ جس وقت پھینکی تھی۔ لیکن اللہ نے پھینکی۔ اسی لئے
تو کنکریوں نے حضور کے دست مبارک میں تسبیح پڑھی۔

کما قال شیخ عطارؒ۔

داعی ذرات بود آں پاک ذات ⁂ در کفش تسبیح ازا گفتی حصات

اور برہان انگشت مبارک جیسے فرمایا۔ اللہ عز اسمہٗ نے۔
اِقْتَرَبَتِ السَّاعَۃُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ۔
حج کے دنوں میں آدھی رات کو کافر جمع تھے۔ انہوں نے نشانی مانگی شق قمر کی حضرت
نے کہا۔ دیکھو آسمان کی طرف۔ اور انگشت مبارک سے اشارہ فرمایا۔ چاند دو ٹکڑے
ہو گیا۔ ایک اُن سے مشرق کو گیا۔ اور دوسرا مغرب کو۔ جب سب نے اچھی طرح
دیکھ لیا۔ تو دونوں ٹکڑے آپس میں مل گئے۔

کما قیل

ماہ را انگشت او بشگافتہ ؛ مہر از فرمانش از پس تافتہ

اور برہان قلب مبارک۔

اِنَّہٗ تَنَامُ عَیْنَاہُ وَلَا یَنَامُ قَلْبُہٗ۔

حضور کی آنکھ مبارک سوتی تھی۔ دل مبارک جاگتا تھا۔

اللہ جل وعز فرماتا ہے۔

مَا کَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی۔

جھوٹ نہ دیکھا دل نے۔ جو دیکھا۔

وَقَالَ اَلَمْ نَشْرَحْ لَکَ صَدْرَکَ

کیا ہم نے نہیں کھول دیا۔ تیرا سینہ

جیسے خود حضورؐ نے فرمایا۔

اَرِنَا الْاَشْیَاءَ کَمَا ھِیَ۔

مجھ کو اشیاء کی غرض وغایت اور حقیقت کا علم عطا کیا گیا۔ اور مشاہدہ کی طاقت بخشی گئی۔ غرض حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر ہر عضو مبارک برہان اعظم اور حجت قاطع ہے۔ اور ایسی بہت سی مثالیں موجود ہیں۔ لیکن طوالت کی وجہ سے ترک کرتا ہوں۔ اسی طاقت کی وجہ سے حضور نے مافوق العرش سے بھی تجاوز کیا۔ حَتّٰی جَاوَزَ قَابَ قَوْسَیْنِ وَبَلَغَ اَوْ اَدْنٰی۔

حضور کا ہر عضو بالکلیہ برہان وحجت ہے۔ اور حجت علم ومشاہدہ اتنا بلند عطا فرمایا گیا ہے۔ کہ ماکان ومایکون کا علم ومشاہدہ رکھتے ہیں۔ اور لوح محفوظ آپ کے علم کا ایک جزو ہے۔ جیسا کہ صاحب قصیدہ بردہ فرماتے ہیں۔

فَاِنَّ مِنْ جُوْدِکَ الدُّنْیَا وَضَرَّتَھَا ؛ وَمِنْ عُلُوْمِکَ عِلْمَ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ

دنیا و آخرت آپ کی بخشش سے ہیں۔ اور لوح وقلم کا علم آپ کے علوم میں سے ہے۔ کیونکہ دونوں جہاں آپ کے طفیل وجود میں آئے ہیں۔ اور آپ موجودات پر فیضان وجود

اور ہر نعمت ظاہری و باطنی میں واسطہ ہیں۔ اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے اس قدر علم دیا ہے۔ کہ لوح و قلم کا علم آپ کے علوم کا ایک جزء ہے۔

صاحب تفسیر روح البیان صفحہ ۳۱۲ جلد ۵ مصری کہف آیت کی تفسیر میں حضرت شیخ رکن الدین علاء الدولہ سمنانی علیہ الرحمت کا ارشاد نقل فرماتے ہیں۔ کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سہ صورت است۔

(۱) یکی صورت بشری۔ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ۔

(۲) دوم صورت ملکی۔ چنانکہ فرمودہ است۔ لَسْتُ كَاَحَدِكُمْ اِنِّیْ اَبِیْتُ عِنْدَ رَبِّیْ یُطْعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِیْ۔

(۳) سوم صورت حقی۔ کما قال۔ لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ لَا یَسَعُنِیْ فِیْہِ مَلَكٌ مُّقَرَّبٌ وَّلَا نَبِیٌّ مُّرْسَلٌ۔

کہ حضور علیہ السلام کی تین صورتیں ہیں۔

(۱) صورت بشری۔ جس کا بیان آیت انما انا بشر میں ہے

(۲) صورت ملکی۔ جس کے متعلق خود حضور نے فرمایا۔ "میں تمہاری مثل نہیں ہوں۔ میں اپنے رب کے پاس رات گزارتا ہوں۔ مجھے میرا رب کھلاتا پلاتا ہے۔

(۳) صورت حقی۔ جس کے متعلق فرمایا۔ میرے لئے خدا کے پاس ایک ایسی ساعت ہے۔ جس میں نبی مرسل اور ملک مقرب کی بھی رسائی نہیں ہے۔

اسی لئے امام واسطی رحمۃ اللہ علیہ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

اَخْبَرَ اللّٰہُ بِھٰذَا الْاٰیَۃِ اِنَّ الْبَشَرِیَّۃَ فِیْ نَبِیِّہٖ عَارِیَۃٌ وَّ اِضَافِیَّۃٌ لَا حَقِیْقَۃٌ۔

اس آیت میں اللہ نے یہ خبر دی ہے۔ کہ میرے نبی کی بشریت عارضی ہے۔ عاریۃً ہے۔ اضافی ہے۔ حقیقی نہیں ہے۔

(روح البیان۔ جلد ۹۔ صفحہ ۲۱)

تشریح :- یعنی حضور سرور کائنات کی صورت اقدس بہ لباس بشریت ہیں۔ نہ کہ حقیقتاً آپ بشر ہیں۔ کیونکہ آپ کے ساتھ ہر صورت میں علیحدہ علیحدہ گفتگو فرمائی گئی ہے۔

(۱) صورت بشری میں کلمات مرکبہ سے جیسے۔ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ

(۲) اور صورت ملکی میں حروف مفردہ سے جیسے کٓهٰیٰعٓصٓ وغیرہ

(۳) اور صورت حقی میں بکلام مبہم گفتگو فرمائی گئی ہے۔ جیسے فَاَوْحٰۤی اِلٰی عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰی

حقیقت کے واضح کرنے کے لئے روشن تر الفاظ حضورؐ کی اپنی زبان مطہر سے بیان ہو چکے ہیں۔ فرماتے ہیں۔

مَنْ رَاٰنِیْ فَقَدْ رَاَی الْحَقَّ

تو اسی لئے علامہ بوصیری صاحب قصیدہ بردہ فرماتے ہیں۔

فَمَبْلَغُ الْعِلْمِ فِیْهِ اَنَّهٗ بَشَرٌ ÷ وَ اَنَّهٗ خَیْرُ خَلْقِ اللّٰهِ کُلِّهِمِ

وکما قیل :-

محمد سر وحدت ہے کوئی رمز اس کی کیا جانے ÷ شریعت میں تو بندہ ہے حقیقت میں خدا جانے

جب آپ فَقَدْ رَاَی الْحَقَّ کے لباس میں ملبوس ہیں۔ تو آپ کی حقیقت کا اور آپ کے علم و رویت کا اندازہ لگانا انسانی مقدور سے ورا ہے۔ جبرئیل جو کہ مقربین فرشتوں میں سے ہیں۔ رب العزت کی طرف سے وحی لاتا ہے۔ لیکن معنی کی خبر نہیں۔ حبیب کو ہر ہر ذرے کا علم اکمل عطا فرمایا گیا ہے۔ جبرئیل کے وحی لانے سے پہلے حضور وحی کی حقیقت و معنی پر خبردار ہوتے تھے۔ جیسے حدیث شریف میں موجود ہے۔ کہ جبرئیل علیہ السلام حبیب اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے یہ آیت شریف لائے۔ کٓهٰیٰعٓصٓ۔ تو جب جبرئیل نے کہا۔ کاف، تو حضور نے فرمایا۔ (عَلِمْتُ) پھر کہا۔ جبرئیل نے ھا۔ حضورؐ نے فرمایا۔ عَلِمْتُ پھر کہا۔ جبرئیل نے۔ یا۔ حضور نے فرمایا عَلِمْتُ پھر کہا جبرئیل نے ع۔ حضورؐ نے فرمایا عَلِمْتُ، پھر کہا جبرئیل نے ص۔ حضور نے فرمایا عَلِمْتُ تو جبرئیل نے عرض کی یا رسول اللہ کَیْفَ عَلِمْتَ مَا لَمْ اَعْلَمْ حضور جانتے ہیں۔ جبرئیل نہیں جانتے۔ اس لئے کہ حضور فرماتے ہیں میرے لئے خدا کے پاس ایک ایسی ساعت ہے۔ جس میں نبی مرسل اور ملک مقرب کی بھی رسائی نہیں ہے۔ حضور کی بشریت کا تو ہزاروں جبرئیل بھی مقابلہ نہیں کر سکتے۔

مولانا فرماتے ہیں۔

اے ہزاراں جبرئیل اندر بشر ؎ بہر حق سوئے غریباں یک نظر

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا مرتبہ افضل الخلائق بعد الانبیاء ہے۔ مگر اس کے باوجود ان سے فرمایا گیا۔ یا ابا بکر۔ لَمْ یَعْرِفْنِیْ حَقِیْقَۃً سِوَا رَبِّیْ۔ (مطالع الاسرار)

(اے ابوبکرؓ! میری حقیقت کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

معلوم ہوا۔ کہ حضور کی ذات تو ایک بڑی چیز ہے۔ صرف آپ کی ایک صفت کی حقیقت کو بھی معلوم کرنا ناممکن ہے۔

کما قیل :-

محمدؐ سے صفت پوچھو خدا کی ؎ خدا سے پوچھئے شانِ محمدؐ

حضور اقدس سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ایک مرتبہ جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے۔ حضورؐ نے فرمایا۔

یَا جِبْرِیْلُ کَمْ عُمُرُکَ مِنَ السِّنِیْنَ۔

اے جبریل۔ تمہاری عمر کتنی ہے۔ جبرائیل نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! مجھ کو پورا علم نہیں۔ لیکن اتنا ضرور یاد ہے۔ کہ جب اللہ تعالیٰ نے مجھ کو پیدا فرمایا۔ تو نور کے چار حجابوں سے پچھلی طرف میں نے ایک ستارہ دیکھا۔ نہایت حسن اور جمال میں۔ اور وہ ستارہ ستر ہزار سال کے بعد طلوع کرتا تھا۔ یعنی ظاہر ہوتا تھا۔ اور ستر ہزار سال غائب رہا کرتا تھا۔ حضورؐ میں نے اس ستارے کو بہتر ہزار مرتبہ دیکھا۔ حضور آپ خود اندازہ لگا لیجئے کہ میری کتنی عمر ہو گئی ہو گی۔ حضور نے فرمایا۔ کیا جبریلؑ تو جانتا ہے۔ وہ ستارہ کون تھا۔ جبرئیل نے عرض کی۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں تو نہیں جانتا۔ حضور نے فرمایا۔

یَا جِبْرِیْلُ وَعِزَّۃِ رَبِّیْ اَنَا ذَالِکَ الْکَوْکَبُ۔

اے جبریل! مجھے رب العزت کی قسم وہ ستارا تو میرا نور تھا۔ جو تو دیکھ رہا تھا۔

(روح البیان صفحہ ۵۴۳ جلد ۳)

اسی طرح حضرت جابرؓ سے روایت ہے۔ انہوں نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! مجھے یہ

بتائیے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے کس چیز کو پیدا فرمایا۔ حضور نے جواب دیا۔

یَا جَابِرُ اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ قَبْلَ الْاَشْیَاءِ نُوْرَ نَبِیِّکَ مِنْ نُوْرِہٖ۔

(اے جابر! اللہ نے تمام اشیاء سے قبل تیرے نبی کے نور کو اپنے نور سے پیدا فرمایا۔

(مصنف عبدالرزاق)

اللہ تعالیٰ نے کمال خلق کی طرح کمال خلقت میں بھی حضور کی مثل کسی کو پیدا نہیں کیا۔ اور نہ کرے گا۔

علامہ کمال الدین الامیری الشافعی حیٰوۃ الحیوان میں فرماتے ہیں۔

لَمْ یَخْلُقِ الرَّحْمٰنُ مِثْلَ مُحَمَّدٍ اَبَدًا وَعِلْمِیْ اَنَّہٗ لَا یَخْلُقُ

اللہ تعالیٰ نے حضور کی مثل کسی کو پیدا نہیں فرمایا۔ اور نہ پیدا فرمائے گا۔ حیٰوۃ الحیوان جزو اول ص۴۲

فوائد:۔ (۱) حدیث شریف میں من نورہ کا لفظ ہے۔ ہٖ کی ضمیر خاص ذات خدا کی طرف لوٹتی ہے۔ جس سے ثابت ہوا۔ کہ حضور کا نور اللہ کے ذاتی نور سے پیدا ہوا۔ نور صفاتی سے نہیں۔

(۲) اب رہا یہ کہ حضور کا نور اللہ کے ذاتی نور سے کیونکر اور کس کیفیت سے پیدا ہوا۔ اس کی حقیقت اللہ ہی جانتا ہے۔ ایک مسلمان کے لئے تو حدیث مذکور پر ایمان لانا ہی ضروری ہے۔

(۳) یہ کہنا کہ حضور کا نور اللہ کے نور کا جزو یا عین ہے۔ یا اللہ کے نور کا کوئی حصہ جدا ہو کر حضور کے نور میں آگیا۔ یہ سخت گمراہی اور کفر ہے۔

(۴) یہاں یہ بھی یاد رکھیئے کہ حضور کا نور اللہ کے نور سے پیدا ہوا۔ اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ حضور کا نور اور اللہ کا نور ایک ہے۔ کیونکہ مضاف اور مضاف الیہ میں مغایرت شرط ہے۔ جیسا کہ عام طور پر کہا جاتا ہے۔ روح اللہ۔ بیت اللہ۔ یہ اضافت تشریفی ہے۔ اور اس سے یہ نہیں سمجھا جاتا ہے۔ کہ خانہ کعبہ کے پتھر اللہ کی ذات کے جزو یا عین ہیں۔ بلاتمثیل یہی حال حضور کے نور کا ہے۔

(۵) اللہ کے ذاتی نور سے حضور کے نور کے پیدا ہونے کی یہ مثال دی جا سکتی

ہے۔ جیسے ایک شمع سے ہزار شمع روشن کی جائیں۔ تو ظاہر ہے۔ کہ پہلی شمع کے نور کا کوئی حصّہ جدا ہو کر دوسری شمعوں میں نہ آیا۔

(۶) علم ہیئت کا یہ مسئلہ ہے۔ کہ ستارے اور چاند اپنا ذاتی نور نہیں رکھتے۔ یہ روشن نہیں ہیں۔ سورج کے محتاج ہیں۔ سورج جب درجہ توسط میں پہنچتا ہے۔ تو یہ چاند اور ستارے سورج سے نور لے کر روشن ہو جاتے ہیں۔ یہاں بھی ذاتِ شمس نے جس پر روشنی ڈالی وہ روشن ہو گیا۔ مگر ذاتِ شمس سے نہ کچھ جدا ہوا۔ نہ اس کے نور میں کمی آئی۔ اور نہ سورج کے نور کا کوئی حصّہ منتقل ہوا۔ بلا تمثیل یہی حال حضور کے نور کا خدا کے نور سے پیدا ہونے کا ہے

(۷) علاوہ ازیں نور کا بھی جسم ہوتا ہے۔ اور اس معنی میں اللہ عزّ وجلّ کو نور کہنا کفر ہے۔ کیونکہ اللہ جسم و جسمانیت سے پاک ہے۔ مختصر یہ کہ حدیث مذکور پر ایمان لانا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے۔ خصوصاً جبکہ قرآن پاک میں بھی حضور علیہ السلام پر نور کا اطلاق ہے۔ قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتَابٌ مُّبِيْنٌ ط پ ۶۔ ع ۳۔ س مائدہ۔

(۸) جبکہ حضور کے مانند اللہ تبارک وتعالیٰ نے کسی مخلوق کو پیدا نہیں فرمایا اور نہ پیدا فرمائے گا۔ تو حضور کے علم و رویت اور مشاہدہ کا اندازہ یہاں سے بخوبی معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ جب مخلوق میں آپ کے مثل کوئی بھی پیدا نہیں ہوا۔ اور نہ پیدا ہوگا۔ تو آپ کے علم کی انتہا تک کون پہنچ سکتا ہے۔ بلکہ آپ کا علم سب پر محیط ہے۔ اور آپ کے علم کے سمندر سے سب مخلوق سیراب ہوتی ہے۔

علامہ بوصیری۔

فَاقَ النَّبِيِّيْنَ فِيْ خَلْقٍ وَّ فِيْ خُلُقٍ ÷ وَلَمْ يُدَانُوْهُ فِيْ عِلْمٍ وَّلَا كَرَمٖ

(آپ حسنِ صورت و حسنِ سیرت میں سب پیغمبروں پر سبقت لے گئے۔ وہ نہ علم میں آپ کے مرتبہ کو پہنچے نہ کرم میں۔ علاوہ ازیں آپ میں اور بھی فضائل تھے۔ جو کسی پیغمبر کو عطا نہیں ہوئے

کما قیل۔

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری ÷ جملہ ترا ہست و زیادت بر آں

(۹) جب کہ جبرائیل علیہ السلام جو کہ حامل وحی ہے۔ اللہ جلّ وعزّ کی طرف سے وحی

لانے پر مامور ہے۔ وحی حضور پر لاتا ہے۔ لیکن بموجب حدیث مذکورہ۔ اس کے لانے سے پہلے حضور کو وحی کی حقیقت اور سر کا علم ہوتا ہے۔ اور جبرائیل کو علم نہیں ہوتا۔ تو اسی بنا پر علماء اہل سنت والجماعت کا متفقہ عقیدہ ہے۔ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حبیب مجتبیٰ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ماکان وما سیکون کا کلی علم عطا فرمایا ہے

کما قال علامہ شیخ اسماعیل حقی۔

یقول الفقیر اِنّ اللہَ تعالیٰ اَعْلَمَ حَبِیْبَہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ لَیْلَۃَ الْمِعْرَاجِ جَمِیْعَ مَاکَانَ وَمَا سَیَکُوْنَ۔

فقیر کہتا ہے۔ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو شب اسرٰی ماکانَ وَمَا سَیَکُوْنَ۔ جملہ علوم بدرجہ اتم عطا فرمائے ہیں۔

وَھُوَ لَا یُنَافِی الْحَصْرَ فِی الْاٰیَۃِ لِقَوْلِہٖ تَعَالٰی فِیْ اٰیَۃٍ اُخْرٰی (فَلَا یُظْھِرُ عَلٰی غَیْبِہٖ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ۔ یعنی بہ جنابہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ)

ترجمہ:۔ اور یہ حصر کہ حضورؐ کو اللہ تعالیٰ نے جَمِیْعَ مَاکَانَ وَمَا سَیَکُوْنَ جملہ علوم عطا فرمائے ہیں۔ اس دوسری آیت مبارک سے منافی نہیں۔ جس میں یہ مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا۔ کیونکہ اس میں یہ بھی مذکور ہے۔

اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ۔

یعنی مطلع کرتا ہے۔ اپنے غیب پر بھی ان رسولوں میں سے جس کو چن لے اور مختار کرے تو اس کو جملہ علوم مَاکَانَ وَمَا سَیَکُوْنَ عطا فرما دیتا ہے۔ وہ مختار کون ہے۔ حضور اقدس سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپ کو چن لیا۔ اور مختار کر لیا۔ تو اسی لئے آپ کو جملہ علوم مَاکَانَ وَمَا سَیَکُوْنَ عطا فرما دیئے ہیں۔ (روح البیان صفحہ ۲۰۲ جلد ۴)

کما قیل۔

تو ز قرآن ای پسر ظاہر مبین	دیو آدم را نبیند جز کہ طین

و

ظاہر قرآن چو شخص آدمیت	گہ نقوشش ظاہر و جانش خفیست

نعم ما قیل :-

کار یارا بحکم راست کند ؛ او توانا ست ہر چہ خواست کند

اور نیز صاحب تفسیر روح البیان جلد ۳ صفحہ ۳۵ پر تحریر فرماتے ہیں-

(والاشارۃ اَنَّ اللہَ تَعَالیٰ اَمَرَ نَبِیَّہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَنْ یُکَلِّمَ الْکُفَّارَ عَلیٰ قَدْرِ عُقُوْلِھِمْ فَقَالَ)

یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو ارشاد فرمایا- کہ ان کفار سے- ان کی عقل کے مطابق گفتگو کرو-

فقال :-

(قُلْ لَا اَقُوْلُ لَکُمْ عِنْدِیْ خَزَائِنُ اللہِ) عَلیٰ اَنَّھَا عِنْدِیْ- وَلٰکِنْ لَّا اَقُوْلُ لَکُمْ وَھِیَ عِلْمُ حَقَائِقِ الْاَشْیَاءِ وَمَاھِیَّاتِھَا- پ ۷- انعام- ع ۵

کہ اے میرے حبیب کہ ان لوگوں کو کہو- کہ میرے پاس خزائن اللہ نہیں ہے- حالانکہ آپ کے پاس خزائن اللہ ہیں- لیکن میں تم کو نہیں کہتا- اور وہ خزائن اللہ کیا چیز ہیں- وہ علم ہے- جو حاصل ہے حضور کو حقائق اشیاء پر اور ان کے ماہیت پر یعنی اشیاء کی ترکیب- اور ان کی خلقت- اور نشو نما اور ماہیت اور غرض و غایت وغیرہ وغیرہ تمام ذرات کا علم اکمل حضور کو حاصل ہے- اللہ رب العزت کی طرف سے- اور ان خزائن میں آپ تصرف فرماتے ہیں- جیسے حضور خود فرماتے ہیں-

(اَرِنَا الْاَشْیَاءَ کَمَا ھِیَ-) (اُوْتِیْتُ جَوَامِعَ الْکَلِمِ) وَمَا اَمَرَ اللہُ تَعَالیٰ اِلَّا اَنْ قُلْ لَیْسَ عِنْدِیْ خَزَائِنُ اللہِ-

حضور فرماتے ہیں- مجھے اشیاء کی حقیقت اور ماہیت وغیرہ حالات کا علم عطا فرمایا گیا- اور میں جوامع الکلم عطا فرمایا گیا ہوں- یعنی مَا کَانَ وَمَا سَیَکُوْنُ- جملہ علوم اللہ تبارک و تعالیٰ نے مجھے عطا فرمائے ہیں- میں ہر ہر ذرے کی حقیقت اور کنہ ذاتہٖ کو جانتا ہوں تمام خزائن اللہ میں میرا تصرف ساری و جاری ہے- مثلاً غزوہ ذِیْ قَرَدْ میں حضور علیہ السلام نے ایک چشمہ پر نزول فرمایا- صحابہ نے عرض کی حضور اس

چشمہ کا نام بیسان ہے - اس کا پانی کھاری ہے - حضور نے فرمایا - نہیں - اس کا نام نعمان ہے - اس کا پانی میٹھا ہے - صحابہ کہتے ہیں - حضور نے چشمہ کا نام بدل دیا - اللہ نے پانی کا ذائقہ بدل دیا - حجۃ اللہ ص ۳۳۲ - کیونکہ

فقط اشارے سے سب کی نجات ہو کے رہے ؎ تمہارے منہ سے جو نکلے وہ بات ہو کے رہے

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے - فرماتے ہیں - کہ مجھ سے حضرت سلمان فارسیؓ نے بیان فرمایا - کہ میں ایک یہودی کا غلام تھا - یہودی نے مجھے چالیس اوقیہ سونے کے عوض آزاد کرنے کا وعدہ کیا - مجھے فکر ہوئی - کہ اتنا سونا کہاں سے لاؤں گا - آخر حضور علیہ السلام نے مجھے مرغی کے انڈے کے برابر سونا عطا کر کے فرمایا - جا اسے دے کر آزاد ہو جا - میں نے عرض کی - سرکار یہ سونا تو چالیس اوقیہ نہیں ہے - یہ سن کر حضور نے وہ سونے کا ٹکڑا میرے ہاتھ سے لے لیا - اور اس پر زبان مبارک لگا دی - اور فرمایا - کہ جا اب اسی سے تیرا قرض اتر جائے گا - سلمانؓ کہتے ہیں - کہ میں نے اسی سونے سے چالیس اوقیہ اس یہودی کو دے دیا - اور میرے پاس بھی اتنا بچ گیا -

(حجۃ اللہ علی العالمین صفحہ نمبر ۶۶۵)

اس حدیث سے معلوم ہوا - کہ حضور علیہ السلام تھوڑی سی چیز کو زیادہ فرمانے پر بھی قادر ہیں -

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے - کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا - میرے پاس خزائن ارض کی کنجیاں لائی گئیں - اور میرے ہاتھ میں رکھ دی گئیں -

بخاری شریف میں حضرت جابر ابن عبداللہ سے روایت ہے - فرماتے ہیں - کہ حضور نے فرمایا - کہ مجھے دنیا کی کنجیاں دی گئیں - جبرائیل جبری گھوڑے پر میرے پاس لائے - اور اس پر ریشمی رومال پڑا ہوا تھا - (مسند امام احمد)

اس حدیث سے معلوم ہوا - کہ دنیا کے خزانوں کی کنجیاں حضور کے دست اقدس میں ہیں - سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نوری ہاتھ مٹی کو سونا اور لوہے کو پارس بنا دیتے ہیں - ان مقدس ہاتھوں میں تبدیل اعیان و قلب ماہیت کی طاقت ہے - یہ مبارک ہاتھ ہر

شے کی حقیقت و نوعیت کو بدل دینے پر قادر ہیں۔ یہ منور ہاتھ شاخِ خرما کو تلوار بنا دیتے ہیں۔ جنگِ احد میں حضرت عبداللہ بن جحش کی تلوار ٹوٹ گئی۔ حضرت عبداللہ حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور علیہ الصلوات والسلام نے انہیں ایک کھجور کی ٹہنی عطا فرمائی۔ اور وہ عبداللہ کے ہاتھ میں تلوار بن گئی۔ (حجۃ اللہ صفحہ ۴۳۲)

برادرانِ اسلام حضور علیہ السلام نے کھجور کی ٹہنی کو تلوار بنا دیا۔ لکڑی کو لوہا کر دیا۔ شے کی حقیقت کو بدل دیا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ نے آپ کو مختار فرما دیا۔ آپ جیسے چاہتے ہیں۔ باِمرِ رب کرتے ہیں۔

حبیبِ مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مقدس ہاتھ اللہ عزوجل کی کتاب ہیں۔ ان ہاتھوں میں جنتیوں اور دوزخیوں کی فہرست ہے۔ یعنی جنتی اور دوزخی حضور علیہ السلام کی مٹھی میں ہیں۔

امام ترمذی حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت کرتے ہیں۔ کہ بزمِ صحابہ میں حضور علیہ السلام تشریف لائے۔ اور اپنے اصحابوں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔ میرا سیدھا ہاتھ خدا کی کتاب ہے۔ اس میں جنتیوں کے نام ان کے باپوں کے نام ان کے قبیلوں کے نام لکھے ہوئے ہیں۔ اور اخیر میں میزان لگا دی گئی ہے۔ اس میں کبھی کمی زیادتی نہیں ہو سکتی۔ پھر حضور علیہ السلام نے اپنے بائیں ہاتھ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔ یہ کتاب ہے اللہ کی۔ اس میں دوزخیوں کے نام ان کے قبائل اور ان کے باپوں کے نام مندرج ہیں۔ اخیر میں ان کی میزان لگا دی گئی ہے۔ ان میں کمی زیادتی نہیں ہو سکتی۔ (ترمذی۔ جلد ۲ صفحہ نمبر ۳۶)

اس حدیث سے یہ ثابت و محقق ہوا۔ کہ کون جنتی اور کون دوزخی ہے۔ ان کی کتنی تعداد ہے۔ ان کے باپوں اور قبیلوں کے نام کیا ہیں۔ یہ سب کچھ حضور علیہ السلام کو معلوم ہے۔ اور دنیا کی کوئی چیز چشمِ مصطفےٰ سے پوشیدہ نہیں ہے۔

بھلا عالم میں شے مخفی رہے اس چشمِ حق بیں سے
کہ جس نے خالقِ عالم کو بے شک بالیقیں دیکھا

آمدم بر سرِ مطلب (لیکن مجھے اللہ تبارک و تعالیٰ کا حکم محکم ہوا ہے۔ کہ اے میرے

حبیب ان لوگوں کو سوائے ان احکام کے جو آپ کو حکم ہوتا ہے - کہ ان کو بیان کرو - اور اس کی حقیقت و ماہیت سے ان کو آگاہ کرو - علاوہ بریں گفتگو - نکاتِ علمِ غیب خزائن اللہ کا ذکر ان کے ساتھ مت کرو - کیونکہ یہ لاعلم ہیں - پھر تو ہر ہر بات پر آپ کو مجبور کریں گے

کما قال حافظ شیرازی -

چو مستعد نظر نیستی وصال مجوی ؛ کہ جام جم نکند سود وقت بے بصری

قَالَ حَضْرَتُ الشَّيْخُ الْأَكْبَرُ قُدِّسَ سِرُّهُ الْاَطْهَر وَلَا تَبْذُرِ الْاَسْرَارَ یَعْنِیْ بَیَانَ الْحَقَائِقِ الَّذِیْ هُوَ غِذَا الْقَلْبِ وَالرُّوْحِ کَا سَمْرَاءِ یَعْنِیْ الْحِنْطَةِ لِلْجِسْمِ فِیْ اَرْضٍ عُمْیَانَ)

حضرت شیخ الاکبر قدس سرہٗ فرماتے ہیں - کہ اسرار و حقائق و نکاتِ علم جو کہ روح و قلب کی غذا ہیں - جیسے گندم غذا ہے جسم کے لئے - زمین شور کے اندر ضائع مت کرو - یعنی ایسے لوگوں کو جن کو ذرہ بھر بھی عقل نہ ہو - ان کی عقل پر ان کی بہیمیت غالب آگئی ہو - وہ حق کا مشاہدہ نہیں کرتے - اور نہ حق حاصل کرنا چاہتے ہیں - ایسے لوگوں سے علوم کا بیان کرنا علوم کا ضائع کرنا ہے -

کما قال سعدی قدس سرہٗ -

دریغ است با سفلہ گفتن از علوم ؛ کہ ضائع شود تخم در شور بوم

اگرچہ آپ کے پاس سب کچھ ہے - آپ کے علم اور مشاہدہ سے مکین ، مکان کوئی ذرہ بھی پوشیدہ نہیں -

کما قیل :-

ذرہ نیست در مکین و مکان ؛ کہ نبود علم تو محیط بر آں

وَلَا اَعْلَمُ الْغَيْبَ -

فَاِنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُخْبِرُ عَمَّا مَضٰى وَعَمَّا سَيَكُوْنُ بِاِعْلَامِ الْحَقِّ - وَقَدْ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَيْلَةَ الْمِعْرَاجِ (قَطْرَةٌ فِیْ حَلْقِیْ قَطْرَةً عَلِمْتُ مَا كَانَ وَمَا سَيَكُوْنُ فَمَنْ قَالَ اِنَّ نَبِیَّ اللّٰهِ لَا يَعْلَمُ الْغَيْبَ

فَقَدْ اَخْطَأَ فِیْ مَا اَصَابَ۔

کہ حضور علیہ السلام باعلام حق سبحانہٗ ماکان وما سیکون جملہ حالات و واقعات کا بالتفصیل بیان فرماتے رہے۔ اور خبر دیتے رہے جیسے حضور نے فرمایا ہے۔ کہ شب اسریٰ اللہ جل وعز نے نور کا ایک قطرہ میرے حلق مبارک میں ڈال دیا۔ تو اس قطرے سے مجھے کیا حاصل ہوا۔ عِلْمِ مَاکَانَ وَمَا سَیَکُوْنَ۔ حاصل ہوا۔

شیخ فرماتے ہیں۔ کہ صریح آیات اور احادیث سے ثابت ہوا۔ کہ اللہ جل وعز نے حضور علیہ السلام کو علم مَاکَانَ وَمَا سَیَکُوْنَ۔ عطا فرمایا ہے۔ تو پھر ان صریح آیات و حدیث کے بعد بھی اگر کوئی شخص حضور کے علم غیب کا انکار کرے۔ تو اس نے حق بات میں بہت بڑی خطائی کی۔

فقیر کہتا ہے۔ اس شخص کو فوراً توبہ کرنی چاہیئے۔ ورنہ قیامت کے روز اپنے ایمان کی خبر لے۔

کما قیل۔

محمد عربی کہ آبروئے ہر دو سرا است ؎ کسے کہ خاک درش نیست خاک بر سر او

(وَلَا اَقُوْلُ لَکُمْ اِنِّیْ مَلَکٌ) وَاِنْ کُنْتُ قَدْ عَبَرْتُ عَنْ مَقَامِ الْمَلَکِ

ترجمہ :۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں۔ مجھے اللہ جل وعز نے وہ شان و رتبہ اپنے قرب میں عطا فرمایا ہے۔ کہ جہاں تک مقربین فرشتوں کی بھی رسائی ممکن نہیں۔ اسی لئے اللہ رب العزت نے فرمایا۔ کہ اے میرے حبیب ان کو کہو کہ میں فرشتہ نہیں ہوں۔ کیونکہ آپ کا رتبہ بالاتر ہے۔ آپ کے رتبہ تک فرشتوں کا وہم و خیال بھی نہیں پہنچ سکتا۔

کما قال سعدی قدس سرہٗ :۔

شبے بر نشست از فلک بر گذشت ؎ بہ تمکین و جاہ از ملک در گذشت

چنان گرم در تیہ قربت براند ؎ کہ در سدرہ جبریل ازو باز ماند

اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰی اِلَیَّ۔ یعنی لَا اُخْبِرُکُمْ عَنْ مُقَامَاتِیْ وَ اَحْوَالِیْ عَمَّا لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ لَا یَسَعُنِیْ فِیْہِ مَلَکٌ مُقَرَّبٌ وَلَا نَبِیٌّ مُرْسَلٌ اِلَّا عَمَّا یُوْحٰی اِلَیَّ اَنْ اُخْبِرَکُمْ۔

حضور علیہ السلام فرماتے ہیں۔ کہ میں ان احوال اور مقامات اور علوم اور دقائق وغیرہ وغیرہ وحالات سے۔ جو خاص میرے اور اللہ جلّ وعز کے درمیان ہیں۔ جس میں نبی مرسل اور ملک مقرب کا ذرہ بھر دخل ممکن نہیں۔ تم کو خبر نہیں دیتا۔ کیونکہ تمہارے اندر اس کے متحمل ہونے اور سمجھنے کی طاقت نہیں۔ اگر بالفرض تم سن لو۔ تو البتہ مسلوب العقل ہو جاؤ گے۔ اسی لئے اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰۤی اِلَیَّ تمہاری ذاتوں کے معاش اور معاد کے لئے جو احکام وحالات ضروری ہیں۔ اللہ کے حکم سے وہی احکام وحالات ظاہر کرتا ہوں۔ باقی جملہ علوم جن کا مجھ سے عہد لیا گیا ہے۔ تم سے پوشیدہ رکھتا ہوں۔

وَكَيْفَ اُخْبِرُكُمْ عَمَّا اَعْمَى اللّٰهُ بَصَائِرُكُمْ عَنْهُ فَاَنَا بِهٖ بَصِيْرٌ فَلَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ؕ

حضور علیہ السلام فرماتے ہیں۔ کہ میں ان احوال اور واقعات کا تم کو کیسے خبر دے سکتا ہوں۔ حالانکہ تم ان احوال اور واقعات کے کنہٖ ذاتہٖ تک پہنچنے سے عاجز وقاصر اور اندھے ہو۔ اور میں سب کچھ دیکھ رہا ہوں۔ تو دیکھنے والا اور اندھے بالکل برابر نہیں ہو سکتے۔ میں ان احوال اور واقعات ظاہر کرنے میں سراسر تمہارے لئے نقصانات دیکھ رہا ہوں۔ اور تم ان نقصانوں سے بے خبر ہو۔ تو اسی لئے ان کے پوشیدہ رکھنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے مجھ سے عہد لیا۔

"کہ آیا ہیچ کس نے گویم وہیچ کس طاقت برداشتن آں ندار د بجز من"

خلاصہ اس تقریر کا یہ ہوا۔ کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے حبیب علیہ السلام کو علوم جمیع مَا كَانَ وَمَا يَكُوْنُ عطا فرمائے ہیں۔ اور اہل سنت والجماعت کا یہ متفقہ عقیدہ ہے۔ تفسیر روح البیان مصری جلد ۷ صفحہ نمبر ۲۰۹ پر ہے۔

وَمَا نُقِلَ مِنْ سَهْوِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِيْ بَعْضِ الْاُمُوْرِ فَهُوَ لَيْسَ كَسَهْوِ سَائِرِ الْخَلْقِ ۔

بعض امور میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے سہو کے متعلق جو نقل کیا گیا ہے تو آپ کا سہو مخلوق کی طرح نہ تھا۔ جو غفلت اور رعونت سے ہوتا ہے۔

حَاشَاہُ عَنْ ذَالِكَ بَلْ سَهْوُهٗ تَشْرِيْعٌ لِاُمَّتِهٖ

ترجمہ :۔ حضور کا درجہ بالا تر ہے۔ آپ کا سہو ہو جانا مخلوق کی طرح ممکن نہیں۔ بلکہ آپ کا سہو تشریعی یعنی امت کے سمجھانے کے لئے اور امت کی تعلیم کے لئے ہے۔

حضور علیہ السلام کا کھانا، پینا، پہننا، پھرنا، تجارت کرنا، نماز میں بھی سہو ہو جانا جیسے سہو علاوہ رکعات میں۔

جیسے ایک مرتبہ حضور علیہ السلام ظہر کی نماز ادا فرما رہے تھے۔ دو رکعت پڑھ کر آپ نے سلام پھیر دیا حضرت صدیقؓ نے عرض کی۔

"یا رسول اللہ صَلَّيْتَ رَكْعَتَيْنِ"

دو رکعت پڑھی گئی ہیں۔ پھر حضور علیہ السلام کھڑے ہوئے۔ اور دو رکعت اور ادا فرمائیں۔ آپ نے ایسا کیوں کیا۔؟ ہماری تعلیم کے لئے۔ کہ اگر ہم کو نماز میں غلطی ہو جائے۔ تو اس طریق پر سہو نکال کر نماز پوری کرو۔ نماز تمام ہو جائے گی۔ اور بعض وقت حضور علیہ السلام اور استغراق اور انجذاب کی وجہ سے بھی سہو ہو جایا کرتے تھے۔

كَانَ يَقُوْلُ كَلِّمِيْنِيْ يَا حُمَيْرَا

حاصل کلام یہ ہے۔ کہ بعض نا سمجھ حضور علیہ السلام کی شان میں گستاخی کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ حضور علیہ السلام کے پاس اگر تمام مراتب کمال موجود تھے۔ تو پھر آپ سے سہو کیوں ہوئی۔ تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ حضور علیہ السلام کا سہو وغیرہ وغیرہ افعال جو آپ کی ذات پاک سے ناشی ہو چکے ہیں۔ وہ ہماری تعلیم کے لئے تھے۔ ہمارے جیسے غفلت اور رعونت اور بشریت کے اضمحلال کی وجہ سے نہ تھے۔ اور نہ آپ سے سہو اس حالت میں ممکن تھا۔ کیونکہ آپ بشر تو ضرور ہیں۔ لیکن ہمارے جیسے بشر نہیں۔

وَلِذَا عَامَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى بِهٖ مَا لَمْ يُعَامِلْ بِغَيْرِهٖ۔

کما قیل۔

بشر ضرور ہیں مگر داخل انام نہیں
شمارہ دانہ تسبیح ہیں..... امام نہیں

کما قال حافظ شیرازیؒ۔

قطع ایں مرحلہ بے ہمرہیٔ خضر مکن ⁂ ظلماتست بترس از خطرہ گمراہی

اور بعض ناسمجھ بغض کی وجہ سے یہ بھی کہا کرتے ہیں۔ کہ اگر حضور علیہ السلام کو تمام مراتب کمال بتمامہا حاصل تھے۔ تو حضور علیہ السلام کے حرم مبارک پر یعنی عائشہ صدیقہ رضؓ پر جب منافقین نے بہتان باندھا۔ تو حضور کیوں متفکر ہوئے۔ اگر آپ کو علم غیب ہوتا تو آپ فوراً برائت عائشہ صدیقہؓ ظاہر فرما دیتے۔ معلوم ہوا کہ آپ کو علم غیب حاصل نہ تھا۔

جواب :۔ علامہ شیخ اسماعیل حقی صاحب تفسیر روح البیان صفحہ نمبر ۱۲۹ پر تحریر فرماتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کو صورت قہر میں حقیقت لطف تأدیباً و تہذیباً ظاہر فرماتا ہے۔ کیونکہ اس لطف کی وجہ سے جو صورت قہر میں ہے۔ ان کے درجات بلند ہوجاتے ہیں۔ یہاں تک کہ محبوب کے دربار میں حتّٰی لَا فَرْقَ بَیْنِیْ وَ بَیْنَ عَبْدِیْ کے مقام پر فائز ہوجاتے ہیں۔ وَ اِنَّ قِصَّۃَ الْاِفْکِ وَ اِنْ کَانَتْ فِیْ صُوْرَۃِ الْقَھْرِ اور واقعہ افک اگرچہ بظاہر حضور علیہ السلام کے حق میں عائشہ صدیقہؓ کے حق میں اور اس کے والدین کے حق میں اور جمیع صحابہ کے حق میں صورت قہر میں تھا۔ لیکن یہ ان کے لئے ابتلا اور امتحان تھا۔ جیسے سونا صاف کرنے کے لئے آگ میں ڈالنا شرط ہے۔ میل کے جل جانے کے بعد صاف و شفاف خالص سونا برآمد ہوتا ہے۔ جو کہ بازار صرافہ میں نہایت قدر و قیمت رکھتا ہے۔

اسی طرح بلا ولایت کے لئے شرط اعظم ہے۔ کیونکہ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں۔ اِنَّ اَشَدَّ النَّاسِ بَلَاءً الْاَنْبِیَاءُ ثُمَّ الْاَوْلِیَاءُ ثُمَّ الْاَمْثَلُ فَالْاَمْثَلُ۔

مخلوق خدا میں سخت ترین بلا (بطور امتحان) انبیاء کے لئے پھر اولیاء کے لئے پھر جو ان کے نقش قدم پر ہوں۔ پھر جو اُن کے نقش قدم پر ہوں۔

اور حضور علیہ السلام فرماتے ہیں۔

یُبْتَلَی الرَّجُلُ عَلٰی قَدْرِ دِیْنِہٖ۔

ترجمہ:۔ انسان اپنے محبت دینی کی مقدار پر آزمایا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نہایت غیرت والا ہے۔ اپنے محبوبوں کے دلوں پر۔ جب اپنے محبوبوں کے دلوں کو دیکھتا ہے۔ اور ان کو کسی غیر کی طرف منعطف پاتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اُن پر ایک ایسی بلاء نازل فرمادیتا ہے۔ جس کے سبب ان کے دل ایک دوسرے سے منحرف ہوجاتے ہیں۔ اور بالکلیہ اللہ تعالیٰ کی طرف مائل ہوجاتے ہیں۔

بِحَیْثُ لَا یَبْقٰی فِیْ قَلْبِہٖ اِلَّا اللہ۔

کما قال امامِ ربّانی مجدد الف ثانیؒ۔

تیغ لا در قتل غیر حق براند ٭ در نگر زاں پس کہ بعد لاچہ ماند

ماند الا اللہ باقی جملہ رفت ٭ شاد باش اے عشق شرکت سوز رفت

حضور علیہ السلام سے عرض کیا گیا۔

اَیُّ النَّاسِ اَحَبُّ اِلَیْکَ

مخلوق میں آپ کو کون زیادہ محبوب ہے۔ قال عائشہ۔ فرمایا۔ عائشہ

وَقَالَ یَا عَائِشَۃُ حُبُّکِ فِیْ قَلْبِیْ کَالْعُقْدَۃِ

اے عائشہ تیری محبت میرے دل میں عقدہ کے مانند ہے۔

اور نیز عائشہ صدیقہ نے حضور علیہ السلام کی خدمتِ اقدس میں عرض کی۔

اِنِّیْ اُحِبُّکَ وَاُحِبُّ قُرْبَکَ

(یا رسول اللہ! میں آپ کو نہایت محبوب رکھتی ہوں۔ اور آپ کے قرب کو نہایت عزیز رکھتی ہوں۔) فَاَجْرَی اللہُ تَعَالٰی حَدِیْثَ الْاِفْکِ۔ تو اللہ تعالیٰ نے بلاءِ افک نازل کیا۔ یہاں تک کہ حضور علیہ السلام نے عائشہ صدیقہ کے دل سے بالکلیہ اپنے دل کو اللہ تعالیٰ کی طرف منعطف کیا۔ تو آپ نبوت کے انتہائی درجوں سے بھی ورا تشریف فرما ہوئے

حَتّٰی وَصَلَ اِلٰی مَقَامِ لَا مَوْجُوْدَ اِلَّا اللہ

کما قیل۔

خَیَالُکَ فِیْ عَیْنِیْ وَذِکْرُکَ فِیْ قَلْبِیْ۔ فَاَیْنَ تَغِیْبُوْا

كَمَا اِنْسَلَخَتْ نَفْسُهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ صِفَاتِهَا بِالْكُلِّيَّةِ لَمْ يَبْقَ لَهٗ اَنْ يَقُوْلَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ نَفْسِیْ نَفْسِیْ وَ مِنْهَا قَالَ (اَسْلَمَ شَيْطَانِیْ عَلٰى يَدِیْ) حَتّٰى لَا يَنْطِقُ بِالْهَوٰى بَلْ هُوَ وَحْیٌ يُوْحٰى - (روح البیان صفحہ نمبر ۲۰۰)

اور حضرت عائشہ صدیقہؓ نے مرتبۂ ولایت میں اپنے دل کو اللہ تعالیٰ کی محبت کی طرف مائل کر دیا۔ یہاں تک کہ مرتبہ ولایت میں کمال تک پہنچ گئیں جب حضور علیہ السلام کی زبان مبارک سے برأت عائشہ صدیقہ نازل ہوا۔ تو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا۔

يَا عَائِشَةُ اُشْكُرِیْ رَسُوْلَ اللّٰهِ (حضور علیہ السلام کا شکر ادا کر) فَقَالَتْ لَا وَاللّٰهِ لَا اَشْكُرُ اِلَّا اللّٰهَ رُجُوْعًا مِنْهَا اِلٰى اَصْلِ التَّوْحِيْدِ -

عائشہ صدیقہ نے عرض کی۔ میں اللہ تعالیٰ جل و عز کا شکر کرتی ہوں۔ اُس وقت کمال درجۂ ولایت میں اصل توحید کی طرف مائل تھی۔ کیونکہ اُس وقت انجذاب کی حالت میں تھی۔ غیر اللہ دل میں نہیں سماتا تھا۔ اور یہ مقام اکمل عند الصحو ہے۔ اور یہ مقام بقا باللہ ہے۔

یہ مقام حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہے۔ جب نمرود نے آگ میں ڈالنے کا ارادہ کر لیا۔ جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے۔ ارشاد فرمایا۔ اگر میری ضرورت امداد ہو تو حاضر خدمت کھڑا ہوں۔ آپ جیسے ارشاد فرمائیں گے۔ ویسا ہی کروں گا۔ حضرت ابراہیم علیٰ نبینا و علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔

حَسْبِیْ مِنْ سُؤَالِیْ عِلْمُهٗ بِحَالِیْ (یعنی یہ مقام بقا باللہ ہے۔) کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف جانے کے لئے دو طریق ہیں۔

(۱) طریق اہل سلامت اور

(۲) طریق اہل ملامت

فَطَرِيْقُ اَهْلِ السَّلَامَةِ يَنْتَهِیْ اِلَى الْجَنَّةِ وَ دَرَجَاتِهَا -

طریق اہل سلامت جنت اور اس کے درجات کی طرف پہنچاتا ہے۔ کیونکہ اہل سلامت حبس وجود میں محبوس اور اس حبس وجودی کی وجہ سے ان کی انتہا جنت ہے جنت کے مراتب اور درجات پر نائز ہو کر خوشنود و خرم ہو جاتے ہیں۔

وَطَرِيْقُ اَهْلِ الْمَلَامَةِ يَنْتَهِيْ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى لِاَنَّ الْمَلَامَةَ مِفْتَاحُ بَابِ حَبْسِ الْوُجُوْدِ وَبِهَا يَذُوْبُ الْوُجُوْدُ ذَوْبَانَ الثَّلْجِ بِالشَّمْسِ فَعَلٰى قَدْرِ ذَوْبَانِ الْوُجُوْدِ يَكُوْنُ الْوُصُوْلُ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى۔

اور طریق اہل ملامت اللہ جل محمدہٗ کی ذات پاک کی طرف منتہی ہوتی ہے۔ کیونکہ ملامت حبس الوجود کے لئے مفتاح ہے۔ اور اس ملامت کی وجہ سے وجود پگھل جاتا ہے۔ جیسے کہ برف سورج کی حرارت سے پگھلتی ہے۔ پس وصول الی اللہ بقدر ذوبان وجود ہے یعنی اس ملامت کی وجہ سے جتنا غم و فکر وجود پر طاری ہو۔ اور اس فکر و غم کی وجہ سے جتنا وجود پاک و صاف ہو جائے گا۔ اس مقدار پر قرب مولا پائے گا۔

قال حافظؒ

مقام عیش میسر نمے شود بے رنج ٭ بلی بحکم بلا بستہ اند حکم الست

فَاَكْرَمَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَائِشَةَ بِكَرَامَةِ الْمَلَامَةِ لِيُخْرِجَهَا بِهَا مِنْ حَبْسِ الْوُجُوْدِ بِالسَّلَامَةِ وَهٰذَا يَدُلُّ عَلٰى وَلَايَتِهَا۔

ملامت کی وجہ سے عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اللہ تعالیٰ نے بلند درجہ عطا فرمایا۔ اور اس کرامت کی وجہ سے صحیح وسالم حبس وجود سے نکال کر مقام وصل پر پہنچا دیا۔ اور اس تقریر سے ظاہر ہوگیا۔ کہ آپ ولایت کے انتہائی درجہ پر فائز تھیں۔ کیونکہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ پر احسان کرنا چاہے۔ تو اس کو ظلمات وجود سے نور قدوس کی طرف نکال لیتا ہے۔

کما قال اللہ تعالیٰ

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ

اللہ کام بنانے والا ہے۔ ایمان والوں کا۔ نکالتا ہے۔ ان کو اندھیروں سے اُجالے میں (انتہی)

قال حافظ شیرازیؒ

وفا کنیم و ملامت کشیم و خوش باشیم ٭ کہ در طریقت ما کافریست رنجیدن

وقال مولیٰ الجامی قدس سرہٗ :-

عشق در ہر دل کہ سازد بہرور دت خانۂ ❊ اول از سنگ ملامت افگند بنیاد او

حاصل کلام یہ ہوا۔ کہ حضور اقدس سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو واقعہ کا صدق و کذب تمام معلوم تھا۔ لیکن بحکم اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰی اِلَیَّ آپ نے ظاہر نہ فرمایا۔ کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ کو یہاں دو باتیں منظور تھیں۔ ایک عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو مقام ولایت میں انتہائی درجہ تک پہنچانا۔ دوسری منافقین کو مومنین کاملین سے امتیاز کرانا اور ضعیف الایمان والوں کو تہدید کرانا۔ تو اسی وجہ سے حضور نے ظاہر نہ فرمایا۔

حضور علیہ السلام کو علم تھا۔ اور یقیناً علم تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جمیع ماکان و مایکون کا علم عطا فرمایا ہے۔ جبکہ اس واقعہ کا علم ظاہر فرمانے سے پہلے آپ کے غلاموں کو بدرجہ اتم حاصل تھا۔ تو آپ کا ذکر ہی کیا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو آپ کے مانند پیدا ہی نہیں کیا۔ اور نہ کرے گا۔

صاحب تفسیر روح البیان مصری جلد ۶ صفحہ ۱۲۵ پر کتاب الاشارات للفخر الرازی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل فرماتے ہیں۔

ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ اس واقعہ کے بعد اکثر اوقات حضور علیہ السلام حجرہ اقدس کے اندر تشریف فرما ہوا کرتے تھے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔ عرض کی۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ ہماری والدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پاک ہیں۔ یہ تہمت منافقین نے آپ کو رنجیدہ کرنے کی غرض سے لگائی ہے۔ آپ رنجیدہ خاطر نہ ہوں۔ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔ کس دلیل سے۔ فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کی۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ مکھی آپ کے جسم اطہر پر نہیں بیٹھتی۔ کیونکہ مکھی قاذورات پر بیٹھتی ہے۔

فَاِذَا کَانَ صَانَ اللّٰہُ بَدَنَکَ فَکَیْفَ بِاَھْلِکَ۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے بدن مبارک کو بچا لیا۔ اور مکھی کو حکم ہوا۔ کہ آپ کے بدن مبارک پر نہ بیٹھے۔ کیونکہ یہ گندہ ہوتا ہے تو پھر آپ کے اہل کو کیسے گندہ کر سکتا ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ آپ کے جسم اطہر کو گندگی سے بچاتا

ہے۔ اسی طرح آپ کے اہل کو بھی گندگی سے بچاتا ہے۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضورؐ کے پاس تشریف لائے۔ عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری والدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی عنہا پاک ہیں۔ اور یہ تہمت منافقین نے آپ کو رنجیدہ کرنے کی غرض سے لگائی ہے۔ آپ رنجیدہ خاطر نہ ہوں۔

حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔ کس دلیل سے۔ عثمان نے عرض کی۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کے سایہ مبارک کو اللہ تعالیٰ نے سورج اور چاند میں معدوم فرمایا۔ آپ کے رفعت شان کی وجہ سے۔ تاکہ قدموں میں روندا نہ جاوے۔ اور گندگی پر نہ پڑے

فَاِذَا صَانَ اللّٰهُ ظِلَّكَ فَكَيْفَ بِاَهْلِكَ

تو جب اللہ تعالیٰ آپ کے سایہ مبارک کو گندگی سے بچاتا ہے۔ اور پیروں میں روندنے سے بچاتا ہے۔ تو آپ کے اہل کو کیسے گندہ کر سکتا ہے۔

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ حاضر خدمت ہوئے اور مذکورہ بالا گفتگو حضور اور حضرت علیؓ کے مابین میں ہوئی۔ حضورؐ نے فرمایا۔ کس دلیل سے۔ حضرت علیؓ نے عرض کی۔

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ایک دن ہم آپ کے ساتھ نماز ادا کر رہے تھے۔ اور آپ جوتیوں کے ساتھ نماز ادا فرما رہے تھے بحالت نماز میں آپ کے ایک جوتی مبارک کو اتار دیا۔ ہم نے خیال کیا۔ کہ یہ فعل ہمارے لئے سنت ہوا۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ نہیں۔ بلکہ حضرت جبرئیلؑ آئے۔ اور کہا۔ کہ حضور اس جوتہ مبارک میں نجاست لگی ہے۔ اس لئے میں نے نکال دیا" حضور فَاِذَا كَانَ لَا تَكُوْنَ النَّجَاسَةُ بِنَعْلَيْكَ فَكَيْفَ بِاَهْلِكَ

تو جب اللہ تعالیٰ آپ کے جوتہ مبارک میں نجاست پسند نہیں کرتا۔ تو آپ کے اہل میں کیسے پسند کر سکتا ہے۔

فَسَتَرَ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِذٰلِكَ۔ حضور نے ان کو اس بھید کے مخفی رکھنے کا حکم دیا۔ اور خود آپ نے بھی مخفی رکھا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مومنین اور منافقین میں امتیاز فرمایا۔ امام فخر الرازی کے ارشاد سے ثابت و متحقق ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کے غلاموں کو اتنا علم عطا فرمایا ہے۔ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اعلام سے رموز غیب کو جانتے ہیں۔

تو حضور علیہ السلام کا علم کتنا ہوگا۔ اسی علم و عرفان کی وجہ سے تو حضور علیہ السلام نے مافوق العرش سے بھی تجاوز کیا۔ یہاں تک کہ جبرئیل علیہ السلام سدرۃ المنتہیٰ میں رہ گئے۔ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔

أَفِي مِثْلِ هٰذَا الْمَقَامِ يَتْرُكُ الْخَلِيلُ خَلِيلَهُ

کیا دوست اپنے دوست کو منزل مقصود سے پہلے راستہ میں چھوڑ دیتا ہے۔

حضرت جبرئیل نے عرض کی۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

لَوْ تَجَاوَزْتُ لَاحْتَرَقْتُ بِالنُّورِ وَفِي رِوَايَةٍ لَوْ دَنَوْتُ اُنْمِلَةً لَاحْتَرَقْتُ۔

(حضور اگر میں اس مقام سے تجاوز کروں گا۔ تو البتہ نور کے پرتو سے جل جاؤں گا۔ یا ایک انگشت کے برابر پرواز کروں گا۔ تو البتہ جل جاؤں گا۔

کما قال شیخ سعدی قدس سرہٗ :۔

چناں گرم در تیہ قربت براند ⁂ کہ در سدرہ جبرئیل ازو باز ماند

بدو گفت سالار بیت الحرام ⁂ کہ اے حامل وحی برتر خرام

چو در دوستی مخلصم یافتی ⁂ عنانم ز صحبت چرا تافتی

بگفتا فراتر مجالم نماند ⁂ بماندم کہ نیروی بالم نماند

اگر یک سر موئے برتر پرم ⁂ فروغ تجلی بسوزد پرم

عزیزان اسلام۔ یہ وہی جبرئیل ہے۔ جس کے متعلق گستاخان بارگاہ نبوت کہتے ہیں۔ جبرئیل کے علم پر تو نص قطعی موجود ہے۔ حضور کے علم پر نہیں۔ حالانکہ امر واقع یہ ہے۔ کہ جبرئیل علیہ السلام حضور علیہ السلام کے غلاموں میں سے ہیں۔ جبرئیل کے علوم و کمالات حضور علیہ السلام کے علوم و کمالات کے مقابلہ میں ایک قطرہ ہے سات سمندروں میں سے بس یہی وجہ ہے۔ کہ جب کسی اولو العزم پیغمبر کو کسی قسم کی مشکل پیش آئی۔ تو فوراً جبرئیل علیہ السلام حاضر خدمت ہو جاتے۔ ارشاد فرماتے۔ اگر کوئی ضرورت ہو تو امداد کروں۔ لیکن سردار انبیاء سرکار ابد القرار حضور علیہ السلام کسی کی امداد کے محتاج نہیں۔ بلکہ تمام مخلوقات اولین اور

آخرین آپ کے نگاہ کرم کے محتاج ہیں۔ کیونکہ آپ رحمت للعالمین ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جبرئیل سے ارشاد فرماتے ہیں۔

یَا جِبْرِیْلُ ھَلْ لَکَ مِنْ حَاجَۃٍ اِلٰی رَبِّکَ

اے جبرئیل! میں اللہ تعالیٰ کے قرب میں جا رہا ہوں۔ بلا کیف گفتگو ہوگی۔ اگر تجھے کچھ حاجت ہو تو بیان کر تاکہ اللہ تعالیٰ کے دربار اقدس میں تیرے لئے [illegible]رش کروں۔ اور تیری دلی تمنا کو اللہ تعالیٰ سے منظور کرالوں۔

فَقَالَ یَا مُحَمَّدُ سَلِ اللّٰہَ لِیْ اَنْ اَبْسُطَ جَنَاحِیْ عَلَی الصِّرَاطِ لِاُمَّتِکَ حَتّٰی یَجُوْزُوْا عَلَیْہِ۔

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے دربار اقدس میں میرے لئے یہ عاجزی پیش کرو کہ قیامت کے روز جب آپ کے اُمتی پل صراط پر سے گزریں گے۔ تو مجھے اجازت عطا فرمائی جاوے۔ تاکہ پل صراط پر اپنے پروں کو بچھا دوں۔ اور آپ کے امتی میرے پروں پر سے گذریں۔ حضور بس یہی تمنا ہے۔

نکتہ :۔

جبرئیل نے ہمارے ساتھ اتنی محبت کیوں ظاہر کی۔ اس لئے کہ یہ قانون ہے۔ کہ اگر کسی کا دل اپنی طرف منعطف کرنا ہو۔ اس کو اپنا شفیع اور مدد گار بنانا ہو تو اس کے محبوب کی خاطر تواضع کرتا ہے۔ اور اس کی خدمت کے لئے ہر وقت دست بستہ کھڑا رہتا ہے۔ جبرئیل کو علم تھا۔ کہ حضور علیہ السلام کو اپنی امت کے ساتھ نہایت محبت ہے۔ تو امت کی خدمت کے لئے اپنے وجود کو پیش کر دیا۔ تاکہ حضور سرکار ابد القرار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مجھ سے راضی ہو جاویں۔ حضور کی رضا میں اللہ کی رضا ہے۔

یہ ہے شان مصطفٰے علیہ التحیۃ والثناء کہ جبرئیل بھی سوائے نگاہ رحم و کرم کے چارہ نہیں رکھتے۔ (روح البیان مصری صہ ۱۲۱۔ جلد ۵۔

کما قال حافظ شیرازیؒ۔

فقیر و خستہ بدرگاہت آمدم رحمی ⁂ کہ جز دعای توام نیست ہیچ دست آویز

سوال:- بعض ناسمجھ یہ کہا کرتے ہیں۔ کہ اگر اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو علم اوّلین وآخرین عطا فرمایا ہے۔ تو جب حضور شب اسریٰ مقام قرب سے تشریف لا رہے تھے اور اللہ تعالیٰ نے پچاس نماز فرض فرمائی تھیں۔ تو جب حضرت موسےٰ نے عرض کی۔ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اُمت کے لئے کیا تحفہ دیا۔ حضور نے ارشاد فرمایا۔ پچاس نماز شب و روز میں اللہ کے لئے ادا کرنا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔ جاؤ اللہ سے تخفیف کا سوال کرو۔ آپ کی امت اتنا بوجھ نہیں اُٹھا سکتی۔ حضور علیہ السلام اللہ جل مجدہٗ اور موسیٰ علیہ السلام کے مابین میں آتے جاتے رہے۔ یہاں تک کہ پانچ نمازیں رہ گئیں۔ تو اگر حضور علیہ السلام کو علم ہوتا۔ تو وہیں سے معاف کرا لیتے۔ معلوم ہوا۔ کہ حضور کو علم نہ تھا۔

جواب:- تقدیر دو قسم ہوتا ہے۔ ایک معلق اور دوسری مُبرم۔

معلق:- وہ ہوتی ہے۔ کہ جس میں اللہ تعالیٰ نے یہ لکھا ہو کہ اس کام کے لئے اگر فلاں ترکیب سے اتنی مرتبہ التجا ہو جائے۔ تو یہ کام کل یا بعض ہو جائے گا۔

مُبرم:- وہ ہوتا ہے۔ کہ جس میں یہ لکھا ہو کہ یہ حکم ایسا ہی رہے گا۔ اس میں تغیر و تبدل نہیں ہوگا۔

اس واقعہ میں دونوں تقدیر تھے۔ حضورؐ کو معلوم تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ایسا لکھا ہوا ہے۔ کہ میرا محبوب ۹ مرتبہ لوٹ کر واپس آ کر التجا کرے گا۔ تو میں ان کی خاطر اس بوجھ کو کم فرماؤں گا۔ اسی لئے حضورؐ نے وہاں عطا کے وقت التجا نہ کی۔ اور اس حکم کے مطابق جو ازل سے ثبت ہو چکا تھا حضور علیہ السلام اللہ تعالیٰ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مابین آتے جاتے رہے۔ یہاں تک کہ پانچ نمازیں باقی رہ گئیں۔

پانچ رہنے پر بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اصرار کیا۔ کہ حضور ان کو بھی معاف کرا لیجئے۔ آپ اصرار کیوں فرماتے رہے۔ اس لئے کہ آپ کو علم نہ تھا۔ کہ اب یہ نمازیں پانچ سے کم نہیں ہوں گی۔ کیونکہ انبیاء کا علم حضورؐ کے علم کے مقابلہ میں ایک قطرہ ہے

سات سمندروں میں سے۔ اور حضور علیہ السلام کو کامل علم تھا۔ کہ اب یہ تقدیر مبرم ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے کم نہیں فرمائے گا۔ یعنی

فَلَا اَرْجِعُ فَاِنْ رَجَعْتُ كُنْتُ غَيْرَ رَاضٍ وَلَا مُسْلِمٍ وَلٰكِنْ اَرْضٰى بِمَا قَضَى اللّٰهُ۔

(حضور علیہ السلام نے حضرت موسےٰؑ سے ارشاد فرمایا۔ کہ اب میں اللہ تعالیٰ کے دربار اقدس میں نہیں جاؤں گا۔ کیونکہ اگر میں اب بھی تخفیف کے لئے چلا جاؤں گا۔ تو میں قضائے الٰہی پر راضی نہیں ہوں گا۔ اور اللہ کے حکم سے نافرمانی کروں گا۔ اس لئے میں اللہ تعالیٰ کی قضا پر راضی ہوں۔ اور میں نے اپنا اور اپنی اُمّت کا امر اللہ تعالےٰ کے سپرد کر دیا ہے۔

حاصل کلام یہ ہوا کہ حضور کو اللہ تعالےٰ نے ماکان وما سیکون جملہ علوم عطا فرمائے ہیں۔ اور نگاہ نبوت سے عالم کا کوئی ذرہ پوشیدہ نہیں۔

(روح البیان مصری۔ صفحہ نمبر ۱۲۳۔ جلد ۵)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ شب اسریٰ اللہ تعالےٰ نے مجھ کو اپنی ذات پاک کی طرف اتنا قریب فرمایا۔ کہ میں ثُمَّ دَنٰى فَتَدَلّٰى فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى کے مقام پر پہنچ گیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے مجھ سے گفتگو فرمائی۔ لیکن مجھ میں طاقت نہ ہوئی۔ کہ میں اللہ تعالیٰ کو جواب دے سکوں۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنے ید قدرت کو بے تکیف و بے تحدید میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھا اس دست قدرت کے رکھنے سے مجھ کو کیا حاصل ہوا۔

فَاَوْرَثَنِىْ عِلْمَ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ وَعَلَّمَنِىْ عُلُوْمًا شَتّٰى۔)

ترجمہ:۔ (اللہ تعالیٰ نے مجھ کو علم اولین و آخرین اور دیگر انواع علوم عطا فرمائے۔)

"ازاں جملہ علمی بود کہ عہد گرفت از من کتمان آں را و علمی بود کہ عہد گرفت از من در پوشیدن داشتن کہ ہیچ کس نمی گویم و ہیچ کس طاقت برداشتن آں ندارد بجز من و علمے

خوب تریں صورت دیگر کہ مخیر گردانید در اظہار و کتمان او و علمے بود کہ امر کرد مرا بتبلیغ آں بخاص و عام از امت من۔

(روح البیان۔ جلد ۵۔ صفحہ نمبر ۱۲۲۔)

وقال صلی اللہ علیہ وسلم لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلاً وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيْراً۔ یعنی جو کچھ میں جانتا ہوں۔ اگر تم کو ان احوال اور واقعات کا علم ہو جاوے تو البتہ بالکل ہنسنا چھوڑ دو۔ اور عمر تمہاری رونے میں ختم ہو جاوے۔

قال امام غزالی۔

فليت شعری ذالك سِرًّا مَنَعَ مِنْ اَفْشَائِهٖ لِقُصُوْرِ الْاَفْهَامِ، عَنْ اِدْرَاكِهٖ۔

یعنی یقیناً اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کو اسرار ربوبیت سے مطلع فرمایا۔ لیکن آپ کو مخلوق کی ناسمجھی اور قصور افہام عن درکہ کی وجہ سے ان اسرار کے ظاہر کرنے سے منع فرمایا گیا ہے۔

(اتحاف السادت المتقین علی شرح احیاء العلوم الدین الامام غزالی صفحہ ۶۲۔ جلد ۲)

وَقال ابو ھریرۃ حَفِظْتُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم وِعَائَيْنِ فَاَمَّا اَحَدُهُمَا فَبَثَثْتُهٗ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَلَوْ بَثَثْتُهٗ قُطِعَ هٰذَا الْبُلْعُوْمُ

یعنی میں نے حضور علیہ السلام سے دو ایسے علم حاصل کیے ہیں۔ ان دونوں علموں میں سے ایک علم کا تبلیغ کرتا ہوں۔ اور اگر دوسرے علم کے نکات ظاہر کروں۔ تو البتہ لوگ میری گردن کو کاٹ دیں۔ کیونکہ لوگ اس کے فہم سے قاصر ہیں۔ اس لئے میں ظاہر نہیں کرتا۔ (حوالہ مذکور صفحہ مذکور)

وقال ابن عباسؓ فی قولہ عز وجل اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ حتی لَوْ ذَكَرْتُ تَفْسِيْرَهٗ لَرَجَمْتُمُوْنِیْ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ کہ اس آیت مبارک کی حقیقت اور

کہ اگر میں ظاہر کروں۔ تو لوگ مجھے رجم کریں۔ یا مجھے کافر کہیں۔ کیونکہ جو اسرار و عجائبات قدرت جو کہ زمینوں میں ہیں۔ اور اس کا علم مجھے دیا گیا ہے۔ اگر ان اسرار اور عجائبات کو ظاہر کروں۔ تو تم ان اسرار سے انکار کرو گے۔ اور خسران میں پڑ جاؤ گے۔ حالانکہ تمہاری عقول اس کے درک سے قاصر ہیں۔ اور تم اس کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ اس لئے میں ظاہر نہیں کرتا۔

(حوالہ مذکور صفحہ مذکورہ)

وقال صلی اللہ علیہ وسلم مَا فَضَلَكُمْ اَبُوْ بَكْرٍ بِكَثْرَتِ صَلَاةٍ وَلَا صِيَامٍ وَلٰكِنْ لِشَيْءٍ وَقَرَ فِيْ صَدْرِهٖ۔

یعنی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے کثرت صلاۃ و صیام کی وجہ سے مخلوق پر فضیلت نہیں دی۔ مگر ان کی فضیلت انبیاء کے بعد تمام مخلوق پر ان اسرار، حقائق اور علوم کی وجہ سے ہے۔ جو ان کے سینہ میں امانت موجود ہیں۔ (حوالہ مذکور صفحہ مذکورہ)

وقال علی کرم اللہ وجہہ وَاَشَارَ اِلٰی صَدْرِهٖ اِنَّ هٰهُنَا عُلُوْمًا جَمَّةً لَوْ وَجَدْتُ لَهَا حَمَلَةً۔

یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے سینہ مبارک کو اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ یہاں کثیر علوم ہیں۔ لیکن اس کے فہم اور تحمل سے لوگ قاصر ہیں۔ اگر ان علوم کے سمجھنے والا کوئی ہوتا۔ تو میں ان کو بیان کرتا۔ لیکن چونکہ اس کے سمجھنے والا کوئی نہیں ملتا۔ اس لئے ظاہر نہیں کرتا۔ (اتحاف السادات المتقین علی شرح احیاء علوم الدین صفحہ ۱۴۳ جلد ا)

وقال عیسیٰ علیہ السلام لَا تُعَلِّقُوا الْجَوَاهِرَ فِيْ اَعْنَاقِ الْخَنَازِيْرِ۔

یعنی فرمایا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہ جواہر یعنی علوم باطن نا اہل کے سامنے بالکل بیان نہیں کرنا چاہیے۔ کیونکہ فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ ہر ایک چیز کی اللہ کے دربار میں حرمت ہوتی ہے۔ اور تمام اشیاء سے عظیم حرمت حکمت (یعنی علوم) کی ہے۔ تو جس شخص نے حکمت کو غیر اہل میں ظاہر کیا۔ تو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز باز پرس فرمائے گا۔ (اور جس شخص سے سوال ہوا۔ وہ ہلاک ہوا۔)

(حوالہ مذکور ص۱۴۳۔ جلد ا)

وَقَالَ سَهلُ التُّستَرِی رَضِیَ اللّٰہُ عَنہُ لِلعَالِمِ ثَلَاثَۃُ عُلُومٍ ۔ عِلمٌ ظَاہِرٌ یَبذُلُہٗ لِاَھلِ الظَّاہِرِ وَعِلمٌ بَاطِنٌ لَایَسَعُہٗ اِظہَارُہٗ اِلَّا لِاَھلِہٖ وَعِلمٌ ھُوَ بَینَہٗ وَبَینَ اللّٰہِ تَعَالٰی لَایُظہِرُہٗ لِاَحَدٍ۔

یعنی حضرت سہل تستری فرماتے ہیں ۔ عالم کے لئے تین قسم کے علم ہیں۔

اوّل :۔ علم ظاہر ۔ جس کا تبلیغ کیا جاتا ہے ۔ اور اہل ظواہر کو اس سے نفع پہنچایا جاتا ہے ۔

دوم ۔ علم باطن ۔ اس کو اہل باطن کے سامنے ظاہر کیا جاتا ہے ۔ اہل ظاہر کا اس میں حصّہ نہیں ۔

سوم ۔ علم ایسا دقیق اور دشوار ہے ۔ کہ مخلوق میں اس کی سمجھ وادراک کا امکان نہیں ۔ وہ علم اللہ اور عالم ربانی کے درمیان ایک راز ہوتا ہے ۔ وہ کسی کے سامنے مطلقاً ظاہر نہیں کیا جاتا ۔ اور نہ ہی مخلوق میں کسی کو اس کے متحمل ہونے کی طاقت ہے ۔

(حوالہ مذکور صفحہ ۶۷ ۔ جلد ۲)

بعض علماء سے کسی نے سوال کیا ۔ عن شیئٍ ۔ اس نے جواب نہ دیا ۔ سائل نے کہا ۔ کیا آپ نے حضورؐ کا ارشاد مَنْ کَتَمَ عِلماً نَافِعاً ۔ الحدیث ..... الخ نہیں سنا ۔ (یعنی حضور فرماتے ہیں ۔ کہ جس نے علم نافع کو پوشیدہ رکھا ۔ اور اس کو ظاہر نہ کیا ۔ تو قیامت کے روز اس کے منہ میں آگ کی لگام ڈالی جائے گی ۔ تو عالم نے جواب میں فرمایا ۔ لگام کو چھوڑ دو ۔ اور چلا جا ۔ فَاِنْ جَاءَ مَنْ یَفْھَمُہٗ اگر اس علم کا سمجھنے والا کوئی آجاوے ۔ اور میں اس کو نہ سمجھاؤں ۔ اور اس علم کو چھپا رکھوں ۔ تو پھر مجھے لگام ڈالی جائے گی ۔ کیونکہ اسرار اس شخص پر ظاہر کئے جاتے ہیں ۔ جو ان اسرار وحقائق کو سمجھے ۔ اور اس سے نفع حاصل کرے ۔

رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ۔

وَلَا تُؤتُوا السُّفَھَاءَ اَموَالَکُمُ الَّتِی جَعَلَ اللّٰہُ لَکُم قِیَاماً ۔

یعنی بے عقلوں کو اپنے مال نہ پکڑاؤ ۔ کیونکہ وہ سوءِ تدبیر اور اسراف سے خرچ کر دیں گے

تو حب اموال عوارِ ظاہرہ ہیں۔ اور سفہاء کے ہاتھ میں دینے سے اللہ منع فرماتا ہے

فَالعُلُومُ الاِلٰھِیّۃُ بِطَرِیقِ الاَوْلیٰ

یعنی علوم الٰہیہ اسرار و حقائق باطنیہ بطریق اولیٰ ظاہر کرنا منع ہے۔ اس لئے کہ جب سائل ایک دقیقہ دقائق حقیقت سے سوال کرے۔ اور وہ اہل اس کے تحمل کا نہ ہو تو وہ دقائق بالکلیہ ضائع ہو جائیں گے۔ اور وہ ضلالت وہلاکت میں گرفتار ہو جائے گا۔ اس لئے ظاہر کرنا منع فرمایا گیا ہے۔ اور بعض حکماء سے پوچھا گیا۔ کہ آپ حکمت کے نکات و اسرار عام لوگوں کو کیوں ظاہر نہیں کرتے۔ حالانکہ وہ آپ سے دریافت کرتے ہیں۔ فرمایا رب تعالیٰ کے ارشاد عالیہ کے مطابق ظاہر نہیں کرتا۔

رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَلَوْ عَلِمَ اللّٰہُ فِیہِ خَیْراً لَاَسْمَعَھُمْ

وَلِلّٰہِ دَرُّ مَنْ قَالَ

فَمَنْ عَلَّمَ الجُھَّالَ عِلْماً اَضَاعَہٗ ❊ وَمَنْ مَنَعَ المُسْتَوْجِبِیْنَ فَقَدْ ظَلَمَ

(اتحاف السادت المتقین۔ جلد ۱۔ صفحہ نمبر ۳۴۳)

وقال صلی اللہ علیہ وسلم لَا تُحَدِّثُوا النَّاسَ بِمَا لَمْ تَصِلْہُ عُقُولُھُمْ

یعنی وہ علوم جن کی درک سے فہم قاصر ہو۔ اور عقل اس کی حقیقت تک نہ پہنچ سکے۔ ظاہر مت کرو۔ (حوالہ مذکور۔ جلد ۲۔ صفحہ نمبر ۶۷)

وصدق علیہ السلام فَقُلُوبُ الاَبْرَارِ قُبُورُ الاَسْرَارِ

یعنی وہ حقائق و دقائق و اسرار و علوم جن کے سمجھنے سے مخلوق کے افہام و اذہان قاصر ہیں۔ تو رب العزت کے حکم کے مطابق علماء ربانیین کے قلوب ان اسرار وغیرہ حقائق کے لئے قبور ہیں۔ جیسے قبر میں مردہ دفنایا جاتا ہے۔ اور اس سے باخبر نہیں آتی۔ اسی طرح وہ دقائق و علوم جو کہ ابرار کے دلوں میں ہیں۔ مخلوق دنیا کو ان کی خبر نہیں۔ اگر خبر ہو جائے تو مخلوق ضلالت وہلاکت میں واقع ہو جائے۔ اس لئے پوشیدہ رکھا گیا ہے۔

اس لئے حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔

نَحْنُ مَعَاشِرَ الْاَنْبِيَاءِ اُمِرْنَا اَنْ نُنَزِّلَ النَّاسَ مَنَازِلَهُمْ وَنُكَلِّمَ النَّاسَ عَلٰى قَدْرِ عُقُوْلِهِمْ۔

یعنی فرمایا۔ حضور علیہ السلام نے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انبیاء کو حکم صادر ہُوا ہے۔ کہ مخلوق کو ان کے رتبات کے مطابق رکھے۔ اور ان کی عقول کے مطابق ان کے ساتھ گفتگو کرے۔ (حوالہ مذکور صفحہ نمبر ۲۴۴ جلد ۱)

تو اس وجہ سے جن اصحابہ میں عقل فہم ادراک زیادہ تھا۔ ان کو اتنے علوم دئے گئے۔ کہ کئی میلوں سے باریک آواز سنتے ہیں۔ اور دُور دراز کے حالات کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ اور کسی کو نفاق جو کہ دل کی حرکت کا نام ہے۔ علم دیا گیا۔ وہ ہر منافق کے نفاق کو جانتے ہیں۔ جیسے حذیفہ بن الیمان العبسی رضی اللہ عنہ کو یہ علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے عطا ہو چکا تھا۔ تو اس لئے مدینہ طیبہ میں جب کوئی منافق مر جایا کرتا تھا۔ تو آپ جنازہ میں شریک نہیں ہوتے تھے۔ کیونکہ یہ علم خاص آپ ہی کو تھا۔

حضرت فاروق اعظم اپنے جلالت قدر و رتبہ کے باوجود جنازہ کا انتظار فرمایا کرتے تھے۔ تو جس جنازہ میں حضرت حذیفہ شریک ہو جاتے۔ اسی جنازہ میں آپ بھی شریک ہو جایا کرتے تھے۔ اور جس میں نہیں۔ تو نہیں۔ (حوالہ مذکور صفحہ ۱۲۷ جلد ۲)

ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں حضرت حذیفہ سے روایت کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔ اور اس وقت میں مسجد میں بیٹھا تھا۔ فاروق نے فرمایا۔ یا حذیفہ! فلاں آدمی وفات پا گیا ہے۔ اس کا جنازہ پڑھنا ہے۔ پھر چلا گیا۔ پھر جب وقت قریب آ گیا۔ تو اس نے میری طرف دیکھا۔ اور میں اطمینان سے مسجد میں بیٹھا تھا۔ تو وہ سمجھ گیا۔ اور واپس چلا گیا۔ اور فرمایا۔

اَدْ مَشْدَكَ اللّٰہُ اَمِنَ الْقَوْمَ

یا حذیفہ! آپ نے قوم کو ضلالت سے بچا لیا۔

اور نیز فاروق رضی اللہ عنہ حضرت حذیفہ سے اپنے نفس کی بابت استکشاف فرمایا کرتے تھے۔ هَلْ تَعْلَمُ فِيَّ شَيْئًا مِنَ النِّفَاقِ فَيُبَيِّنُهُ۔

یعنی کیا میرے نفس میں کوئی ذرہ نفاق کا معلوم ہوتا ہے۔ حضرت حذیفہ آپ کو بری فرماتے تھے۔ کہ آپ خالص مومن ہیں۔

اور نیز صحابہ رضی اللہ عنہم آپ سے ہر قسم کی فتن عام و خاص سے علم الیقین حاصل کرتے تھے۔ اور منافقین کے حال دریافت کرتے تھے۔ تو حضرت حذیفہ ان کو منافقین کے عدد کہ اب کتنے باقی رہ گئے ہیں۔ ظاہر فرماتے تھے۔ لیکن ان کے نام نہیں بتاتے تھے۔ کیونکہ حضور نے منع فرمایا تھا لَا تُخْبِرَنَّ اَحَدًا۔ اور علامات نفاق اور آیت نفاق جو مناسب حال تھے۔ اور جن کے ظاہر کرنے کی اجازت عطا فرمائی گئی تھی۔ ظاہر فرمایا کرتے تھے۔ اور جن کے ظاہر کرنے کی اجازت نہ تھی۔ اور کوئی ظاہر کرنے کے لئے مجبور کرتا تھا۔ تو آپ معذرت طلب کرتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے۔ کہ مجھے ظاہر کرنے سے منع فرمایا گیا ہے۔

(حوالہ مذکورہ صفحہ نمبر ۳۴۰۔ جلد ۱۔)

فقیر کہتا ہے۔ کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حذیفہ کو ہر ایک شے کا علم کلی عطا فرمایا تھا۔ لیکن علم المنافقین میں آپ کو خاص فرمایا گیا تھا۔ باقی علوم بعض دوسرے اصحابہ کو بھی عطا فرمائے گئے تھے۔

جیسے حضرت حذیفہؓ سے کسی نے پوچھا یا حذیفہ میں آپ کو دیکھتا ہوں۔ کہ آپ عجیب و غریب گفتگو دقائق علم میں بیان فرماتے ہیں۔ جو آپ کے ماسوا کسی غیر صحابہ سے سمع میں نہیں آتی۔

فَمِنْ اَیْنَ اَخَذْتَہٗ قَالَ خَصَّنِیْ بِہٖ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم

یعنی آپ نے یہ دقائق و حقائق و علوم کہاں سے حاصل کیے۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ ان علوم سے جو نفاق کے ساتھ متعلق ہیں۔ ان علوم کے ساتھ حضور نے مجھے خاص فرمایا ہے۔ وہ علوم کسی غیر کو عطا نہیں ہوئے۔

وَکَانَ حُذَیْفَۃُ قَدْ خُصَّ بِعِلْمِ الْمُنَافِقِیْنَ وَاُفْرِدَ بِمَعْرِفَۃِ عِلْمِ النِّفَاقِ وَسَرَائِرِ الْعِلْمِ وَدَقَائِقِ الْفَھْمِ وَخَفَایَا الْیَقِیْنِ مِنْ بَیْنِ الصَّحَابَۃِ۔

یعنی نفاق جو دل کی حرکت اور خیال کا نام ہے۔ نفاق کے اسباب، سرائر علم، دقائق فہم

صفایا الیقین، معرفت علم نفاق غرض ہر ایک قسم کے پردے کا آپ کو علم اتم عطا فرمایا گیا تھا۔
اور آپ نفاق کے ہر ہر پردے کو بدرجہ اکمل جانتے تھے۔ اور اس علم میں آپ کو فردیت حاصل
تھی۔ جیسے آپ فرماتے ہیں۔

فَعَلِمْتُ اَنَّ مَنْ لَا یَعْرِفُ الشَّرَّ لَا یَعْرِفُ الْخَیْرَ

یعنی جو شر اور اُس کی صعود و ہبوط وغیرہ حالات کو بدرجہ اتم نہیں جانتا۔ تو وہ خیر کی صعود
و ہبوط وغیرہ حالات کو کیسے پہچانیگا۔ کیونکہ اَلْاَشْیَاءُ تُعْرَفُ بِاَضْدَادِھَا۔
یعنی اشیاء کا علم اتم اس کی ضد کی علم اتم حاصل ہونے کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ تو
جس نے شر کو تمام جوانب سے بدرجہ اتم معلوم کر لیا۔ اور اس پر علم حاوی ہوا۔ تو خیر کے علوم
بتمامہا خود بخود حاصل ہو جائیں گے۔

تو معلوم ہوا کہ جیسے آپ کو علوم نفاق و فتن و سرائر بدرجہ اتم حاصل تھے۔ اسی طرح آپ کو
علوم خیر بھی بدرجہ اتم حاصل تھے۔ تو اس تقریر سے معلوم ہوا۔

کَانَ اَعْطٰی عِلْمَ الْفِتَنِ کُلَّھَا کَمَا اَعْطٰی عِلْمَ الْیَقِیْنِ۔

یعنی اوّلین و آخرین تمام فتن کا علم آپ کو حاصل تھا۔ جیسے آپ کو علم الیقین حاصل
تھا۔ اور خیر کا علم بھی بدیں معنی حاصل تھا۔ تو آپ کا علم جو حضور کی طرف سے عطا شدہ
ہے۔ تمام اشیاء کو حاوی ہے۔ جیسے

بخاری، مسلم، ابو داؤد۔ بروایت شقیق حضرت حذیفہ سے روایت کرتے ہیں۔

قَالَ قَامَ فِیْنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَقَامًا مَا تَرَکَ فِیْہِ شَیْئًا
یَکُوْنُ فِیْ مَقَامِہٖ اِلٰی قِیَامِ السَّاعَۃِ اِلَّا حَدَّثَ حَفِظَہٗ مَنْ حَفِظَہٗ وَنَسِیَہٗ
مَنْ نَسِیَہٗ۔

یعنی حضرت حذیفہ فرماتے ہیں۔ کہ ایک جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم میں کھڑے ہو کر
قیامت تک کی جملہ اشیاء کا جو اپنے مقام میں ہیں۔ تمام کا ذکر کیا۔ ان علوم سے جن کو یاد رہا
یاد رہا جو بھول گئے بھول گئے۔

اور نیز رویانی نے بسند صحیح حسن حضرت حذیفہ سے روایت کیا ہے۔

قَالَ اَنَا اَعْلَمُ النَّاسِ بِكُلِّ فِتْنَةٍ هِيَ كَائِنَةٌ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔

یعنی یوم قیامت تک اول و آخر فتن کو میں بدرجہ اتم جانتا ہوں۔ اور میں ان علوم میں اعلم الناس ہوں۔

اور نیز مسلم نے بروایت ابی ادریس الخیلانی روایت کیا ہے۔

قَالَ حُذَيْفَةُ وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاَعْلَمُ النَّاسِ بِكُلِّ فِتْنَةٍ هِيَ كَائِنَةٌ فِيْمَا بَيْنِيْ وَبَيْنَ السَّاعَةِ۔

یعنی میرے اور قیامت کے درمیان ہیں کل فتن کو میں جانتا ہوں۔ اور میں ان علوم میں اعلم الناس ہوں۔

اور نیز ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

قَالَ قَالَ حُذَيْفَةُ مَا اَدْرِيْ اَنَسِيَ اَصْحَابِيْ اَمْ تَنَاسَوْا وَاللّٰهِ مَا تَرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ قَائِدِ فِتْنَةٍ اِلٰى اَنْ تَنْقَضِيَ الدُّنْيَا اِلَّا قَدْ سَمَّاهُ لَنَا بِاسْمِهٖ وَاسْمِ اَبِيْهِ وَاسْمِ قَبِيْلَتِهٖ۔

یعنی میں نہیں جانتا کہ اصحاب بھول گئے یا بھلائے گئے۔ اللہ کی قسم دنیا کے اختتام تک کسی قائد فتنے کو نہیں چھوڑا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مگر ذکر کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام۔ اس کے باپ کا نام اس کے قبیلے کا نام۔

تو ان علوم کے بحر ذخار کے احاطہ کی وجہ سے آپ کو صاحب السر کا لقب عطا فرمایا گیا تھا تو جب اصحاب کسی علم کا ایک دوسرے سے تحقیق طلب کرتے تو وہ یہ فرماتا۔

تَسْئَلُوْنِيْ عَنْ هٰذَا وَصَاحِبُ السِّرِّ فِيْكُمْ۔

یعنی اس علم کی تحقیق مجھ سے طلب کرتے ہو۔ اور صاحب السر تم میں موجود ہے۔ یعنی حضرت حذیفہ۔

اور نیز امام بخاری نے ابا درداؑ سے روایت کیا ہے۔

قَالَ لِعَلْقَمَةَ اَلَيْسَ فِيْكُمْ اَوْ مِنْكُمْ صَاحِبُ السِّرِّ الَّذِيْ لَا يَعْلَمُهٗ غَيْرُهٗ يَعْنِيْ حُذَيْفَةَ۔

یعنی کیا نہیں تم میں صاحب السر۔ جو اس کے سوا سری علوم کو کوئی نہیں جانتا۔ یعنی حذیفہ

(حوالہ مذکور صفحہ نمبر ۴۲۸ تا صفحہ نمبر ۴۳۲۔ جلد نمبر ۱۰)

اور نیز ابن بخار نے روایت کیا ہے۔ فرماتے ہیں۔ کہ فرمایا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہ مجھ سے پوچھ لو۔ قبل اس کے کہ مجھے نہ پاؤ گے۔ عرش کے ماسوا نہیں پوچھا جاؤنگا۔ کسی چیز سے مگر میں کافی ووافی خبر دوں گا۔

حضرت سیدی علی وفا قدس سرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں۔

مَنْ دَاوَمَ اِخْلَاصَ الذِّكْرِ بِفُؤَادِهٖ صَارَ مَا بَيْنَ الْعَرْشِ وَالْفَرْشِ طَوْعَ مُرَادِهٖ۔

یعنی عرش و فرش کے مابین جو کچھ بھی ہے۔ ان کی اسرار و علوم اس شخص پر عیاں ہوتے ہیں۔ جو کہ قلبی ذکر و فکر۔ اخلاص سے اپنے روح کو صاف کرے۔ اور اس کا قلب نور ایمان سے مزین ہو جائے۔

وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ مِنْ اَخْيَارِ اُمَّتِيْ قَوْمًا يَضْحَكُوْنَ جَهْرًا مِنْ سِعَةِ رَحْمَةِ اللّٰهِ عزوجل وَيَبْكُوْنَ سِرًّا مِنْ خَوْفِ عَذَابِ اللّٰهِ اَبْدَانُهُمْ فِي الْاَرْضِ وَقُلُوْبُهُمْ فِي السَّمَاءِ اَرْوَاحُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَعُقُوْلُهُمْ فِي الْاٰخِرَاتِ۔

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ میری امت میں اللہ تبارک و تعالیٰ کے مقبول بندے ایسے بھی ہیں۔ کہ ظاہراً اللہ عزوجل کی وسیع رحمت کو یاد کرتے ہوئے ہنستے ہیں۔ اور سراً رب العزت کے غضب کو یاد کر کے روتے ہیں۔ اور ان کا رتبہ اللہ جل مجدہٗ کے دربار میں یہ ہے۔ کہ بظاہر دنیا میں لیکن ان کے دل آسمانوں میں اور ان کی ارواح دنیا میں سیر کرتی ہیں۔ اور ان کے قلوب آخرت میں مصروف ہوتے ہیں۔ کیونکہ مومن خالص کو اپنے رب کی ملاقات کے بغیر مطلقاً راحت نہیں ملتی۔ اور دنیا مومن خالص کے لئے جیل خانہ ہے دلیقیناً، تو اس وجہ سے بدن اس مومن کا دنیا میں موجود ہوتا ہے۔ اور روح اس کا آسمانوں میں۔ جیسے دوسری حدیث شریف میں ہے۔ کہ جب بندہ حالت سجدہ میں اللہ کو یاد کرتا ہے

تو اللہ تعالیٰ انجمن ملائکہ میں مباہات فرماتا ہے۔ کہ میرے بندہ کو دیکھو۔ بدن اس کا زمین میں

ہے۔ اور روح اس کا میرے پاس ہے۔ اور جیسے بعض سلف نے فرمایا ہے۔

اَلْقُلُوْبُ جَوَّالَۃٌ۔

یعنی قلوب جولان کرتے ہیں۔ حول الحشر اور ملائکہ کے ساتھ حول العرش

اور علامہ ابن القیم فرماتے ہیں۔

"اس بات کا انکار نہیں کرنا چاہیئے۔ کہ ابدان دنیا میں ارواح ملاء الاعلیٰ میں سیر

کرتے ہیں۔ کیونکہ بدن کی شان علیحدہ ہے۔ اور روح کی شان علیحدہ ہے۔

الا ترانا النبی صلی اللہ علیہ وسلم کَانَ بَیْنَ اَظْہُرِ اَصْحَابِہٖ وَھُوَ عِنْدَ

رَبِّہٖ یُطْعِمُہٗ وَیَسْقِیْہِ فَبَدَنُہٗ بَیْنَھُمْ وَرُوْحُہٗ وَقَلْبُہٗ عِنْدَ رَبِّہٖ

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جسدِ مطہر کے ساتھ اصحاب میں موجود تھے۔ لیکن آپ کا روح

اور قلب مطہر رب العزت کے پاس کھاتے پیتے تھے۔

اور جب روح پاک وصاف مجرد ہو جائے۔ دنیائی علاقوں سے

حَصَلَ لَھَا مِنَ التَّرَقِّیْ وَالصُّعُوْدِ بِحَسْبِ ذَالِکَ التَّجَرُّدِ۔

یعنی اس روح کو اللہ تعالےٰ عظیم طاقت عطا فرما دیتا ہے۔ ترقی۔ صعود، مشاہدہ

وغیرہ لا متناہی اس روح کی تجرد کے اندازے پر یہاں تک کہ نہیں مشاہدہ ہوتا مخلوق میں

مگر جسم اُس کا۔ اور اس کا روح موضع آخرہ میں اپنے محبوب کے پاس ہوتا ہے۔ اور

عالم کا کوئی ذرہ اس سے پوشیدہ نہیں ہوتا۔

جب انسان اس درجۂ کمال پر فائز ہو جاتا ہے۔ اور روح تمام علاقوں سے

مجرد ہو جاتا ہے۔ تو عین قدرت رب العزت سے بولتا ہے۔

فَتَکَلَّمُوْا بِعَیْنِ الْقُدْرَتِ وَاَظْہَرُوْا وَصْفَ الْحِکْمَۃِ وَکَشَفُوْا بَوَاطِنَ

الْقُرْاٰنِ۔

یعنی وہ عارفین کاملین اسرار وحقائق ونکات قرآن اور دقائق حکمت تمام علوم جن کے

ظاہر کرنے کا حکم ہوتا ہے۔ عین عطائی قدرت وطاقت سے بیان کرتے ہیں۔ اور ان بواطن

سے پردہ ہٹا دیتے ہیں، یہاں تک۔

فَكَمْ مِنْ مَعَانٍ دَقِيقَةٍ مِنْ اَسْرَارِ الْقُرْاٰنِ وَخَوَاصِهٖ تَخْطُرُ عَلٰی قَلْبِ الْمُتَجَرِّدِ لِلذِّكْرِ وَالْفِكْرِ يَخْلُوْ عَنْهَا كتب التفاسير وَلَا يَطَّلِعُ عَلَيْهَا اَفَاضِلُ الْمُفَسِّرِيْنَ

یعنی خواص واسرار اور دقیق معانی قرآن (یعنی علوم قرآن) اس عارف ربانی متجرد کے قلب سے ظاہر ہو جاتے ہیں۔ جو کہ کسی تفسیر میں نہیں ہوتے اور افاضل مفسرین اس کے درک سے قاصر ہوتے ہیں۔

اِذَا سَئَلَ اَحَدُهُمْ عَنْ مَسْئَلَةٍ مِنْ عِلْمِ الْقُرْاٰنِ اَوْ عِلْمِ الْيَقِيْنِ وَ الْاِيْمَانِ يُحِيْلُ عَلٰی صَاحِبِهٖ وَلَا يَسْكُتُ عَنِ الْجَوَابِ وقد قال الله تعالیٰ فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝

یعنی علوم قرآن اور علم الیقین وایمان سے جس قسم کا مسئلہ اور علم ان سے پوچھ لیا جائے تو مکمل مدلل شافی۔ وافی جواب تاکہ سامع کو ذرہ بھر شک وریب نہ رہے۔ دیتے ہیں۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

دقائق وحقائق واسرار ونکات وغیرہ علوم جو قرآن مقدس میں موجود ہیں۔ تم نہیں جانتے اس لئے اہل الذکر جو کہ تمام علاقوں سے مجرد ہیں۔ طلب کرو۔ وہ تم کو ان اسرار وغیرہ علوم سے خبر دینگے۔ کیونکہ ان کے علوم دراست من الکتب نہیں۔ اور نہ لبعض لبعض سے حاصل شدہ ہیں۔

وَكَانُوْا عِنْدَهٗ فِي الْخَلْوَتِ بَيْنَ يَدَيْهِ لَا يَذْكُرُوْنَ سِوَاهُ وَلَا يَشْتَغِلُوْنَ غَيْرَهٗ

یعنی وہ رب تعالیٰ کے بین یدیہ ہوتے ہیں۔ اس کے سوا کسی غیر کا ذکر نہیں کرتے اور نہ اشتغال کرتے ہیں۔ تو انتہائی درجہ کمال میں علوم ذات احدیت سے حاصل ہوتے ہیں۔ اس لئے ان کے علم سے کوئی ذرہ پوشیدہ نہیں ہوتا۔

لِاَنَّ عُلُوْمَهُمْ مَاْخُوْذَةٌ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰی

اور ان کو اللہ تعالیٰ علوم قرآن سکھا دیتا ہے۔ اور قرآن مقدس میں لوح محفوظ کے جملہ

علوم مندرج ہیں۔ اس لئے یہ علماء ربانیین متبحر دلوح محفوظ کے جملہ علوم کے عالم ہوتے ہیں۔ اور ان کے علم سے کوئی ذرہ بھی پوشیدہ نہیں ہوتا۔

قرآن مقدس کے علوم کی تحقیق عنقریب ہم بیان کرنے والے ہیں۔

وَعَلٰی قَدْرِ عِلْمِ الْعَبْدِ بِرَبِّہٖ یَکُوْنُ عِنْدَ اللّٰہِ مِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ لِاَنَّہٗ لِرَبِّہٖ مِنَ الْمُوْقِنِیْنَ۔

یعنی جس مقدار پر انسان کے علم کی بلندی ہو اس مقدار پر اس کے اعمال اور حسنات متضاعف ہوتے ہیں۔ اور اسی مقدار پر اللہ جل مجدہٗ کے دربار میں مقرب ہوتا ہے

(اتحاف السادت المتقین علی شرح احیاء علوم الدین للعلامہ السید محمد ابن محمد الحسینی الزبیدی الشہیر بمرتضیٰ رحمہ اللہ۔ صفحہ نمبر ۲۰۲۔ جلد ۱۔ صفحہ نمبر ۲۰۴۔ جلد ۱۔)

فقیر کہتا ہے۔ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ جل وعلیٰ کی معرفت اور حضور نبی کریم احمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات بابرکات کی معرفت علی السبیل الحقیقت مخلوق سے ممکن نہیں جیسے حضور نے معرفت رب العزت کے متعلق ارشاد فرمایا۔

لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْکَ اَنْتَ کَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِکَ

یعنی جیسے رب تعالیٰ کے شان کے شایان ثنا و صفت ہیں۔ ان اوصاف و محامد پر اللہ جل وعلیٰ کا علم فی ذاتہٖ محیط ہے۔ مخلوق کا علم ان اوصاف الٰہیہ اور محامد ربوبیہ پر احاطہ نہیں کر سکتا۔ اور اس کا مطلب یہ نہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تبارک وتعالیٰ کی تعریف و توصیف سے قاصر ہیں۔

بَلْ ھُوَ اِعْتِرَافٌ بِالْقُصُوْرِ عَنْ اِدْرَاکِ کُنْہِ جَلَالِہٖ۔

یعنی کنہہ حقیقت اور احاطہ بجمیع حقیقت ذات الٰہیہ یہاں تک کہ خالق و مخلوق میں مماثلت کا وہم پیدا ہو جائے۔ اس قصور عن الاحاطہ کا اعتراف ہے۔ یعنی مخلوق سے احاطہ ممکن نہیں۔

(حوالہ مذکور صفحہ ۱۷۔ جلد ۲)

مثلاً

آسمان ہم کو نظر آتا ہے۔ لیکن ہماری نظر آسمان کی جمیع جوانب پر محیط نہیں۔

بلکہ جہاں تک ہماری نظر کی رسائی ہے۔ وہاں تک ہمیں آسمان نظر آتا ہے۔ ان حدود پر ہماری نظر محیط ہے۔ لیکن ہمارے علم کا احاطہ اس سے بھی وراء ہے۔ کیونکہ ہمیں علم ہے۔ کہ ہماری نظر جمیع جوانب آسمان کو محیط نہیں۔ تو جس وقت ہم اپنے شہر سے دوسرے شہر میں جائیں گے۔ تو ہمیں وہاں آسمان کا دوسرا حصہ نظر آئے گا۔ وقس علیٰ ہذا تو اسی طرح اللہ جل وعلیٰ کی ذات وجمیع صفات کا احاطہ ممکن نہیں۔

رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ

اس کے انوارِ ربوبیت کا ہر آن علیحدہ علیحدہ شان ہوتا ہے۔ تو اس لئے حضورؐ کو حکم صادر ہوا۔ کہ اے حبیب مجھ سے یوں دعا طلب کرو۔

رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا

اے رب میرے علم کو اور زیادہ فرما۔

چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا کلام ازلی۔ ابدی سرمدی ہے۔ اور حضورؐ اب بھی رب زدنی علماً دعاء فرماتے ہیں۔ اور اللہ جل مجدہٗ ابد تک لا متناہی ہر بعد آپ کے علوم میں جو ذات وصفات ومحامد کے ساتھ متعلق ہے۔ اضافہ فرماتا جا رہا ہے۔

لَا يَعْلَمُ انْتِهَائَهُ اِلَّا اللّٰه

جیسے حدیث شریف میں موجود ہے۔

کہ اے میری امت کے لوگو! میں ہر روز استغفار پڑھتا ہوں۔ تم بھی پڑھو۔ حالانکہ آپ کے حق میں قرآن ناطق ہے۔

يَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ

اے حبیب آپ سے گناہ سرزد نہیں ہوا۔ لیکن بالفرض اگر ہوا بھی ہو تو ہم نے آپ کے اگلے پچھلے جملہ گناہ معاف فرما دیئے۔

تو پھر استغفار پڑھنے کا کیا مطلب۔ تو معلوم ہوا کہ یہ استغفار گناہ معاف کرانے کے لئے نہ تھا۔ بلکہ یہ استغفار ان علوم کے لئے تھا۔ جو پہلی ساعت میں آپ کو حاصل تھے

پھر دوسری ساعت میں ان کے علاوہ اور علوم حاصل ہوتے۔ جو پہلے علوم سے بہت زیادہ تھے۔ تو معنی یہ ہوا کہ اے پروردگار عالم میں آپ کے دربار اقدس میں استغفار پڑھتا ہوں ان علوم سے جو کل کے علوم کے مقابلہ میں لاعلمی ہیں۔

وَاِنَّہٗ یَسْتَحِیْلُ اَنْ یَّعْرِفَ اللّٰہَ الْمَعْرِفَۃَ الْحَقِیْقَۃَ الْمُحِیْطَۃَ بِکُنْہِ صِفَاتِ الرُّبُوْبِیَّۃِ اِلَّا اللّٰہُ تعالیٰ

یعنی معرفت علی السبیل الحقیقت محیط بکنہ صفات رب تعالیٰ محال ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی صفات ربوبیت پر اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مخلوق احاطہ نہیں کر سکتا۔ احاطہ اپنے صفات پر اس کا خاصہ ہے۔ جیسے ماسبق تقریر سے آپ کو معلوم ہوا۔

فَاِذَا اِنْ کَشَفَ لَھُمْ ذَالِکَ اِنْکِشَافًا بُرْھَانِیًّا فَقَدْ عَرَفُوْہٗ اَیْ بَلَغُوا الْمُنْتَھٰی الَّذِیْ یُمْکِنُ فِیْ حَقِّ الْخَلْقِ مِنْ مَعْرِفَتِہٖ۔

یعنی صفات و محامد الٰہیہ کی کنہہ جب کسی عارف پر دلیل قاطع یا کشف صادق سے منکشف ہو جائے۔ تو اس عارف نے اپنے رب کو پہچانا۔ اور وہ معرفت جو مخلوق کے حق میں ممکن ہے۔ اس میں انتہا تک پہنچا۔ کیونکہ معرفت کے لئے دو طریق ہیں۔ ایک سبیل حقیقی اور وہ مسدود ہے۔ مخلوق کے لئے اور دوسرا سبیل معرفت صفات و اسماء فذالک مفتوح للخلق۔ لیکن اس معرفت میں مخلوق کے رتبات متفاوت ہیں۔

فَلَیْسَ مَنْ یَّعْلَمُ اَنَّہٗ عَالِمٌ قَادِرٌ عَلَی الْجُمْلَۃِ

یعنی جو شخص معرفت صفات و اسماء سے کچھ جانتا ہو تو وہ عالم جملہ صفات و اسماء پر نہیں ہو سکتا۔ اور وہ اس عارف اکمل کی مانند بھی نہیں ہو سکتا۔

کَمَنْ شَاھَدَ عَجَائِبَ اٰیٰتِہٖ فِیْ مَلَکُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ

یعنی جو مشاہدہ کرتا ہوں۔ آسمانوں اور زمینوں کی عجائبات کا اور خلق ارواح و اجساد اور مملکت کی بدائع اور غرائب صنعت کا بالتفصیل اور جو مستغرق ہوں۔ دقائق حکمت میں اور لطائف تدبیر میں وَمُتَّصِفًا بِجَمِیْعِ الصِّفَاتِ الْمَلَکِیَّۃِ الْمُقَرَّبَۃِ مِنَ اللّٰہِ تَعَالیٰ۔ اور متصف ہو جمیع صفات ملکیہ کے ساتھ جو مقرب من اللہ ہیں۔ تو اس

تفصیل و مقدار میں انبیاء اور اولیاء کرام کے رتبات متفاوت ہیں۔

مثلاً

امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک عارف اکمل ہے۔ آپ کو آپ کے دروازے کا چوکیدار بھی جانتا ہے۔ اور آپ کا شاگرد مزنی جو آپ سے علوم حاصل کرتا ہے۔ وہ بھی جانتا ہے۔ لیکن ان دونوں کے پہچاننے میں بڑا فرق ہے۔ کیونکہ چوکیدار صرف اتنا علم رکھتا ہے آپ عالم باشرع ہیں۔ اور علوم شرع میں آپ مصنف ہیں۔ اور آپ مخلوق خدا کے مرشد راہنما ہیں۔

وَالْمُزَنِیُّ یَعْرِفُہٗ لَا کَمَعْرِفَۃِ الْبَوَّابِ بَلْ یَعْرِفُہٗ بِمَعْرِفَۃٍ مُحِیْطَۃٍ بِتَفَاصِیْلِ صِفَاتِہٖ وَمَعْلُوْمَاتِہٖ۔

یعنی مزنی کا علم اُن کی صفات و معلومات پر محیط ہے۔ اور بالتفصیل آپ کی صفات کو جانتا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ بواب اور مزنی دونوں علم میں برابر نہیں ہو سکتے۔

اللہ تعالیٰ بالکمال فی الحقیقت اپنے ذات و صفات کو خود جانتا ہے۔

وَلَا یَعْرِفُ اَحَدٌ حَقِیْقَتَ عِلْمِ اللّٰہِ تَعَالٰی اِلَّا مَنْ لَہٗ مِثْلُ عِلْمِہٖ وَلَیْسَ ذٰلِکَ لَہٗ فَلَا یَعْرِفُہٗ سِوَاہُ تَعَالٰی۔

یعنی اللہ تعالیٰ کے علم کی انتہا معلوم کرنا مخلوق سے ممکن نہیں۔ مگر جب معلوم ہو سکتا ہے کہ اللہ کے علم کے مثل کسی کے پاس علم ہو۔ تب انتہا معلوم ہو جائے۔ اور اللہ کا مثل نہیں۔ تو اللہ کے علم کی انتہا معلوم کرنا ممکن نہیں۔ فافہم۔

اس لئے جب موسیٰ علیہ السلام حضرت خضر علیہ السلام کے پاس مجمع البحرین میں تشریف لے گئے تو دیکھا۔ ایک چڑیا اڑتے ہوئے آئی۔ اور سمندر سے اپنی چونچ بھر لی۔ حضرت خضرؑ نے ارشاد فرمایا۔ کیا تم کو کچھ اس چڑیا کے حال سے علم حاصل ہوا۔ کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا۔ دیکھو تمام مخلوق کا علم اللہ تعالیٰ کے علم کے مقابلہ میں ایسا ہے جیسا اس چڑیا نے اپنے منہ میں ایک قطرہ پانی بھر لیا۔ یعنی مخلوق کا علم اللہ تعالیٰ کے علم کے مقابلہ میں ایک قطرہ ہے۔ سات سمندروں میں سے۔ یعنی وہ سمندر علوم جو لاتناہی ہے

اور کبھی بھی کسی حد پر جاکر نہیں ٹھہر سکتے۔ کیونکہ اگر دنیاوی سمندروں کے ساتھ تشبیہ دی جاوے
تو یہ تناہی ہے۔ اور ہر تناہی کے لئے فناہ ہے۔ تو لازم آئے گا۔ رب تعالیٰ کے علوم کی
فنا اور یہ محال ہے۔

وَ اِنَّمَا یَعْرِفُہٗ غَیْرُہٗ بِالتَّشْبِیْہِ بِعِلْمِ نَفْسِہٖ۔

یعنی مخلوق اپنے علم سے تشبیہہ دے کر معلوم کرتے ہیں۔ کہ ہمارا علم یہاں تک ہے۔ اور
اس کا علم لا انتہا ہے۔

مثلاً

ایک عالم ہے۔ اس کو دس قسم علوم حاصل ہیں۔ اور اس کے تلمیذ کو ایک علم حاصل
ہے۔ ان علوم سے اور اس عالم کے خادم کو ایک علم بھی ان علوم سے حاصل نہیں۔ اس
عالم کے جملہ علوم کو وہ تلمیذ جس کے پاس صرف ایک علم ہے۔ معلوم نہیں کر سکتا۔ تو بھلا وہ
شخص جس کے پاس کچھ بھی علم نہیں کیا معلوم کرے گا۔ مگر وہ تلمیذ جب معلوم کر سکتا ہے
کہ استاد کے برابر علم حاصل کرے اور اگر ذرہ بھر علم برابری سے کم ہوا تو۔

فَلَیْسَ یَعْرِفُہٗ بِالْحَقِیْقَۃِ۔

اس نے ان علوم کو بالکلیہ معلوم نہیں کیا۔ اور نہ ان علوم پر احاطہ کر سکا۔

فَانْفَہِمْ تَفَاوُتَ الْخَلْقِ فِیْ مَعْرِفَۃِ اللّٰہِ تَعَالٰی۔

(تو یہاں سے مخلوق کی تفاوت) معرفت اللہ تعالیٰ میں بخوبی ظاہر ہوا۔

نتیجہ:۔

جب ذرہ بھر علم کم ہو تو استاد کے علم کا احاطہ ممکن نہیں۔ تو لامحالہ یہی کہنا پڑے
گا۔ کہ اللہ تعالیٰ کی مثل علم میں کوئی نہیں۔ کیونکہ اگر مثل علم میں ہو تو خدا ہو۔ اور یہ محال ہے۔
تو اس لئے عقیدہ حقہ یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کا علم مخلوق کے فہم ادراک سے وراء ہے۔ اور
اس کا علم تمام ذرات کو محیط ہے۔

فَبِقَدْرِ مَا انْکَشَفَ لَہٗ مِنْ مَعْلُوْمَاتِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَ عَجَائِبِ مَقْدُوْرَاتِہٖ
وَ بَدَائِعِ اٰیَاتِہٖ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَۃِ وَ الْمُلْکِ وَ الْمَلَکُوْتِ تَزْدَادُ مَعْرِفَتُہٗ

باللّٰہِ تعالیٰ وتقرّب مَعْرِفَتِهِمْ مِنْ مَعْرِفَتِ ۔

یعنی دنیا اور آخرت، ملک اور ملکوت میں عجائبات اور مقدورات اور بدائع آیات و حالات اللہ تعالیٰ کی معلومات سے جس قدر عارف پر منکشف ہو جاتے ہیں۔ اسی مقدار پر اس کو اللہ تعالیٰ کی معرفت زیادہ حاصل ہوتی ہے۔ اور وہ حقیقی معرفت کی طرف بہت زیادہ قریب ہو جاتا ہے۔ حتی لا فرق بینہ وبین عبدہٖ

(حوالہ مذکور صفحہ ۱۷، ۲۷۔ جلد ۲)

اس مرتبہ کے اولیاء کرام کی شان میں حدیث شریف وارد ہے۔ بخاری شریف، مشکوٰۃ شریف عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مَا یَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ إِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبَّهٗ فَإِذَا اَحْبَبْتُهٗ فَکُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِهٖ وَبَصَرَهُ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِهٖ وَیَدَهُ الَّتِیْ یَبْطِشُ بِھَا وَرِجْلَهُ الَّتِیْ یَمْشِیْ بِھَا وَاِنْ سَاَلَنِیْ لَاُعْطِیَنَّهٗ ۔

یعنی حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں۔ کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہمیشہ نزدیکی حاصل کرتا رہتا ہے۔ میرا بندہ مجھ سے ساتھ نوافل کے یعنی وہ نماز جو فرض نماز سے علاوہ ہے۔ اور قرب حاصل کرنے کے لئے ہیں۔ یہاں تک کہ میں اس سے محبت رکھنے لگتا ہوں۔ اور جب میں اس کو چاہنے لگتا ہوں۔ تو میں اس کی وہ قوت سماعت ہو جاتا ہوں۔ جس کے ساتھ وہ سنتا ہے۔ اور قوت بصارت ہو جاتا ہوں۔ جس کے ساتھ وہ دیکھتا ہے۔ اور اس کے ہاتھ ہو جاتا ہوں۔ جن سے پکڑتا ہے۔ اور وہ پاؤں ہو جاتا ہوں۔ جن سے وہ چلتا ہے اور اگر مجھ سے مانگتا ہے بے شک اس کو دیتا ہوں۔

اس حدیث شریف کی مؤید دوسری حدیث شریف مرفوع۔ بیہقی نے حضرت ابی امامہ سے روایت کیا ہے۔ فرماتے ہیں۔

قَالَ اِنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ یَقُوْلُ مَا یَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبَّهٗ فَاَکُوْنَ سَمْعَهُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِهٖ وَبَصَرَهُ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِهٖ وَ

لِسَانَهُ الَّذِی یَنْطِقُ بِهٖ وَقَلْبَهُ الَّذِی یَعْقِلُ بِهٖ فَاِذَا دَعَانِی اَجَبْتُهٗ وَاِذَا سَاَلَنِی اَعْطَیْتُهٗ وَاِذَا اسْتَنْصَرَنِی نَصَرْتُهٗ۔

یعنی رب العزت فرماتا ہے۔ کہ ہمیشہ نزدیکی حاصل کرتا رہتا ہے۔ میرا بندہ مجھ سے ساتھ نوافل کے۔ یہاں تک کہ میں اس کو چاہنے لگتا ہوں۔ پس میں اس کی قوت سامعہ ہو جاتا ہوں۔ جس سے وہ سنتا ہے۔ اور اس کی قوتِ بصارت ہو جاتا ہوں۔ جس سے دہ دیکھتا ہے۔ اور اس کی قوتِ لسانی ہو جاتا ہوں۔ جس سے وہ بولتا ہے۔ اور قوتِ قلبیہ ہو جاتا ہوں۔ جس قوت سے معلوم کرتا ہے۔ اور جب مجھے بلاتا ہے۔ تو بے شک استجابت کیلئے حاضر ہوتا ہوں۔ اور جب مجھ سے کوئی سوال کرتا ہے۔ تو بیشک میں اس کے سوال کو پورا کرتا ہوں۔ اور جب مجھ سے نصرت طلب کرتا ہے۔ تو بے شک اسکی مدد کرتا ہوں۔

اس باب میں حضرت عائشہ رضؓ اور میمونہ رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے۔ حدیث عائشہ رضؓ کو بزاز رحؒ نے روایت کیا ہے۔ اور حدیث میمونہ رضؓ کو ابی یعلی نے۔

قال مولانا روم

اللہ اللہ گفت اللہ مے شود ؛ ایں سخن حق است باللہ مے شود
گفتۂ اُو گفتۂ اللہ بود ؛ گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

(حوالہ مذکور صفحہ ۱۴۴ جلد ۱)

آمدم بر سرِ مطلب۔

فقیر کہتا ہے۔ کہ حضرت حذیفہ رضؓ۔ حضرت ابن عباس رضؓ۔ حضرت ابوہریرہ رضؓ۔ حضرت علی رضؓ وغیرہم رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جو کہ حضور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے تلامذہ ہیں۔ اور آپ ہی کے سمندرِ علوم سے انہوں نے اتنے عظیم الشان علوم حاصل کئے کہ عرش معلّٰی کے سوا تحت الثریٰ تک ہر ایک چیز کا علم اتم رکھتے ہیں۔ اور دل کے اندرونی بھید کو جو متعدد پردوں میں خیالاً پیدا ہوتا ہے۔ جانتے ہیں۔

فکیف بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم

تو پھر اے مدعی اسلام بھائی حضور شافع یوم المحشر علیہ التحیۃ والثناء کی ذات بابرکات

کے متعلق جو کہ تمام کاملین کے مرشد اکمل ہیں۔ اور ان ہی کے سمندرِ علوم سے کاملین کمال تک پہنچ جاتے ہیں۔ اور وہ تمام کاملین جو کہ آپ کے تلامذہ ہیں۔ ان کی نگاہ سے کوئی (شے) پوشیدہ نہیں اور اشیاء کا علم رکھتے ہیں۔ تو ان کے مرشد اکمل کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے فافہم۔

جس وقت انسان اس درجہ کمال پر فائز ہوتا ہے۔ جیسے حدیث شریف ابو ہریرہ رض وغیرہ سے آپ پر عیاں ہوا۔ تو ان کے علم و نگاہ سے کوئی چیز بھی پوشیدہ نہیں رہتی۔

یہ بھی آپ پر عیاں ہوا۔ کہ ان علوم سے مصلحتِ وقت اور فہم و ادراک کے اندازے پر لوگوں کو ظاہر کرتے ہیں۔ اور تعلیم دیتے ہیں۔ جس میں مصلحت نظر نہیں آتی۔ تو اپنے مرشد اکمل کے ارشادِ عالیہ کے مطابق پوشیدہ رکھتے ہیں۔

جیسے حضرت علامہ محمد ابن محمد الحسینی الزبیدی اپنی کتاب اتحاف السادۃ المتقین کے صفحہ ۲۶۸ جلد ۱ پر تحریر فرماتے ہیں۔

والعالم بہ یعلم العلوم کلھا

یعنی جس انسان کو اللہ تعالےٰ علم الاسرار عطا فرمائے۔ تو وہ جملہ علوم پر حاوی ہو جاتا ہے۔ اس کے علم سے کوئی شے بھی پوشیدہ نہیں رہتی۔

جیسے سیدی و مولائی غوث الثقلین شیخ عبدالقادر جیلانی ارشاد فرماتے ہیں

شعر:۔

نَظَرْتُ اِلیٰ بِلَادِ اللّٰہِ جَمْعًا * کَخَرْدَلَۃٍ عَلٰی حُکْمِ التَّصَالِیْ

یعنی میں نے اللہ تبارک و تعالیٰ کے جمیع بلاد کو دیکھا۔ تو مجھے ایک رائی کے دانے کے برابر معلوم ہوا۔ اور میں اس کو طول عرض اعمق سے دیکھتا ہوں۔

فکیف بہ حبیبہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ جن کے علوم غیبیہ کے اثبات پر قرآن مقدس ناطق ہے۔ اور احادیث سے ثابت ہیں۔ اور اجماع امت اس پر دال ہیں۔

قرآن مقدس سے ثبوت

آیت ۱

رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ۝

یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ پر کتاب اور حکمت نازل فرمائی۔ اور جو کچھ آپ نہیں جانتے تھے۔ وہ آپ کو سکھا دیا۔ یہ امر ظاہر ہے۔ کہ ازل سے ابد تک جو کچھ ہوا۔ اور ہوگا۔ بغیر اللہ کے اعلام کے آپ کچھ بھی نہیں جانتے تھے۔ اور جب عموماً فرما دیا۔ کہ جو کچھ تم نہیں جانتے تھے۔ وہ سب کچھ ہم نے تم کو سکھا دیا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ ازل سے ابد تک اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو جملہ علوم سکھا دیئے۔ تو لوجہ عام ہونے لفظ "ما" کے صاحب تفسیر بحر الحقائق وغیرہ معتبرین مفسرین تحریر فرماتے ہیں۔

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ۔

آں علم ما کان وما سیکون است کہ حق سبحانہٗ در شبِ اسریٰ بداں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عطا فرمودہ۔ چنانچہ در حدیثِ معراج آمدہ است۔

فَعَلِمْتُ مَا كَانَ وَمَا سَيَكُوْنُ۔

یعنی اس آیت مبارکہ میں کونسا علم مراد ہے۔ فرماتے ہیں۔ کہ وہ علم جو کچھ ہوا۔ اور ہوگا۔ ازل سے ابد تک مراد ہے۔ کہ شبِ معراج حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو رب تعالیٰ کی طرف سے عطا فرمایا گیا ہے۔

جیسے حدیث شریف میں ہے۔ کہ سکھایا گیا میں جو کچھ ہوا اور ہوگا۔ اس حدیث کی تائید میں اور بہت سی احادیث موجود ہیں۔ جن کو اپنے محل پر بیان کریں گے۔

نیز صاحب تفسیر روح البیان وکان فضل اللہ علیک عظیما کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں۔ صفحہ نمبر ۲۸۳ جلد ۲ سورۂ نساء

هُوَ اللّٰهُ تَعَالٰى اَىْ اَنَّ اللّٰهَ الْعَظِيْمَ هُوَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهٗ

عَلَى الْعَالَمِيْنَ وَلِهٰذَا قَالَ (لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ) وَمِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَيْهِ اَنَّهٗ لَمْ يَصِلْهُ شَيْئٌ مِنَ الرُّوْحَانِيَّاتِ وَالْجِسْمَانِيَّاتِ۔

یعنی اللہ بڑی شان والا ہے۔ اور اس نے آپ پر بڑا احسان اور فضل عظیم کیا۔ اور مخلوق پر اس کا عظیم رحمت ہے۔ کہ آپ کو مخلوق کے لئے رحمت اللعالمین بنا کر بھیجا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کے حق میں ارشاد فرمایا۔ اے حبیب اگر آپ کو پیدا نہ کرتا۔ تو افلاک کو عدم سے وجود میں نہ لاتا۔ اور بعض ان فضلوں میں سے جو آپ پر کئے گئے ہیں۔ یہ ہیں۔ کہ روحانیات اور جسمانیات کے جملہ علوم آپ کو عطا فرمائے گئے ہیں۔ اور کوئی چیز ایسی نہیں۔ جو روحانیات و جسمانیات سے خارج ہو تو اس لئے لامحالہ یہی کہنا پڑے گا۔ کہ ازل سے ابد تک کے جملہ علوم اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو عطا فرمائے ہیں۔ اور آپ کے علم و رویت سے کوئی ذرہ پوشیدہ نہیں

نیز صاحب اتحاف تحریر فرماتے ہیں۔

وَقَدْ سَمَّى اللّٰهُ تَعَالٰى الْعِلْمَ فَضْلًا فِيْ مَوَاضِعَ۔

یعنی تحقیق اللہ تعالےٰ نے اپنے کلام مقدس میں علم کو فضل فرمایا ہے۔ متعدد مقامات میں۔ اور جہاں فضل کے ساتھ عظیم کا لفظ کلام اللہ میں موجود ہے۔ اس سے مراد انتہائی درجہ کا علم مراد ہے۔ جو اس علم کے اوپر کسی مخلوق کا علم مطلقاً نہیں۔ سوائے احاطۂ علم رب تعالیٰ۔ کیونکہ وہ ہر چیز پہ محیط ہے۔

كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ط اَيْ اَعْطَا اللّٰهُ الْعِلْمَ لَكَ عَظِيْمًا ہ

(پارہ ۵۔ سورہ نساء۔ ع ۱۷)

یعنی فضل اللہ سے علم مراد ہے۔ جو کہ اللہ تعالیٰ نے کلی علم ما کان وما سیکون جملہ آپ کو عطا فرمایا ہے۔

بدلیل قولہ تعالیٰ

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا۔ (پ ۱۹۔ نمل۔ ع ۲)

یعنی العلم وبدلیل قولہ تعالیٰ فی آیتٍ اُخریٰ

وَلَقَدْ اٰتَیْنَا دَاوٗدَ وَسُلَیْمٰنَ عِلْمًا۔ (فافہم جداً) اتحاف صفحہ ۲۷ جلد ۳

(پ ۲۲ - سورہ سباء - ع ۲)

؎ مردے گماں مبر کہ بزور است یا دلحبہ بالنفس اگر جہاد کنی مرد کا ملے

آیت ۲ -

عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰى غَیْبِهٖۤ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ

(پ ۲۹ - سورہ جن - ع ۲)

وہ غیب جاننے والا ہے۔ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا۔ مگر اپنے پسندیدہ رسولوں کو۔

اس آیت مبارک کی تحقیق ہم پہلے کر آئے ہیں۔ (وہاں ملاحظہ ہو) یہاں صرف اتنی بات ذکر کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔ کہ علمائے کرام کے نزدیک یہاں مِنَ الرَّسُوْلِ میں من بیانیہ ہے۔ نہ تبعیضیہ۔ اگر من بیانیہ بھی مراد لیا جائے۔ تو بھی انبیائے کرام کے رتبات متفاوت ہیں۔

رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ

یعنی ہم نے رسولوں میں بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔

(پ ۳ - سورہ بقر - ع ۳۳)

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ کہ ہم نے اپنے حبیب کو تمام رسولوں پر فضیلت دی ہے۔ تو جس مقدار پر عظیم فضیلت ہوئی ہے۔ اسی مقدار پر عظیم رتبہ اور اسی مقدار پر وسعتِ علم جو تمام ماتحت رتبے والے رسولوں کے علم پر محیط ہے۔ فافہم۔

آیت ۳ -

وَمَا هُوَ عَلَى الْغَیْبِ بِضَنِیْنٍ ۝ پ ۳۰ ع ۱- سورۂ تکویر

یعنی میرا حبیب غیب بتانے پر بخیل نہیں ہے۔ یا قرآن پاک غیب بتانے پر بخیل نہیں ہے۔

مطلب یہ ہوا۔ کہ ضمیر (ھو) کو اگر حضور کی ذات اقدس کی طرف راجع کیا جائے۔ تو

مطلب صاف ہے۔ کہ حضور مَا کَانَ وَمَا سَیَکُوْنَ ۔ جملہ علوم کے عالم ہیں۔ اور جس

قسم کا بھی علم غیب ہو۔ آپ اس کے بتانے پر بخیل نہیں ہیں۔ جیسے

لَا تُحْصَا عُلُوْمِ غَیْبِیَہ کو آپ نے ازل سے ابد تک اصحابہ پر ظاہر فرما

دیئے۔ جن کا اس مختصر رسالہ میں ذکر کرنے کی گنجائش نہیں لیکن مشتِ نمونہ از خروار

عرض کیئے دیتا ہوں۔

اوّل

حضور علیہ التحیہ والثنا کے معجزات مبارک دو قسم کے ہیں۔

قسمِ اول :۔ باقی دائم

یُشَاھِدُھَا مَنْ کَانَ وَمَا سَیَکُوْنَ وَذَالِکَ ھُوَ الْقُرْآنُ ۝

یعنی وہ معجزہ جو ہمیشہ قائم دائم باقی ہے۔ جو مستفیض ہوتے ہیں۔ اس سے مَنْ کَانَ

وَمَا سَیَکُوْنَ جملہ مخلوق اور وہ قرآن مقدس ہے۔

قسمِ دوم :۔

وہ معجزات کہ حضور سے سرزد ہوئے۔ خوارق، فعلیہ اور غیوب قولیہ جو متعلق ہیں۔

ماضی۔ حال اور مستقبل کے ساتھ۔

نَـ ـیَ لَا تُحْصٰی عِدَۃً بِالتَّحْقِیْقِ ۔

یعنی خوارق فعلیہ اور غیوب قولیہ آپ سے اتنے زیادہ ظاہر ہوئے ہیں۔ کہ بڑی

تحقیق اور جستجو کے بعد بھی گننے میں یعنی احاطہ کرنے میں نہیں آئے۔

دلائل النبوۃ۔ بیہقی اور ابی نعیم مطولات میں تفصیل موجود ہے۔ پھر خوارقِ فعلیہ تین قسم

پر منقسم ہیں۔

قسم اول۔ جو ثابت ہے آپ کی ذات میں۔

قسم دوم۔ آپ کی صفات کے ساتھ متعلق ہیں۔

قسم سوم۔ جو خارج ہے اور راجع ہے۔ آپ کی افعال کی طرف۔

قسم اوّل کی مثال :-

۱- وہ نور جو پاک پشتوں میں منتقل ہوتا گیا - یہاں تک کہ ظہور میں آیا -

۲- اور آپ کی ولادت مبارک اُس حالت میں کہ آپ ختنہ شدہ تھے -

۳- پیدائش کے بعد آپ کا حیا اتنا تھا - کہ ایک ہاتھ مبارک آپ نے ستّرہ پر اور دوسرا آنکھوں پر رکھا ہوا تھا -

۴- آپ کی ذات مبارک کی عظیم دلیل مہر نبوت جو کندھوں کے مابین تھی -

۵- آپ کی ذات مبارک کی عظیم دلیل نبوۃ یہ تھی - کہ طویل القامت انسان کے ساتھ جب آپ کھڑے ہوتے تو برابر معلوم ہوتے اور متوسط انسان کے ساتھ جب کھڑے ہوتے - تو آپ متوسط قد معلوم ہوتے تھے -

(۶) وَرُؤْيَتُهُ مِنْ خَلْفٍ كَمَا يَرَا مِنْ قُدَامٍ -

یعنی آپ کا دیکھنا ہر جانب یکساں تھا - جیسے آپ سامنے دیکھتے ویسے ہی آپ کو ہر جانب نظر آتا تھا - آپ کو چہرہ مبارک پلٹانے کی ضرورت نہ تھی -

۷- وَرُؤْيَتُهُ فِي الظُّلْمَةِ كَمَا يَرَىٰ فِي الضَّوْءِ -

یعنی آپ کا نور بصر ایسا تھا - کہ جیسے آپ دھوپ میں اشیاء کو دیکھتے تھے ویسے اندھیرے میں بھی آپ کو ہر چیز صاف نظر آتی تھی -

وَكَوْنَ جِسْمِهِ شَفَافًا فَلَمْ يَقَعْ لَهُ ظِلٌّ عَلَى الْاَرْضِ -

یعنی سورج اور چاند میں آپ کا سایہ نہ تھا - کیونکہ آپ کا جسم مطہر نور تھا - اور نور کا سایہ نہیں ہوتا - اس لئے آپ کا سایہ زمین پر واقع نہیں ہوتا تھا -

وَرُؤْيَتُهُ الْبَعِيْدُ كَمَا يَرَى الْقَرِيْبُ -

یعنی آپ کو اللہ تعالیٰ نے رویت کی وہ عظیم طاقت عطا فرمائی ہے - کہ جیسے آپ قریب کی چیزوں کو دیکھتے ہیں - ویسے ہی دُور دراز کی اشیاء ما فوق العرش سے لے کر ما تحت الثریٰ تک تمام اشیاء کو برابر دیکھتے ہیں -

كَأَنَّهُ حَاضِرَةٌ عِنْدَهُ صلى الله عليه وآله وسلم -

جیسے آپ کے پاس حاضر موجود ہے۔ مطلب یہ تھا۔ کہ آپ کے لئے قرب و بعد یکساں ہیں۔ آپ اپنے مقام اعلیٰ و ارفع سے ہر شئے کو دیکھتے ہیں۔

سوال :-

دلائل قطعیہ اور اخبار متواترہ کی وجہ سے ہم نے مان لیا۔ کہ حضور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حالت حیات مطہرہ میں قریب و بعید کو یکساں دیکھتے ہیں۔ یعنی بُعدِ اکناف کائنات وظلمات آپ کی نگاہِ مطہرہ کے لئے حجاب نہ تھے۔ لیکن رحلت فرمانے کے بعد آپ کا تعلق دنیا سے منقطع ہوا۔ اس لئے اب نہیں دیکھتے۔

جواب :-

لو صاحب ہم آپ کو دلائل قطعیہ، واضح، بیّنہ سے ثابت کرتے ہیں۔ کہ بعد از رحلت آپ کا تصرف تمام کائنات میں بدرجۂ اکمل ساری و جاری ہے۔ کیونکہ آپ حیات النبیؐ ہیں۔

جن کو خدا تعالیٰ نے اُخروی نعمتیں عطا فرمائی ہیں۔ وہ چار گروہ ہیں۔

جیسے رب تعالیٰ خود فرماتا ہے۔

وَمَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ؕ

پ ۵ - سورہ نساء - ع ۹

کہ جس نے اللہ و رسول کی اطاعت کی۔ تو وہ ان لوگوں کے ساتھ رہیگا۔ کہ جن پر خدا نے انعام کیا۔ اور وہ انبیاء صدیقین، شہدا اور صالحین ہیں۔ اور یہ اچھے رفیق ہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے صراط المستقیم اور علوم کا انعام اوّل انبیاء علیہم السلام کو عطا ہوتا ہے۔ اور پھر ان کا پرتو صدیقین پر پڑتا ہے۔ اور ان کا شہیدوں پر اور ان کا صالحین پر۔ کس لئے کہ خدا تعالیٰ نے انسان کو دو قوتیں عطا فرمائی ہیں۔

ایک قوتِ نظریہ۔ کہ جس سے اشیاء کا علم حاصل ہوتا ہے۔ اس قوت کی تکمیل کی دو صورتیں ہیں۔

ایک انکشاف کہ روح کو نورِ قدس سے وہ صفائی حاصل ہو کہ پھر حجابات اور

ظلمات ادراک حقائق سے مانع نہ آوے۔ اور اس کا قلب عالم غیب کا خزانہ ہو جائے اگر بغیر اکتساب و تعلیم یہ بات اس کو حاصل ہے۔ تو وہ نبی ہے۔ پھر انبیاء کے بھی مراتب متفاوت ہیں۔ اعلیٰ درجہ میں رسول اولوالعزم ہیں۔ اور اُن سب کا سلسلہ ایک شخص کی طرف منتہی ہے۔ کہ جو عالم روحانی میں خداوند تعالیٰ کے ظہور کا اوّل پرتو ہے۔ پھر جو اور مخلوقات ہے۔ سب اُسی کی تفصیلات ہے۔ اور عالم حسی میں وہ سب سے اخیر ہے۔ جس کو حقیقت محمدیہ کہتے ہیں۔ علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

کما قال سعدی شیرازیؒ۔

تو اصل وجود آمدی از نخست ٭ دگر ہرچہ موجود شد فرع تست

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات بابرکات کے اوّل و آخر ہونے کے لئے یہ مثال دی جاسکتی ہے۔

مثلاً

کسی درخت کے تخم کو دیکھئے کہ وہ اس درخت کی اصل ہے۔ پھر اس سے دو پتے نکلتے ہیں۔ یہ ایک مرتبہ تفصیل کا ہوا۔ پھر کسی قدر شاخیں نکالتا ہے یہ دوسرا مرتبہ۔ اس بیج کی تفصیل کا ہوا پھر تمام شاخیں پتے اور پھول پھل نمودار ہوتے ہیں۔ یہ تیسرا مرتبہ تفصیل کا ہوا۔ کہ اس بیج میں جس قدر یہ چیزیں (مجملاً) ودلیعت تھیں۔ سب باہر آگئیں۔ اور تفصیل ہو گئیں۔ پھر بیج سب سے اخیر پھل میں آگیا۔ یہ بیج جو پھل میں نمودار ہوا ہے۔ اگر کسی قدر تعینات کا لحاظ نہ کیا جاوے۔ تو وہی بیج ہے۔ جس سے یہ تمام درخت پیدا ہوا۔ اب دیکھئے۔ یہ بیج سارے درخت سے مقدم بھی ہے۔ اور مؤخر بھی۔ یہی حال حقیقت محمدیہ اور تمام سلسلہ انبیاء کا ہے۔ فافہم جداً

پس چونکہ کل کائنات اُسی کے وجود کے انبساطات ہیں۔ اس لئے جس طرح اپنے وجود کا علم درویت ضروری ہے۔ اسی طرح تمام کائنات کے وجود کا علم درویت ضروری ہے۔ لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تمام علوم کا سرچشمہ ہیں۔

چنانچہ حضورؐ خود ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ مجھ کو تمام اوّلین و آخرین کے علم دیئے گئے

ہیں۔ اور چونکہ بقولِ سعدیؒ

"بنی آدم از علم یابد کمال"

کمال کا اعلیٰ مرتبہ قوۃ علمیہ کی تکمیل ہے۔ اور آپ اس میں سب مخلوقات سے بڑھ کر ہیں۔ لہٰذا آں حضرت سید المرسلین قرار پائے۔

الحاصل :۔ نبی وہ ہے۔ جس کی قوتِ علمیہ انکشافِ الٰہی سے نہایت کمال کو پہنچ جائے۔ اور پھر کسی قسم کی غلطی کا احتمال نہ رہے۔ اور جو لوگ ان کے فیضِ صحبت اور اثر تربیت سے اس درجہ عُلیا کو پہنچتے ہیں۔ ان کو صدیق کہتے ہیں۔ جیسے صحابہ کرام میں ابو بکرؓ اور پھر تابعین اور ان کے بعد اور ہزارہا صدیقین گزرے ہیں۔ جن کے فیوضات و انوار ایک عالم کو منور کر رہے ہیں۔

قُوّتِ نظریہ کی تکمیل کی دوسری صورت استدلالی ہے۔ جس کے تحقیق کرنے کا یہاں موقع نہیں۔

مطولات میں دیکھو۔

دوسری، قوت علمیہ ہے۔ پس جن لوگوں پر انبیاء علیہم السلام اور ان کے صدیقوں کا اثر پڑتا ہے۔ اور اُن کو ثواب اور وعدہ الٰہی کی پوری تصدیق ہو جاتی ہے۔ (گویا یہ اس کے پاس پہنچ گئے ہیں۔) اور اسی وجہ سے اس پر یہاں تک عمل کرنے کو آمادہ ہیں۔ کہ اپنی جان تک سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ (ان کو شہید کہتے ہیں۔) چونکہ انہوں نے اپنی حیاتِ مستعار سے بھی دریغ نہ کیا۔ تو اس کے بدلے میں خدا ان کو حیاتِ ابدی نصیب کرتا ہے۔

جیسے رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أَمْوَاتٌ ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلٰكِنْ لَا تَشْعُرُونَ ۝

جو خدا کی راہ میں قتل کئے گئے ہیں۔ ان کو مردہ نہ کہو۔ بلکہ وہ زندہ ہیں۔ مگر تم کو خبر نہیں۔ (پ ۲ ۔ سورہ بقر ۔ ع ۱۹)

کما قیل

کشتہ گانِ خنجرِ تسلیم را ؎ ہر زماں از غیب جانِ دیگر است

اسی لئے بعد مردن بھی ان کی روح سے امور عجیبہ اور اسرار غریبہ سرزد ہوتے ہیں۔ اگر یہ دونوں قوتیں کمال پر نہیں پہنچیں۔ مگر اس کو حضرات انبیاء سے کمال درجہ کا اتباع ہے۔ تو اس کو صالح کہتے ہیں۔ پس یہ وہ لوگ ہیں۔ کہ جن پر خدائے تعالے نے بالترتیب رحمت کی اور نعمت دی۔ (تفسیر حقانی صفحہ ۳۳۴، ۴۳۴، جلد ۲)

الحاصل :-

فقیر کہتا ہے کہ جب فیوضات اور برکات علوم اور نعمتیں جس قسم کی بھی ہوں۔ اوّلاً رب العزت کی طرف سے انبیاء کرام کو عطا فرمائے جاتے ہیں۔ پھر انبیائے کرام، صدیقین اور شہداء اور صالحین کو ان کے رتبات کے مطابق تقسیم کرتے ہیں۔ اور ان نعمتوں کو بالترتیب تقسیم کرنے میں شہید کا دوسرا درجہ ہے۔ اور حیات جاودانی بھی ان نعمتوں میں سے ایک عظیم نعمت ہے۔ اور شہید کو نصِ قطعیہ سے حاصل ہے اور وہ حیات، دنیاوی حیات سے اعلیٰ وارفع ہے۔ تو لامحالہ یہ نعمت رتبہ کے لحاظ سے صدیقین کو بہت زیادہ عطا فرمایا گیا ہے۔ تو ان کی حیاتِ جاودانی شہیدوں سے کئی درجہ بلند و بالا ہے۔ انبیاء کے پاس تو ان نعمتوں کے ذخائر موجود ہیں۔ تو ان کی حیاتِ مطہرہ میں کیا قیل وقال ہو سکتا ہے۔ فافہم ولاتکن من الممترعین جب حضور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حیات النبی ہیں۔ بلکہ وہ حیات۔ حیات دنیاویہ سے ہزار ہا درجہ اعلیٰ وارفع ہے۔ تو جیسے عالمِ دنیا میں بعدِ اکناف کائنات و ظلمات وغیرہ آپ کی نگاہِ مطہر کے لئے حجاب نہ تھا۔ اسی طرح اب بھی حجاب نہیں اور آپ اپنے مقام اعلیٰ وارفع سے ہر مقام کا علم ورویت رکھتے ہیں۔

کما قیل

ہرگز نہ میرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ؎ ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما

جواب ثانی

رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْۤا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِیْ سَبِیْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝

(پ ۶۔ سورہ مائدہ۔ ع ۶)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو۔ اور اس تک وسیلہ ڈھونڈو۔ اور اس کی راہ میں جہاد کرو۔ تاکہ تم فلاح پاؤ۔

مطلب :-

فقیر کہتا ہے۔ کہ حضور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور قرآن مقدس اور بزرگان دین اور اعمال صالحہ خدا کی طرف وسیلہ ہیں۔ لیکن ان وسائل میں اعلیٰ وسیلہ کونسا ہے۔ حضور کی ذات بابرکات اور بزرگانِ دین اور قرآنِ مقدس سب وسائل سے اعلیٰ درجہ وسیلے ہیں۔ کیونکہ انہیں کے ارشاد اور فیض سے انسان خیرات مبرآت وغیرہ حسنات کی طرف راغب ہوتا ہے۔ اور انہی کی برکت سے خدا تعالیٰ کا طالب اور ہمہ تن جمال جہاں آرا میں محو اور مشغول ہو جاتا ہے۔

طالب کی قسمیں :-

طالب تین قسم کا ہوتا ہے۔

- طالب دنیا
- طالب عقبیٰ
- طالبِ مولیٰ

(پہلے قسم سے ہماری بحث نہیں)

عرفا کرام کے نزدیک جہاد دو قسم ہے۔

(۱) جہادِ اکبر

(۲) جہادِ اصغر

طالبانِ ذات کا جہاد زندگی بھر ہر لحظہ جاری رہتا ہے۔ اور یہ ہے جہادِ اکبر۔ اور اسی جہادِ عظمٰی کو رب تعالیٰ نے وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ میں اشارہ فرمایا ہے۔

انبیاء علیہم السلام باایں ہمہ علوم و مرتبت راتوں رویا کرتے اور آنسوؤں کے موتی اس جمال جہاں آرا کی یاد میں پرویا کرتے تھے۔ صحابہ اور بزرگان دین کی جان کا بیان مشہور ہے۔ اس جملہ مبارک میں طالبان ذات کے بلند مرتبہ کی طرف اشارہ ہے۔

(تفسیر حقانی ص ۲۸ ۔ جلد ۱)

طالبانِ عقبیٰ کا جہاد جو کہ جانی، مالی، بدنی ہوتا ہے۔ ہمیشہ جاری نہیں رہتا۔ جب کبھی ایسا موقع آجاوے۔ تب وہ مجاہد جان، مال بدن کو عقبیٰ کے لئے قربان کرے۔ اور سعادتِ عظمیٰ سے سرفراز ہو جائے۔ یہ جہادِ اصغر ہے۔

اور لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ میں رب تعالیٰ نے طالبانِ عقبیٰ کے مرتبہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ جہاد اکبر کے مفہوم کے سمجھنے کے لئے یہ مثال دی جاسکتی ہے۔

مثلاً

جب جمعہ شریف کا دن اور عیدالاضحیٰ جمع ہو جاویں۔ تو حج اکبر کہلاتے ہیں۔ چونکہ جمعہ شریف کا دن بھی عید المسلمین ہے۔ اور عیدالاضحیٰ بھی عید المسلمین ہے۔ لیکن جب یہ دونوں یوم علیحدہ علیحدہ ہوں۔ تو ان کے حسنات اور برکات بھی علیحدہ علیحدہ ہوتے ہیں۔

مثلاً

سو درجہ حسنات جمعہ شریف کے یوم کے لئے مقرر ہے۔ اور سو درجہ حسنات عیدالاضحیٰ کے یوم کے لئے مقرر ہے۔ تو جب کوئی شخص صرف جمعہ شریف میں نیک عمل کرے تو اس کو صرف وہ سو درجہ حسنات ملیں گے۔ فقط علیحدہ نہیں۔ اور اسی مقدار پر اس کے حسنات متضاعف ہوں گے۔ اور اگر عیدالاضحیٰ جمعہ شریف میں واقع ہو جائے۔ تو پھر عمل کرنے والے کو ۲۰۰ سو درجہ حسنات عطا فرمائے جائیں گے۔ اور اسی مقدار پر حسنات متضاعف ہوں گے۔ تو واحد عمل کرنے والا اور دو عمل کرنے والا کمال میں برابر ہو سکتے ہیں۔؟ نہیں ہرگز نہیں۔ فافہم

الحاصل :-

جب صرف عمل واحد کرنے والا مجاہد اصغر کے لئے حیاتِ جاودانی ثابت وکائن ہے۔ اور مجاہد اکبر جو ہر وقت جہاد فی سبیل اللہ میں مصروف ہے۔ اور موتوا قبل ان تموتوا (مرنے سے پہلے مرچکا ہے) اور اس کے حسنات ہزارہا درجہ اس سے متضاعف ہیں۔ تو لامحالہ یہ ماننا پڑے گا۔ کہ مجاہد اکبر کی حیات ان سے بہت زیادہ اعلیٰ وارفع ہے۔

هٰذَا مَا عِنْدِیْ وَاللّٰہُ اعلم ط

اور نیز رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰہِ وَ لِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاکُمْ لِمَا یُحْیِیْکُمْ ط (پ ۹ سورہ انفال - ع ۳)

(مسلمانو! اللہ اور اس کے رسول کا کہا مانو۔ جبکہ تم کو وہ ایسی بات کی طرف بلادیں۔ جو تم کو حیاتِ جاودانی بخشے۔

اس آیت مبارکہ سے ثابت ہوا۔ کہ صرف قرآن کریم کی بدولت بھی حیاتِ جاودانی نصیب ہوتی ہے۔ کیونکہ قرآن حیاتِ روحانی کا باعث ہے۔

اور نیز رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًا ط

اور نہیں مبعوث کیا ہم نے آپ کو مگر تمام لوگوں کے لئے بشیر اور نذیر۔

(پ ۲۲ - سورہ سبا ع ۳)

اس آیت مبارکہ سے ثابت ہوا۔ کہ حضور تمام لوگوں کے بشیر ونذیر ہیں۔ اور کافہ لوگوں میں وہ لوگ بھی داخل ہیں۔ جو آپ کے رحلت فرمانے کے بعد قیامت تک پیدا ہوں گے۔ تو آپ کی یہ مدد ان کو بھی شامل ہے۔ اور آپ مخلوق کی مدد قیامت تک برابر فرماتے رہیں گے۔

وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ ہ

ترجمہ:- اور نہیں بھیجا۔ ہم نے آپ کو مگر تمام جہان کے لئے رحمت بنا کر۔

(پ ۱۷۔ سورہ انبیاء ۔ ع ۷)

اس آیت مبارکہ سے ثابت ہوا۔ کہ حضور تمام جہان کے لئے رحمت ہیں۔ اور یہ یقینی امر ہے۔ کہ آپ کے رحلت فرما جانے کے بعد بھی جہان موجود ہے۔ تولامحالہ آپ بھی جہان میں باقی موجود ہیں۔ اور مدد فرما رہے ہیں۔

اگر آپ کو باقی موجود نہ مانا جائے۔ تو لازم آئے گا۔ کہ جہان رحمت سے خالی ہو جائے اور یہ محال ہے۔

وَكَانُوْا يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَمَّا جَاۤءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ۔ پ ۱۔ سورہ بقرہ ع ۱۱

(اور بنی اسرائیل کافروں کے مقابلہ میں حضور کے ذریعہ سے فتح کی دعا طلب کرتے تھے۔ پھر جب حضور ان کے پاس تشریف لائے۔ تو انکار کر بیٹھے۔

اس آیت مبارکہ سے ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تشریف لانے سے قبل بھی لوگ آپ کے وسیلہ سے دعائیں مانگتے۔ مددیں طلب کرتے اور دشمن پر ظفر حاصل کرتے تھے۔ تو واضح ہوا۔ کہ حضور علیہ السلام کی مدد واعانت تشریف لانے سے قبل مخلوق کے شامل حال تھی۔ تو بعد میں بھی شامل حال رہے گی۔

حدیث شریف میں ہے۔ ابو یعلی نے حضرت انس رضؓ سے روایت کیا ہے۔ فرماتے ہیں۔

اَلْاَنْبِيَاءُ اَحْيَاءٌ فِيْ قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ۔

حضورؐ فرماتے ہیں۔ کہ سب نبی زندہ ہیں۔ اپنی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں۔

(جذب القلوب، مدارج النبوت وغیرہ معتبر کتابوں کو ملاحظہ کیجئے۔)

نیز حدیث شریف میں عام مومنوں کے متعلق موجود ہے۔

اَلْمُؤْمِنُوْنَ لَا يَمُوْتُوْنَ بَلْ يَنْقَلُوْنَ مِنْ دَارِ الْفَنَاءِ اِلٰى دَارِ الْبَقَاءِ۔

یعنی مومن نہیں مرتے۔ بلکہ وہ نقل مکانی کر لیتے ہیں۔ خراب مکان سے ستھرے مکان

ہیں تشریف لے جاتے ہیں۔ تو جب عام مومن مسلمان کا یہ حال ہوا کہ حیات جاودانی سے حیات ہے۔ (فکیف لحبیبہٖ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔) بے شک حضور شافع یوم النشور حیات حقیقی سے حیات ہیں۔ اور آپ کی مدد و تصرف کائنات میں جاری و ساری ہے۔ اور یہ ہے عقیدہ حقہ۔

اندکے باتو بگفتیم و بدل ترسیدم ٭ کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

واللہ الھادی ٭ اللہ ناصر کل صابر ٭ وباللہ التوفیق

قسم دوم :-

جو آپ کی صفات کے ساتھ متعلق ہے۔ اس کا مثال وذٰلک ما استجمعہ اور وہ کمالات تمام آپ نے جمع فرما دیئے ہیں۔ جیسے صدق، امانت، عفانت شجاعت، عدل، حکمت، فصاحت، سماحت، زہد، تواضع، شفقت علی الامت مصابرت مصاحب رسالت پر۔ مواظبت مکارم اخلاق پر۔ وبلوغ النھایۃ فی العلوم الالٰھیۃ۔

یعنی علوم الٰہی میں آپ سے کوئی ذرہ پوشیدہ نہ تھا۔ اور انتہا تک پہنچ گئے تھے۔ اور استجابت دعاء جیسے حضرت ابن عباس کے لئے آپ نے دعا فرمائی۔

اَللّٰھُمَّ فَقِّھْہُ فِی الدِّیْنِ وَعَلِّمْہُ التَّاوِیْلَ۔

یعنی اے اللہ تعالیٰ حضرت ابن عباس کو فقہ فی الدین میں ممتاز درجہ عطا فرما۔ اور علوم تاویل بھی عطا فرما۔ چنانچہ ایسا ہی ہُوا۔

فَکَانَ بَحْرًا وَ اِمَامًا لِلْمُفَسِّرِیْنَ۔

یعنی علوم کا سمندر آپ کو عطا فرمایا گیا اور آپ امام المفسرین ہو گئے۔

وَدَعَا عَلٰی عُقْبَۃَ بِقَوْلِہٖ اَللّٰھُمَّ سَلِّطْ عَلَیْہِ کَلْبًا مِنْ کِلَابِکَ فَافْتَرَسَہُ الْاَسَدُ۔

یعنی عتبہ ابن ابی لہب نے آپ کے حق میں گستاخی کی حضور نے فرمایا۔

"اے اللہ! اپنے غضب کے کتوں میں سے ایک کتا عتبہ پر مسلط کر"۔ تو ایک سفر میں شیر نے اس کو پھاڑ دیا۔

وَعَلٰی سُرَاقَةَ حِیْنَ لَحِقَهٗ فَسَاخَتْ قَوَائِمُ فَرَسِهٖ۔

یعنی ہجرت کے دوران میں جب صدیقؓ اور حضورؐ دونوں تشریف لے جا رہے تھے۔ تو سراقہ ابن نوفل نے حضور کا تعاقب کیا۔ یہاں تک کہ قریب پہنچ ہی رہا تھا۔ کہ صدیقؓ نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! سراقہ قریب آ رہا ہے حضورؐ نے دعا فرمائی۔ تو سراقہ کے گھوڑے کے پاؤں زمین میں دھنس گئے۔ یعنی زمین نے حضورؐ کے حکم سے گھوڑے کو پکڑ لیا۔ سراقہ نے معافی مانگی۔ حضورؐ نے معاف فرما دیا۔ زمین نے چھوڑ دیا۔ وغیرہ وغیرہ

قسم ثالث :-

جو خارج ہے۔ اور راجع ہے۔ آپ کے افعال کی طرف اس کا مثال جیسے۔ چاند کو دو ٹکڑے کرنا، کنکریوں کا آپ کے دستِ مبارک میں تسبیح پڑھنا۔ حیوانات کا آپ کے ساتھ سلام و کلام کرنا۔ پانی کا آپ کی انگلیوں کے بیچ سے جاری ہونا۔ آپ کی ولادت شریف کی رات تمام روئے زمین کے بتوں کا سجدہ میں گر جانا۔ کسریٰ کے محل کے کنگروں کا گر جانا۔ دھوپ میں بادل کا آپ پر سایہ کرنا۔ درختوں کا اپنی جڑوں سے چلتے ہوئے سلام کے لئے حاضر ہو جانا۔ خشک لکڑی کا آپ کے فراق میں رونا۔ شجر اور حجر کا سلام کرنا۔ بئر حدیبیہ میں پانی کم ہو جانے کے بعد جوش میں آنا۔ اور کثیر اونٹوں اور آدمیوں کو کافی ہو جانا۔ حضرت ابی طلحہ کے واقعہ میں چند روٹیوں کا جن کو ایک انسان کھا سکتا تھا۔ جمِ غفیر کے لئے کافی ہو جانا۔ جو ستر یا اسی آدمی تھے۔ حضرت جابر کے قصہ میں چند روٹیوں سے ایک ہزار آدمیوں کا پیٹ بھرنا۔ بکری کے بھنے ہوئے گوشت نے ظاہر کرنا۔ کہ اس میں زہر ملایا گیا ہے۔

وَغَیْرِ ذَالِکَ مِنَ الْآیَاتِ وَالْمُعْجِزَاتِ۔

جن کو مطولات میں خصوصًا دلائل بیہقی، ابو نعیم، معاجم، طبرانی وغیرہ مطولات میں علماء کرام نے بالتفصیل بیان فرمایا ہے۔

وَاِنْ کُنْتَ طَالِبًا فَلْ یَرْجِعْ اِلَیْھِمْ۔

غیوب قولیہ :۔

جن پر قرآن مقدس مشتمل ہے۔ وہ دو قسم ہے۔

(۱) ماضی

(۲) استقبال میں

(۱) ماضی میں جیسے حضرت موسیٰؑ، فرعون اور حضرت یوسف علیہ السلام کے قصے۔

وَاَمْثَالِھَا مِنْ قِصَصِ الْاَنْبِیَاءِ عَلٰی تَفَاصِیْلِھَا۔

اور ان کے مثل اور انبیاء علیہم السلام کے قصص۔ جن کو آپ نے بالتفصیل بیان فرمایا ہے۔

کما نبہ علیہ قولہ تعالیٰ ذَالِکَ مِنْ اَنْبَاءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهِ اِلَیْکَ۔ (پ ۳۔ سورہ آل عمران ۔ ع ۵)

یعنی یہ جملہ غیب کے واقعات ہیں۔ جن کا ہم نے آپ کو علم دے دیا۔

(۲) استقبال میں۔ یہ غیوب استقبالیہ دو قسم ہے۔

(۱) قسم اول کتاب اللہ سے اور

(۲) قسم دوم سُنّتِ رسول اللہ سے

کتاب اللہ کا مثال :۔

جیسے رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

قُلْ لَئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰی اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ۔ (پ ۱۵۔ سورہ بنی اسرائیل۔ ع ۱۰)

یعنی جن اور انسان تمام دنیا کے جمع ہو جائیں۔ اور ایک دوسرے کی پوری امداد

بھی کریں۔ تو پھر بھی قرآن مقدس کے ایک جملہ کی مانند نہیں بنا سکتے۔ اور نہ ان میں بنانے کی طاقت ہے۔

وقولہ تعالیٰ :۔ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا ۔ پ ۱۔ بقر۔ ع ۳

یعنی اگر تم نہیں لا سکتے اور نہیں بنا سکتے۔ اور یقیناً قیامت تک نہیں بنا سکو گے۔ کیونکہ یہ اللہ کا کلام ہے۔ کسی انسان یا جن کا کلام نہیں۔

وقولہٖ تعالیٰ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ ۔ پ ۲۶۔ فتح۔ ع ۴۔

یعنی البتہ ضرور مسجد حرام میں تم امن امان کے ساتھ داخل ہو جاؤ گے۔ اس حالت میں کہ سروں کو حلق یا قصر کئے ہوئے ہوں گے۔ اور تم پر کوئی خوف وہراس نہ ہو گا۔ وغیرہ ۔ وَكُلُّ ذٰلِكَ فِيْ زَمَنِهٖ صلی اللہ علیہ وسلم

یہ مذکورہ بالا غیوبات قولیہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مطہرہ میں ظہور میں آئے۔

وَمِنْ ذٰلِكَ مَا وَقَعَ بَعْدَهٗ

اور بعض حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے تشریف لے جانے کے بعد ظہور میں آئے جیسے رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

الٓمّٓ غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ ۔

یعنی روم والے قریب کے ملک میں مغلوب ہو گئے۔ اور وہ چند سال میں مغلوب ہونے کے بعد جلد غالب ہوں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ (پ ۲۱۔ روم۔ ع ۱)

وقولہٖ تعالیٰ ۔ وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا ۔

یعنی اللہ تعالیٰ تم سے کثیر غنیمتوں کا وعدہ فرماتا ہے جو ضرور تمہیں حاصل ہوں گے چنانچہ ایسا ہی واقع ہوا (پ ۲۶۔ سورہ فتح۔ ع ۳)

وقولہٖ تعالیٰ (سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ ۔

یعنی عنقریب تم کو ایک سخت لڑنے والی قوم کے ساتھ مقابلہ کرنا ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی واقع ہوا۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو بنی حنیفہ وغیرہ منافقین کے ساتھ سخت مقابلہ کرنا پڑا۔ اور فاروق اعظم کو اہل فارس کے ساتھ سخت مقابلہ کرنا پڑا۔ ان دونوں واقعات میں سے ایک کی طرف اشارہ ہے۔ وَغَیْرُھُمْ مِنَ الْآیَاتِ

(یہاں تک قرآن مقدس کے علوم غیبیہ کی مثالیں دی گئیں۔)

قسم دوم

وہ علوم غیبیہ جو سنت رسول اللہ سے قولاً ثابت ہیں۔ ان کو ہم محل احادیث میں درج کرنے والے ہیں۔ وہاں ملاحظہ کیجئے۔

(اتحاف السادت المتقین صفحہ ۲۰۲ تا ۲۱۰ - جلد ۲)

کجا بود اشہب کجا تاختیم

ہاں ابھی آیت مبارکہ (وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ) کا مضمون بیان کر رہا تھا۔ یہ تو آپ پر عیاں ہوا۔ اور روز روشن کی طرح چمک اٹھا۔ اور ہم نے وہ پردے جو لوگوں کی ناسمجھی کی وجہ سے گمراہی کے سبب بنے ہوئے تھے۔ ہٹا دیئے اور حق کو چمکتے ہوئے سورج کی طرح بے نقاب کر دیا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب پر رحمت فرمائے۔ اور ہدایت نصیب کرے۔ کہ سورج کی ذات میں جس میں ذرہ بھر عیب نہیں عیب لگانے کی کوشش نہ کریں۔ اور اگر عیب لگائیں گے تو مجنوں، دیوانہ اور مخلوط الدماغ متصور ہوں گے۔

واللہ الھادی ؛ وباللہ التوفیق ؛ اللہ ناصر کل صابر

ھُوَ ضمیر کو اگر حضور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات کی طرف راجع کیا جائے۔ تو اس کا تحقیق گزر گیا۔ اور اگر ھُوَ ضمیر کو قرآن مقدس کی طرف راجع کیا جائے تو معنیٰ یہ ہوگا۔ کہ قرآن مقدس غیب بتانے پر بخیل نہیں۔ تو پھر بھی مطلب صاف ہے۔ کیونکہ قرآن مقدس میں جمیع علوم اولین اور آخرین موجود ہیں۔ اور تر و خشک کوئی ایسی چیز نہیں۔ جن کا قرآن کریم

میں ذکر نہ ہو۔ صاف ظاہر ہوا کہ قرآن کریم نے تمام علوم اولین اور آخرین کو احاطہ کر لیا ہے۔ اور کوئی چیز علوم قرآن سے جو ازل سے ابد تک ہے۔ باہر نہیں (قرآن کریم کے جملہ علوم پر حاوی ہونے کے متعلق ہم عنقریب بیان کرنے والے ہیں)

قرآن کریم علوم غیبیہ بتانے پر بخیل نہیں کیونکہ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ ۝ نازل ہوا چونکہ قرآن مقدس سے اولین و آخرین جملہ علوم حضور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاصل ہوئے۔ لہٰذا آپ جملہ علوم اولین اور آخرین کے عالم ہیں۔ اور آپ کے علم و رویت سے کوئی ذرہ پوشیدہ نہیں۔

خُذْ هٰذَا فَاِنَّهٗ اَدَقُّ الدَّقَائِقِ۔

اب ہم وہ احادیث ذکر کرتے ہیں۔ کہ جن سے حضور شافع یوم النشور علیہ التحیۃ والثنا کا عالم غیب ہونا ثابت ہے۔

احادیث :

بخاری شریف میں ہے۔

عن عمر رضی اللہ عنہ قال قام فینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم مُقَامًا فَاَخْبَرَنَا عَنْ بَدْءِ الْخَلْقِ حَتّٰى دَخَلَ اَهْلُ الْجَنَّةِ مَنَازِلَهُمْ وَاَهْلُ النَّارِ مَنَازِلَهُمْ حَفِظَ ذٰلِكَ مَنْ حَفِظَهٗ وَنَسِيَ مَنْ نَسِيَهٗ۔

یعنی حضرت عمرؓ فرماتے تھے کہ ایک جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم میں کھڑے ہو کر ابتدائے آفرینش مخلوقات سے لے کر جنت اور دوزخ میں داخل ہونے تک کے تمام واقعات بیان فرمائے۔ وہ واقعات جن کو یاد رہ گئے۔ یاد رہ گئے۔ اور جو بھول گئے سو بھول گئے۔

مرقات شرح مشکوٰۃ میں ملا علی قادری علامہ عسقلانی اور علامہ طیبی اس حدیث کی شرح میں نقل فرماتے ہیں۔ کہ اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہوا۔ کہ ابتدائے آفرینش سے اخیر تک جملہ واقعات کو بیک وقت ایک جگہ بیان کرنا عظیم معجزہ ہے

وَاللّٰہُ یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِہٖ مَنْ یَّشَآءُ ط

بخاری، مسلم - ابوداؤد بروایت شقیق حضرت حذیفہ ابن الیمان العبسی سے روایت کرتے ہیں - فرماتے ہیں -

قال قام فینا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم مُقَامًا مَاتَرَكَ فِیْہِ شَیْئًا یَکُوْنُ فِیْ مُقَامِہٖ اِلٰی قِیَامِ السَّاعَۃِ اِلَّاحَدَّثَ حَفِظَہٗ مَنْ حَفِظَہٗ وَنَسِیَہٗ مَنْ نَسِیَہٗ -

یعنی حضرت حذیفہ فرماتے ہیں - کہ ایک جگہ حضور صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے ہم میں کھڑے ہو کر قیامت قائم ہونے تک کی جملہ اشیاء کا جو اپنے مقام میں ہیں - ذکر کیا - ان علوم سے جن کو یاد رہا - سو یاد رہا - جو بھول گئے سو بھول گئے -

صحیح مسلم میں حضرت عمرو ابن اخطب انصاری سے روایت ہے - فرماتے ہیں - کہ حضور صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے فجر سے غروب آفتاب تک خطبہ فرمایا -

فَاَخْبَرَنَا بِمَا کَانَ وَبِمَا هُوَ کَائِنٌ فَاَعْلَمُنَا اَحْفَظُنَا -

یعنی مخلوقات شروع ہونے سے آخیر تک جملہ واقعات حضور نے ہم سے بیان کئے - تو ہم میں وہ شخص بڑا عالم ہے - جو ہم سب سے بڑے حافظہ والا ہے -

بخاری، مسلم شریف میں ہے -

مَامِنْ شَیْءٍ لَمْ اَکُنْ اُرِیْتُہٗ اِلَّا رَاَیْتُہٗ فِیْ مُقَامِیْ ھٰذَا

یعنی وہ اشیاء جو میرے دیکھنے میں نہیں آئی - وہ سب میں نے اپنے اس مقام میں دیکھ لیں -

ترمذی شریف میں ہے - حضرت معاذ ابن جبل رضی اللّٰہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں - کہ حضور نے فرمایا - کہ میں نے اللّٰہ رب العزت کو بے تکیف اور بے تحدید دیکھا - اور اللّٰہ تعالیٰ نے اپنے ید قدرت کو میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھا - تو میں نے اس کی ٹھنڈک کو اپنے سینہ میں پایا - اس ہاتھ کے رکھنے سے مجھ کو کیا حاصل ہوا -

فَتَجَلّٰی لِیْ کُلُّ شَیْئٍ وَعَرَفْتُ -

تو مجھ پر ہر ایک چیز روشن ہو گئی - اور میں نے اکمل طریق سے پہچان لی -

دیگر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے - اور اس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد بھی ہے -

فَعَلِمْتُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ -

یعنی جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے - سب علم مجھے دیا گیا - اور میں نے جان لیا -

اور دوسری روایت میں ہے -

فَعَلِمْتُ مَا بَیْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ -

یعنی جو کچھ مشرق اور مغرب کے مابین ہے - سب کچھ میں نے جان لیا -

اور نیز مسند امام احمدؒ میں معتبر سندوں سے اور شفا قاضی عیاضؒ میں ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے - فرماتے ہیں -

لَقَدْ تَرَکَنَا مُحَمَّد صلی اللہ علیہ وسلم وَمَا یُحَرِّکُ طَائِرٌ جَنَاحَیْہِ فِی السَّمَآءِ اِلَّا ذَکَرَ لَنَا مِنْہُ عِلْمًا -

یعنی حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں - کہ حضورؐ ہم کو اس حالت میں چھوڑ کر تشریف لے گئے - کہ آپ کا یہ حال تھا - کہ اگر آسمان میں کوئی پرندہ پر مارتا - تو اس کا بھی علم ہم سے بیان فرما دیتے تھے - مطلب یہ ہوا - کہ کوئی چیز ایسی نہ تھی - جس کی حضورؐ نے خبر نہ دی ہو -

یہ تو آپ پر روشن ہو چکا کہ حضورؐ شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم حیات النبیؐ ہیں - اس لئے بعد ممات بھی آپؐ کا علم ویسا ہی ہے - جیسا حالتِ حیاتِ مطہر میں تھا - بلکہ ہر ساعت میں آپ کے علم میں اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے -

لا الانہایت

حافظ منذری اور ابن عدی - نے کامل میں روایت کیا ہے - فرماتے ہیں - کہ فرمایا حضورؐ نے

عِلْمِیْ بَعْدَ وَفَاتِیْ کَعِلْمِیْ فِیْ حَیَاتِیْ۔

یعنی میرا علم جیسے زندگی میں ہے۔ ویسا ہی بعد وفات کے رہے گا۔

کتب احادیث میں بکثرت ایسی حدیثیں موجود ہیں۔ جن سے صاف ظاہر ہے کہ حضورؐ کو اللہ تعالیٰ نے اوّلین و آخرین علوم عطا فرمائے ہیں۔ جن کو یہاں جمع کرنے کی گنجائش نہیں۔ اور اگر میں اُن سب احادیث کو جمع کر دوں۔ تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو جائے گی۔ اور اگر میں ہر بات پر دلیل پیش کرتا جاؤں۔ یہاں تک کہ اگر سورج کو بھی آسمان سے اتار کر کسی کے ہاتھ پر رکھ دوں۔ پھر بھی وہ کور باطن۔ جن پر ازل سے نورِ حقیقت نہیں چمکا۔ انہوں نے لَا نُسَلِّمْ کا جواب دینا ہے۔ اور جو اللہ اور اُس کے رسول کے فدائی ہیں۔ اور ازل سے اُن پر نور چمکا۔ لیکن کسی وجہ سے غفلت میں ہیں۔ ان کے لئے اتنا بیان کافی ہے۔

وَقَدْ مَرَّ شَیْئًا مِنْ ذَالِکَ

اور وہ علوم غیبیہ جو سنت رسول اللہ سے ثابت ہیں۔ جیسے حضورؐ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا۔

تُقَاتِلُ بَعْدِیْ اَلنَّاکِسِیْنَ وَالْقَاسِطِیْنَ وَالْمَارِقِیْنَ۔

یعنی آپ کا مقابلہ اور جنگ ہو گا۔ میرے بعد ناکسین، قاسطین، مارقین کے ساتھ۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آپ نے فرمایا۔

تَقْتُلُکَ الْفِئَۃُ الْبَاغِیَۃُ۔

یعنی آپ کی شہادت باغی گروہ کے ہاتھ سے مقرر ہے۔ آپ کو باغی لوگ قتل کریں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

حضورؐ کا ارشاد عالیہ کہ

اَلْخِلَافَۃُ بَعْدِیْ ثَلَاثُوْنَ سَنَۃً۔

یعنی خلافت میرے تشریف لے جانے کے بعد ۳۰ سال تک رہے گی چنانچہ ایسا ہی تھا۔

کسریٰ اور قیصر کی ہلاکت کے متعلق خبر دینا اور ان کے ملک کے زوال کے متعلق اطلاع دینا اور اُن کے خزانے اللہ کے راستہ میں تقسیم کیے جانے کے متعلق خبر دینا۔

وَغَيْرُ ذٰلِكَ مِمَّا هُوَ وَارِدٌ فِي صِحَاحِ الْاَحَادِيْثِ۔

یعنی ان کے علاوہ اور ہزارہا معجزات وغیرہ بات جو صحیح احادیث میں وارد ہیں۔

وان کنت طالباً فل یرجع الیھم۔ (حوالہ مذکور صفحہ ۲۱۰ - جلد ۲)

اگر تمہیں کم علمی کی وجہ سے یا عدم فرصت کی وجہ سے یا دواوین اسلام کے دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے معذورات لاحق ہوں تو میں عنقریب ان احادیث کو جمع کرنے والا ہوں۔ جن سے حضور سراپا نور حبیب کردگار احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم کا عالم غیب ہونا ثابت ہے۔ تاکہ تشنہ لبوں کو تسکین قلبی ہو جائے اور اپنے دینی امور میں کامیابی حاصل کریں۔

واللہ الموفق وعلیہ التکلان

اب میں اللہ کی مدد اور اعانت سے ائمہ کرام اور مقتدائے عظام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے عقائد متبرک ذکر کرتا ہوں۔ تاکہ چمکتے ہوئے چاند کی طرح حق ظاہر ہو جائے۔ اور پھر کسی قسم کا شک و ریب باقی نہ رہے۔

عقائد ائمہ کرام:-

حضور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علوم غیبیہ کے متعلق علامہ شیخ اسماعیل حقی صاحب تفسیر روح البیان کا عقیدہ۔ آپ فرماتے ہیں۔

يَقُولُ الْفَقِيرُ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى اَعْلَمَ حَبِيْبَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَيْلَةَ الْمِعْرَاجِ جَمِيْعَ مَا كَانَ وَمَا سَيَكُوْنُ۔

یعنی فقیر کہتا ہے۔ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شب اسریٰ ما کان وما سیکون جملہ علوم بدرجہ اتم عطا فرمائے ہیں۔

(روح البیان ج ۴ ص ۲۰۲)

علامہ شیخ محمد عبدالحق بخاری محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا عقیدہ
آپ فرماتے ہیں۔

فَقَدْ اَعْلَمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى فِي لَيْلَةِ الْمِعْرَاجِ عِلْمَ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ

یعنی حضور علیہ السلام کو رب العزت نے شب معراج جملہ علوم اولین اور
آخرین بدرجہ اکمل عطا فرمائے ہیں۔

(مدارج النبوت)

علامہ شیخ شنوانی علیہ الرحمۃ کا عقیدہ۔ آپ فرماتے ہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى لَمْ يُخْرِجِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى اَطْلَعَهُ
عَلٰى كُلِّ شَيْئٍ۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر ایک چیز کا علم کلی عطا فرمایا
ہے۔ اور آپ دنیا سے تشریف لے گئے۔ اس حالت میں کہ آپ علوم اولین اور
آخرین کے عالم تھے۔ اور آپ کے علم سے کوئی ذرہ پوشیدہ نہ تھا۔

(جمیع النہایہ)

علامہ شیخ ابن حجر مکیؒ کا عقیدہ۔ فرماتے ہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى اَطْلَعَهٗ عَلَى الْعَالَمِ فَعَلِمَ عِلْمَ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ
وَمَا كَانَ وَمَا سَيَكُوْنُ۔

یعنی حضور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کو رب تعالےٰ نے تمام جہان کا علم دیا۔
اس لئے آپ اولین اور آخرین اور ماکان وما سیکون جملہ علوم کے عالم ہیں۔

(افضل القریٰ لقریٰ ام القریٰ)

علامہ شیخ شہاب خفاجی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا عقیدہ۔ فرماتے ہیں۔

ذكر العراقى فى شرح المهذب انه صلى الله عليه وسلم عُرِضَتْ عَلَيْهِ
الْخَلَائِقُ مِنْ لَدُنْ اٰدَمَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اِلٰى قِيَامِ السَّاعَةِ فَعَرَفَهُمْ
عُلِّمَهُمْ كَمَا عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَاءَ)

یعنی شرح مہذب میں علامہ عراقی نے ذکر کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔
"کہ حضور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم پر آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت قائم ہونے تک جملہ مخلوقات کو پیش کیا گیا۔ تو حضورؐ نے سب کو پہچان لیا۔ جیسے حضرت آدم علیہ السلام کو کل اشیاء کے اسماء سکھائے گئے تھے۔

(نسیم الریاض شرح شفا امام قاضی عیاض العلامہ خفاجیؒ)

علامہ امام شرف الدین بوصیریؒ کا عقیدہ۔ فرماتے ہیں۔
فَاِنَّ مِنْ جُوْدِكَ الدُّنْيَا وَضَرَّتَهَا ٭ وَمِنْ عُلُوْمِكَ عِلْمَ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ
آپ موجودات پر فیضان وجود اور ہر نعمت ظاہری و باطنی میں واسطہ ہیں۔ اور آپ کو اللہ نے اس قدر علم دیا ہے۔ کہ لوح و قلم کا علم آپ کے علم کی ایک جزء ہے۔

(قصیدہ بردہ شریف)

علامہ شیخ عبدالحق حقانی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ۔ فرماتے ہیں۔
"پس چونکہ کل کائنات اس کے وجود کے انبساطات ہیں۔ اس لئے جس طرح اپنے وجود کا علم ضروری ہے۔ اُن کا بھی ضروری ہے۔ اس لئے تمام علوم کا سرچشمہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ چنانچہ خود بھی ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ مجھ کو تمام اولین و آخرین کے علم دیئے گئے ہیں۔"

(تفسیر حقانی صـ۲۱ جلد ۲)

حضرت علامہ سید محمد ابن محمد الحسینی الزبیدی الشہیر بمرتضیٰ رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ فرماتے ہیں۔
وَالْاَنْبِيَاءُ اِذَا بَلَغُوْا مَعَ اَجْسَامِهِمْ اِلٰى عَالَمِ الْمَلَكُوْتِ فَقَدْ بَلَغُوْا مَبْلَغَ الْاَقْصٰى وَاَشْرَفُوْا عَلٰى جُمْلَةٍ مِنْ عُلُوْمِ الْغَيْبِ۔
یعنی انبیاء علیہم السلام جس وقت عالم ملکوت میں بلند مقامات پر پہنچ جاتے ہیں یعنی انتہائی درجہ کمال پر فائز ہو جاتے ہیں۔ تو اُن کو اللہ تعالیٰ جُملہ علوم غیبیہ عطا فرماتا ہے کیونکہ علوم غیبیہ ان کے رتبات کے مقابلہ میں وجہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے قرب خاص میں

عطا فرمائے ہیں۔) ایک ادنیٰ چیز ہے۔ اس لئے وہ ان علوم غیبیہ کے عالم ہو جاتے ہیں۔

(اتحاف السادۃ المتقین صفحہ ۵۲۵ جلد ۴۔ مصری۔)

شیخ ابو العباس احمد بن علی القسطلانی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ۔ فرماتے ہیں۔

(قد قال علماءنا لا فرق بين موته و حياته صلى الله تعالىٰ عليه وسلم في مشاهدته لامته ومعرفته باحوالهم ونياتهم وعزائمهم وخواطرهم وذالك جلى عنده لا خفاء به۔)

یعنی ہمارے علماء کرام ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مشاہدہ میں حیات اور ممات میں کوئی فرق نہیں۔ ہر حالت میں آپ اپنی امت کے احوال و ارادات نیات و خطرات وغیرہ جملہ حالات کو پہچانتے ہیں۔ اور ان کے جملہ احوال آپ پر صاف ظاہر ہیں۔ ذرہ بھر پوشیدہ نہیں۔ (مواہب لدنیہ)

علامہ شیخ ابراہیم باجوری شارح قصیدہ بردہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا عقیدہ۔ فرماتے ہیں۔

لم يخرج النبي صلى الله عليه وسلم من الدنيا الا بعد ان اعلمه الله تعالىٰ بهذه الامور اى الخمسة۔

یعنی علمائے کرام اور محققین عظام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے تحقیق فرمایا ہے کہ حضور کو اللہ تعالیٰ نے جمیع علوم ما کان و ما سیکون بدرجہ اتم عطا فرمائے ہیں۔ اور غیوبات خمسہ جو اس آیت مبارکہ میں ہیں۔

(ان الله عنده علم الساعة الآية۔)

تو محققین علماء کرام کے نزدیک اللہ نے نہیں اٹھایا اپنے حبیب کو دنیا سے مگر اس حالت میں کہ آپ کو غیوبات خمسہ وغیرہ (جملہ علوم) عطا فرما دیئے۔ یہاں تک کہ آپ کے علم سے کوئی چیز چھپی نہ رہی۔

(شرح قصیدہ بردہ لابراہیم باجوری)

غیوبات خمسہ کی تشریح عنقریب ہونے والی ہے۔

مؤلف فقیر ابو الفیض وابو محمد حبیب الرحیم بن قاضی امیر عبد اللہ بن قاضی نصر اللہ بن قاضی محمد فضائل فاروقی مجددی قادری نعمانی زاد اللہ حبہ فی معرفتہ کا عقیدہ۔
فقیر کہتا ہے۔
"کہ رب تعالیٰ نے حضور سراپا نور حبیب کردگار احمد مختار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علوم اولین وآخرین جملہ علوم غیبیہ بدرجہ اتم عطا فرمائے ہیں۔
کیونکہ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔
وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى۔
یعنی میرا حبیب نہیں بولتا اپنی مرضی سے۔ بلکہ یہ تو حکم ہے جو اس کو ہماری طرف سے دیا جاتا ہے"۔
حضور سراپا نور نورٌ علیٰ نور صلی اللہ علیہ وسلم خود ارشاد فرماتے ہیں۔
"کہ رب تعالیٰ نے مجھ کو تمام اولین اور آخرین کے علم عطا فرمائے ہیں۔ جب آپ اپنی مرضی سے نہیں بولتے تو یہ بولنا اور ظاہر فرمانا اللہ تعالیٰ کا بولنا اور ظاہر فرمانا ہوا۔ تو صاف ظاہر ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اولین وآخرین جملہ علوم کے عالم ہیں۔

الحاصل

جملہ اہل سنت والجماعت کا یہ متفقہ عقیدہ ہے۔ بلکہ جزو لاینفک ہے اسی عقیدہ حقہ پر جملہ علماء کرام اور اولیاء عظام مثلاً امام غزالیؒ، امام شافعیؒ، امام اعظمؒ غوث اعظم وغیرہم من العلماءؒ والاولیاءؒ گزرے ہیں۔
اگر حضور سراپا نور حبیب رب العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم کے علم غیب وغیرہ کمالات کے متعلق میں ان سب کے عقائد نقل کروں۔ تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو جائے گی۔ مگر میری غرض اختصار ہے۔ اس لئے ان مذکورہ بالا بزرگان دین کے عقائد مع حوالہ کتب پر اکتفا کرتا ہوں۔
واللہ الھادی، وما توفیقی الا باللہ علیہ
توکلت والیہ انیب

تحقیق المقام :-

فقیر راقم عزیزانِ اسلام کی خدمت میں ملتمس ہے۔ کہ قطع نظر افراط و تفریط سے میں حق مسلک آپ صاحبان کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔ میں کسی فریق کے ساتھ تعلق نہیں رکھتا۔ میرا ایمان محض تقلیدی نہیں۔ بلکہ بنور الیقین اور بالمشاہدہ ہے۔ لہٰذا آج سے تیرہ سو سال قبل کے عقائد حقہ آپ کے سامنے پیش کر رہا ہوں۔ کیونکہ بناءِ اسلام انہی عقائد حقہ پر ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو حسد بغض عناد نفاق کے عظیم دلدلوں سے رہائی نصیب کرے۔ اور صراط مستقیم جس میں ذرہ بھر راہ گم کردگی کا خطرہ نہیں۔ عنایت فرمائے۔

شیخ سعدیؒ شیرازی فرماتے ہیں۔

خلافِ پیغمبر کسے رہ گزید ❁ کہ ہرگز بمنزل نہ خواہد رسید

ڈاکٹر محمد اقبالؒ فرماتے ہیں۔

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دین ہمہ اوست ❁ اگر باو نہ رسیدی تمام بولہبیست

اور وہ صراط المستقیم ہمیں کن بزرگوں سے حاصل ہوگا۔ جن کا ایمان محض تقلیدی یا استدلالی نہ ہو۔

مولانا رومؒ فرماتے ہیں۔

پائے استدلالیاں چوبین بود ❁ پائے چوبین سخت بے تمکین بود

بلکہ ان کا ایمان بنور الیقین اور بالمشاہدہ ہو۔

کما قال امام غزالیؒ

اَلْاِیْمَانُ ثَلَاثُ مَرَاتِبَ اَلْاُوْلٰی اِیْمَانُ الْعَوَامِ وَھُوَ اِیْمَانُ التَّقْلِیْدِ الْمَحْضِ، وَالثَّانِیَۃُ اِیْمَانُ الْمُتَکَلِّمِیْنَ وَھُوَ مَمْزُوْجٌ بِنَوْعِ اِسْتِدْلَالٍ وَالثَّالِثَۃُ اِیْمَانُ الْعَارِفِیْنَ وَھُوَ الْمُشَاھَدَۃُ بِنُوْرِ الْیَقِیْنِ ۝

یعنی ایمان کے تین مراتب ہیں۔

(۱) ایمان عوام

(۲) ایمان متکلمین
(۳) ایمان عارفین

عوام مقلد محض ہوتے ہیں۔ اور متکلمین کا ایمان محض استدلالی ہوتا ہے۔ ان دونوں قسموں کے ایمان میں ضعف ہے۔ اور عارفین کے ایمان کامل، بالیقین اور بالمشاہدہ ہوتے ہیں۔ اور صراط المستقیم بھی ان ہی سے حاصل ہوتا ہے۔
مشاہدہ کرنے والوں کا عقیدہ یہ ہے۔ کہ حضور علیہ السلام اوّلین اور آخرین جملہ علوم کے عالم ہیں۔ اور آپ کے علم سے کوئی ذرّہ پوشیدہ نہیں۔
فقیر کہتا ہے۔ ع

لوح محفوظ است پیش اولیا

لوح محفوظ اولیاء کرام کے سامنے ہے۔

کما قال امام غزالیؒ

تَهِبُ رِيَاحُ الْاِلْطَافِ، فَتَنْكَشِفُ عَنْ اَعْيُنِ الْقُلُوْبِ فَتَجَلّٰى لَهَا مَاهُوَ مَسْطُوْرٌ فِي اللَّوْحِ الْمَحْفُوْظِ۔

یعنی رب تعالیٰ کی طرف سے لطف، کرم عطا کی ہوائیں اولیاء کرام کے قلوب پر چلتی ہیں۔ تو تمام حجابات اور پردے دل کی آنکھوں سے دور ہو جاتے ہیں۔ اور اُن کا نور سورج کے نور سے بڑھ جاتا ہے۔ تو پھر رتبات کے مطابق کل یا بعض لوح محفوظ عیاناً سامنے نظر آتی ہے۔ اور جو کچھ اس میں ہوتا ہے۔ اس کا علم حاصل ہو جاتا ہے۔

(اتحاف السادات المتقین صفحہ نمبر ۱۲۱ - جلد ۱)

شیخ الکبیر عارف باللہ ابی عثمان مغربی رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں۔
اَلْعَارِفُ بِاللّٰهِ تَضِيْئُ لَهٗ اَنْوَارُ الْعِلْمِ فَيَنْظُرُ بِهَا عَجَائِبَ الْغُيُوْبِ۔

یعنی اللہ رب العزت کی طرف سے عارف باللہ کو علم الاسرار عطا فرمایا جاتا

ہے۔ تو اس علم کے نور سے وہ عارف عجائبات و غرائبات غیب مشاہدہ کرتا ہے جیسا کہ اس کے پاس حاضر ہے۔

کما قیل۔

لِلْعَارِفِيْنَ قُلُوْبٌ يَعْرِفُوْنَ بِهَا: نُوْرَ الْإِلٰهِ بِسِرِّ السِّرِّ فِي الْحُجُبِ

اور شیخ ابو العباس حرار رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں۔

"کہ میں نے حضرت شیخ حامد رضی اللہ عنہ کے مریدوں کو جو کہ تعداد میں ۳۰۰ تھے اور تمام اہل کشف تھے۔ اور تمام کم و بیش ۱۵ سال کی عمر کے تھے۔ دیکھا۔ ایک دن شیخ نے اپنے ایک خادم کو میرے پاس بھیجا۔ میں خادم کے ساتھ شیخ کے پاس چلا گیا۔ اس حالت میں کہ شیخ اپنے دوستوں کے ساتھ گفتگو میں مصروف تھا۔ جب میں مجلس میں جا کر بیٹھا۔ تو شیخ کھڑا ہوا۔ اور میرے اعضاء کو میرے بدن سے جدا کرنا شروع کیا۔ اور زمین پر ڈالتا گیا۔ اور میں اپنے متفرق اعضاء کو زمین پر دیکھ رہا تھا۔ یہاں تک کہ میرے جسم کو جدا جدا کر دیا۔ پھر از سر نو میرے جسم کو جوڑنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ میرے دماغ تک پہنچ گیا۔

ثُمَّ قَالَ لِيْ قَدِ اسْتَغْنَيْتُكَ فَسَافِرْ إِلٰى بَلَدِكَ۔

یعنی شیخ نے مجھ سے ارشاد فرمایا۔ کہ اب میں نے تم کو غنی کر دیا (یعنی کامل کر دیا۔) اب اپنے ملک کو واپس چلا جا۔

شیخ ابو العباس فرماتے ہیں۔

فَلَمَّا خَرَجْتُ مِنْ بَيْنِ يَدَيِ الشَّيْخِ اِنْكَشَفَ لِيَ الْعَالَمُ الْعُلْوِيُّ كَشْفًا بِحَيْثُ لَا يَحْجُبُ عَنِّيْ مِنْهُ شَيْءٌ۔

یعنی جب میں شیخ کے سامنے سے رخصت ہوا۔ تو تمام عالم ملکوت مجھ پر منکشف ہوئے۔ کشف کی طاقت اتنی زیادہ عطا فرمائی گئی۔ کہ عالم ملکوت میں مجھ سے کوئی چیز پوشیدہ نہ رہی۔

فقیر کہتا ہے۔

"عالم ملکوت میں لوح محفوظ بھی ہے تو لوح محفوظ کے علوم بھی عارف کامل پر منکشف ہو گئے" دیکھا آپ نے یہ ہے ولی اللہ کی شان۔

وللہ در القائل

قُلُوبُ الْعَارِفِينَ لَهَا عُيُونٌ ∴ تَرَىٰ مَا لَا يَرَاهُ النَّاظِرُونَا

وَأَلْسِنَةٌ بِسِرٍّ قَدْ تُنَاجِي ∴ تَغِيبُ عَنِ الْكِرَامِ الْكَاتِبِينَ

وَأَجْنِحَةٌ تَطِيرُ بِغَيْرِ رِيشٍ ∴ فَتَأْوِي عِنْدَ رَبِّ الْعَالَمِينَا

وَتَرْعَىٰ فِي رِيَاضِ الْقُدْسِ طَوْرًا ∴ وَتَشْرَبُ مِنْ بِحَارِ الْعَارِفِينَا

عِبَادٌ قَاصِدُوا بِالسِّرِّ حَتَّىٰ ∴ دَنَوْا مِنْهُ وَصَارُوا وَاصِلِينَا

(روضۃ الریاحین صفحہ ۱۶، ۲۷۱ - للامام ابی محمد عبداللہ بن اسعد الیافعی الیمنیؒ)

نیز امام یافعی فرماتے ہیں۔

"ایک شیخ معظم کبیر المعروف بمُفرّج رضی اللہ عنہ کو ان کے ایک دوست نے یوم عرفہ میں عرفات کی پہاڑی پر دیکھا۔ اور دوسرے دوست نے اپنے ملک میں اسی روز صبح سے شام تک اپنے گھر بیٹھے ہوئے دیکھا۔ پھر ان دونوں صاحبوں نے آپس میں بات کی۔ اور دونوں میں جھگڑا پڑ گیا۔ کیونکہ دونوں اپنے اپنے علم کو علم الیقین جانتے تھے۔ دونوں نے حلف اٹھایا۔ کہ اگر میں اپنی بات میں صادق نہیں ہوں۔ تو میری عورت مجھ پر طلاق ہو۔ آخر الامر یہ جھگڑا شیخ کے سامنے پیش ہوا۔

فَأَقَرَّهُمَا عَلَىٰ حَالَتِهِمَا۔

تو شیخ نے دونوں کو اپنی اپنی حالت پر چھوڑ دیا۔ یعنی شیخ نے ارشاد فرمایا۔ کہ تم دونوں اپنے اپنے دعویٰ میں سچے ہو۔ اور تم حانث نہیں ہو۔

علامہ شیخ صفی الدین ابن ابی المنصور مجلس میں تشریف فرما تھے۔ عرض کی حضور یہ حکم آپ نے کیسے فرمایا۔ حالانکہ اس قضیہ میں اگر ایک صادق ہے۔ تو دوسرا ضرور کاذب ہے۔ مگر آپ دونوں کو صادق فرما رہے ہیں۔ شیخ نے فرمایا۔ علامہ صاحب آپ اس قضیہ کی توضیح عام مجلس میں کروانا چاہتے ہیں۔ حالانکہ یہ امر اسرار ہے۔ عام مجلس میں ظاہر

کرنے سے رب تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔

علامہ صاحب فرماتے ہیں۔ جب شیخ نے یہ الفاظ مبارک بیان کئے تو مسئلہ... کی نوعیت مجھ پر فوراً عیاں ہوئی تو شیخ میری طرف متوجہ ہوا۔ اور فرمایا۔ اس مسئلہ کی حقیقت ظاہر کرو۔

فَقُلْتُ اَلْوَلِیُّ اِذَا تَحَقَّقَ فِیْ وِلَایَتِہٖ وَتَمَکَّنَ مِنَ التَّصَرُّفِ فِیْ رُوْحَانِیَّتِہٖ یُعْطِیْ مِنَ الْقُدْرَۃِ فِی التَّصَوُّرِ فِیْ صُوَرٍ عَدِیْدَۃٍ فِیْ وَقْتٍ وَّاحِدٍ فِیْ جِہَاتٍ مُتَعَدِّدَۃٍ۔

یعنی علامہ صاحب نے ارشاد فرمایا۔

"ولی جس وقت ولایت کے انتہائی درجوں پر فائز ہوجاتا ہے۔ اور اس کا جسم روح سے بھی لطیف ہوجاتا ہے۔ تو رب تعالیٰ کی طرف سے اس عارف کو اتنی زبردست طاقت دی جاتی ہے۔ کہ ایک وقت میں متعدد مقاماتوں میں متعدد صورتوں میں دکھائی دیتا ہے۔ اس لئے یہ دونوں اپنے اپنے دعویٰ میں سچے ہیں۔ اور دونوں میں سے کوئی بھی حانث نہیں۔ تو شیخ نے فرمایا۔ ھذا ھوا لصحیح یعنی اس مسئلہ کا یہی مفہوم ہے۔ اور یہ تحقیق جو تم نے کی بالکل درست ہے۔

دیکھا۔ آپ نے یہ ہے۔ ولی اللہ کی طاقت کہ وقت واحدہ، آن واحدہ میں مقامات متعددہ میں صورِ متعددہ میں موجود ہونا ثابت ہے۔ تو وہاں کی اشیاء کا علم اور سامنے ہونا بھی ثابت و متحقق ہے۔ (روضۃ الریاحین ص۳۳۳)

جیسے حدیث معراج میں موجود ہے۔ فرمایا حضور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں نے موسیٰ علیہ السلام کو شبِ اسریٰ قبر میں نماز پڑھتے دیکھا۔ اور بیت المقدس میں حضور کے ساتھ موسیٰ علیہ السلام نے نماز باجماعت ادا کی۔ نیز حضور فرماتے ہیں۔ کہ ساتویں آسمان پر موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ میری طویل گفتگو ہوئی۔

یہاں یہ شبہ پیدا نہیں ہو سکتا۔ کہ شاید حضورؐ نے انبیاء کی روحوں کو دیکھا ہو کیونکہ حدیث شریف میں صاف الفاظ موسیٰ، آدم، عیسیٰ موجود ہیں۔ یعنی روح مع الجسد

کے متعلق ارشاد فرمایا ہے ہیں۔ صرف روح کے متعلق نہیں۔

(الیواقیت والجواہر صفحہ ۳۳ جلد ۲)

اس حدیث سے ثابت ہوا۔ اور روزِ روشن کی طرح عیاں ہوا۔ کہ متجرد ہستیاں اپنی روحانی طاقت سے آن واحدہ اور وقتِ واحدہ میں صورِ متعددہ کے ساتھ مقاماتِ متعددہ میں موجود ہوتے ہیں۔ تو اسی معنیٰ پر عالم، حاضر، ناظر، ہوتے ہیں۔

امام ابوحامد غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علینا وعلیہ ارشاد فرماتے ہیں۔

مَنْ اِرْتَفَعَ الْحِجَابُ بَیْنَہٗ وَبَیْنَ قَلْبِہٖ تَجَلّٰی لَہُ الْمُلْکُ وَالْمَلَکُوْتُ فِیْ قَلْبِہٖ فَیَرَاجَنَّۃً عَرْضُھَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ۔

یعنی عارف کامل کے قلب سے جب ذکر و فکر کی وجہ سے حجابات ہٹا دیئے جاتے ہیں۔ تو تمام ملک اور ملکوت عیاناً سامنے نظر آجاتے ہیں۔ یہاں تک کہ جنت جس کی فراخی آسمانوں اور زمینوں کی مانند ہے نظر آتی ہے۔ یعنی اس عارفِ ربانی پر تمام اشیاء جو آسمانوں زمینوں اور جنت میں ہیں۔ منکشف ہوجاتی ہیں۔ ان کے مشاہدہ میں کوئی چیز مانع نہیں ہوتی۔

نیز امام ابوحامد غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وعلینا ارشاد فرماتے ہیں۔

مَنْ عَوَّدَ نَفْسَہٗ الْفِکْرَ فِیْ جَلَالِہٖ وَعَظْمَتِہٖ وَمَلَکُوْتِ اَرْضِہٖ وَسَمَائِہٖ صَارَ ذَالِکَ الَّذِیْ کُلَّ نَعِیْمٍ فَلَذَّۃٌ ھٰذَا فِیْ عَجَائِبِ الْمَلَکُوْتِ عَلَی الدَّوَامِ اَعْظَمُ مِنْ لَذَّۃِ مَنْ یَّنْظُرُ اِلٰی اَثْمَارِ الْجَنَّۃِ وَبَسَاتِیْنِھَا بِالْعَیْنِ الظَّاھِرَۃِ ھٰذَا حَالُھُمْ وَھُمْ فِی الدُّنْیَا فَمَا الظَّنُّ بِھِمْ عِنْدَ اِنْکِشَافِ الْغِطَاءِ فِی الْعُقْبٰی۔

یعنی ذکر اور فکر سے انسان اپنے وجود کو یہاں تک صاف کر لے کہ سوائے جمالِ جہاں آرا کوئی چیز اس کے قلب میں نہ سمائے۔ تو وہ انسان عارف باللہ ہوجاتا ہے۔ اس عارف کو رب تعالیٰ کی طرف سے ایک عظیم نورانی طاقت عطا فرمائی جاتی ہے۔ جس طاقت سے اللہ تعالیٰ کی عظمت اور جلال اس کے آسمانوں اور زمینوں میں بالمشاہدہ

دیکھتا ہے۔ اور یہ مشاہدہ اس عارف کے ہاں تمام نعمتوں سے عظیم تر نعمت ہے۔ تو عجائبات اور غرائبات اور انعامات اور انوار رب تعالیٰ کا مشاہدہ ظاہری آنکھوں سے دار دنیا میں علی الدوام اس عارف کے لئے ایک لذیذ اور عظیم نعمت ہے۔ بہ نسبت اس شخص کے جو جنت کے باغات، جنت کے پھل و پھولوں کا ظاہری آنکھوں سے مشاہدہ کرتا ہو۔ یعنی جنت کی تمام نعمتوں کا مشاہدہ اس مشاہدہ کے مقابلہ میں ہیچ ہے۔ تو جب اس عارف ربانی کی طاقتِ روحانی کے مشاہدہ اور پروازِ علم کی دارِ دنیا میں یہ حالت ہو کہ تمام اشیاء اُس کی نظروں کے سامنے ہیں۔ تو عالمِ عقبیٰ میں جب بالکل بدرجہ اکمل تمام پردے ہٹائے جائیں گے۔ اور کوئی حجاب ظلمانی یا نورانی میں سے باقی نہیں رہیں گے۔ تو پھر وہاں ان کے علم و مشاہدہ میں کیا قیل و قال ہو سکتی ہے۔ فافہم۔

(اتحاف السادت المتقین صفحہ نمبر ۲۱، ۲۳ جلد ۱)

فقیر کہتا ہے۔ کہ جس انسان کو اللہ تعالیٰ علم مکاشفہ عطا فرما دے۔ تو وہ انسان تمام علوم کا عالم ہو جاتا ہے۔ اور عیاناً تمام اشیاء کا مشاہدہ کرتا ہے۔ اور اُس کی نگاہ کے لئے ظلمات، جنگلات، پہاڑ وغیرہ کوئی مانع نہیں ہوتی۔ اس کی نگاہ تمام مجسّم اشیاء سے ایسی گزر جاتی ہے۔ جیسے شیشہ سے نگاہ آرپار ہو جاتی ہے۔ اور شیشہ اس نگاہ کے لئے مانع نہیں ہوتا۔

امام ابو حامد غزالیؒ ارشاد فرماتے ہیں۔

"کہ علم مکاشفہ حاصل ہونے کے بعد تمام اشیاء کی حقیقت عیاں ہو جاتی ہے۔ اور تمام اشیاء بالمشاہدہ نظر آتی ہیں۔ پھر ان اشیاء کے حقائق میں ذرہ بھر شک و شبہ باقی نہیں رہتا۔ بلکہ حق الیقین حاصل ہو جاتا ہے۔ جیسے فرماتے ہیں۔

نَعْنِیْ بِعِلْمِ الْمُکَاشَفَۃِ اَنْ یَّرْتَفِعَ الْغِطَاءُ وَیَنْکَشِفَ الْحِجَابُ الظُّلْمَانِیُّ ثُمَّ النُّوْرَانِیُّ حَتّٰی یَتَّضِحَ عِنْدَہٗ مَا ھُوَ الْحَقُّ اِتِّضَاحًا یَجْرِیْ مَجْرَی الْعِیَانِ فِی الْمُشَاھَدَۃِ الَّذِیْ لَا یَشُکُّ فِیْھَا وَلَا یَمْتَرِیْ وَھُوَ

مَرْتَبَۃ حَقُّ الْیَقِیْن ؁

یعنی علم مکاشفہ کیا ہے۔ یہ کہ تمام ظلمانی پردے ذکر و فکر کے صیقل سے روشن کیے جائیں پھر نورانی پردوں کو بھی اسی معنی پر دور کیا جائے۔ یہاں تک کہ کوئی پردہ ظلمانی یا نورانی باقی نہ رہے۔ جب کوئی پردہ باقی نہ رہا۔ تو حق خود بخود عیاناً بلاحجاب بالمشاہدہ سامنے نظر آئے گا۔ اور کسی چیز کی حقیقت کے پہچاننے میں کوئی شک وشبہ باقی نہیں رہے گا یعنی ہر ایک چیز کی حقیقت اور ماہیت۔ ترکیب غرض و غایت وغیرہ وغیرہ ہر ایک حالت کا علم اکمل حاصل ہو جائے گا۔ اور یہ مرتبہ حق الیقین کا ہے۔ جو انبیاء کرام اور اولیائے کرام کا خاصہ ہے۔

دیکھا۔ آپ نے حق الیقین کے درجہ میں اولیاء کرام سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہوتی اور ہر ایک چیز کا علم و رویت رکھتے ہیں۔

مثلاً

ساتوں زمینوں میں رب تعالیٰ نے کیا پیدا فرمایا ہے۔ اور اس مخلوق پر کون سے احکام نافذ ہیں۔ اور اُن کی طبعیتیں کیا ہیں۔ اور اس بات کا علم کہ ملائک پر کون سے احکام نافذ ہیں۔ اور وہ آسمان میں کون کون سے مقام میں رہتے ہیں۔ اور اس بات کا علم کہ آسمان کتنے ہیں۔ اور کرہ فی خیمہ یا خیمہ فی کرہ کے انداز سے پیدا کئے گئے ہیں۔ او تشبیہ ذالک۔ اور زمین ساکن ہے۔ یا گھومتی ہے۔ اور ستارے آسمان میں مرکوز ہیں۔ اور آسمان کے دوران سے گردش کرتے ہیں۔ یا آسمان ساکن ہے اور ستارے گردش کرتے ہیں (آسمان میں) وغیرہ وغیرہ۔ اور مشیت الٰہیہ کا علم عدم خلاف فی الوعدہ میں دون الوعید حالانکہ نص قطعیہ وارد ہیں۔ کہ کافر ہمیشہ ہمیشہ کیلئے جہنم میں رہینگے۔ اور اعمال صالحہ کا علم جو انسان سے سنداً سرزد ہوتے ہیں۔ اور رویت اللہ تعالیٰ کا علم دنیا اور عقبیٰ میں انسان کے لئے کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔ حالانکہ انسان علامت لیتی ہوتا ہے۔ اور اس امت مرحومہ سے کتنے لوگ عذاب دیئے جائیں گے۔ دنیا اور آخرت میں یا صرف آخرت میں۔ اور الہام کا علم کہ رب تعالیٰ کی طرف سے کیسے قلب میں القا ہوتا ہے

اور اخذ کیا جاتا ہے۔ اور ملائک کا علم کہ رب تعالیٰ کے دربار اقدس میں کتنے مؤدب رہتے ہیں۔ اور اس بات کا علم کہ ولی اکمل آن واحدہ وقت واحدہ مقامات متعددہ صور متعددہ بلکہ الف الف مکان میں کیسے نظر آتا ہے۔ اور ارواح مؤمنین کا برزخ میں چھوٹے رہنا اور اپنی مرضی سے جہاں چاہے سیر کرتے رہنا۔ اس کا علم اور دوائر الٰہیہ کا علم اور کتاب کا علم اور وہ کیسے لکھتے ہیں۔ اور ان اعمال کا علم کہ جن سے منطق الطیر حاصل ہو جائے اور اسماء الٰہیہ کا علم اور ہر اسم کے الگ الگ خاصیات کا علم اور قرآن مقدس کے جواہر کا علم اور قلوب الاسرار کا علم اور کشف الٰہیہ کا علم اور کشف شیطانی سے تمیز اور انبیاء کرام کے مقامات کا علم اور مخدورات کا علم اور وہ ایک ہزار اجزا معلوم ہیں۔ اور مقربین عند اللہ کا علم کہ رب تعالیٰ کے دربار میں تمام مخلوق سے مقرب تر کون پھر کون۔ علی الترتیب انسانات۔ حیوانات، جمادات وغیرہ مخلوق میں اور رب تعالیٰ کے جنود کا علم جو کہ آسمانوں اور زمینوں میں ہے۔ اور اُن کے لئے کون کون سے احکام ہیں

فَهٰذِهٖ وَ اَمْثَالُهَا عُلُوْمٌ شَرِيْفَةٌ لَا تَنْكَشِفُ حَقَائِقُهَا اِلَّا لِمَنْ قَذَفَ لَهٗ نُوْرَ الْيَقِيْنِ فِيْ قَلْبِهٖ وَكُلُّ هٰذِهٖ الْعُلُوْمُ دَاخِلَةٌ فِيْ قِسْمِ عِلْمِ الْمُكَاشَفَةِ۔

یعنی مثال کے طور پر جن علوم کا اوپر ذکر کیا گیا ہے یہ اور اُن کے علاوہ اور علوم جن کا بالتفصیل اس مختصر کتاب میں ذکر کرنے کی گنجائش نہیں۔ شریف اور بہترین علوم ہیں۔ یہ علوم اس انسان کو الغاماً عطا فرمائے جاتے ہیں۔ جس کے دل میں نور یقین القا کیا جاوے۔ یعنی جس انسان کو علم مکاشفہ حاصل ہو جاتا ہے۔ وہ ان تمام علوم کا بدرجہ اکمل عالم ہو جاتا ہے۔ کیونکہ یہ تمام علوم علم مکاشفہ کی قسم میں داخل ہیں۔ اور علم مکاشفہ انتہائی علم ہے۔ اور تمام علوم پر حاوی ہے۔

وَذٰلِكَ غَايَةُ الْعُلُوْمِ كُلِّهَا وَاِلَيْهِ تَنْتَهِيْ هِمَمُ الْعَارِفِيْنَ ٥

یعنی علم مکاشفہ ایک انتہائی علم ہے۔ اور عارفین کے ہمم کا انتہا اس علم

کے انتہا تک ہوتا ہے۔ (حوالہ مذکور صفحہ ۱۶۲ تا ۱۶۵ - جلد ۱)

اور جہاں پر عرفا کرام کے علم کی انتہا ہے۔ وہاں سے انبیاء کرام کے علم کی ابتدا ہوتی ہے۔

فقیر کہتا ہے۔ کہ جب وہاں سے انبیاء کرام کے علم کی ابتدا ہوتی ہے تو ان کی انتہا کہاں تک ہوگی۔ اور پھر انبیاء کرام کے مراتب متفاوت ہیں۔ تو ہر ایک بنی کے انتہائی علوم کو حضور جانتے ہیں۔ یہاں تک کہ اخیر میں رب العزت کے بعد حضور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات باقی رہ جاتی ہے

ع بعد از خدا بزرگ توئی قصۂ مختصر

تو حضور کے علوم کی انتہا رب تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ کیونکہ

یَسْتَحِیْلُ اَنْ یَعْرِفَ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم غَیْرُ النَّبِیِّ

یعنی حضور کی صفات کو کوئی نہیں جانتا۔ مگر جب جانے کہ نبی ہو۔ اور اگر نبی آپ کی تمام صفات کو فی الحقیقت بدرجہ اکمل پہچان لے تو وہ نبی دو حالتوں سے خالی نہ ہوگا۔ یا آپ سے علم میں زیادہ ہوگا۔ تب ہی آپ کی تمام صفات پر حاوی ہو گیا ہوگا۔ یا علم میں مساوی ہوگا۔ تب ہی آپ کی صفات پر مطلع ہو گیا ہوگا۔ تو ان دونوں صورتوں میں عظیم استحالہ لازم آتا ہے۔ اس لئے کہ جو نبی آپ سے علم میں زائد ہوگا۔ وہ آپ سے افضل بھی ہوگا۔ اور یہ عقل اور نقل سے باطل ہے۔ اور اگر وہ نبی علم میں آپ کے مساوی ہوگا۔ تو کمال میں بھی مساوی ہوگا۔ تو

یَتَوَقَّفُ الْخَاتَمِیَّۃُ اَحَدُہُمَا عَلَی الْاٰخَرِ وَھِیَ مُحَالٌ

تو ان دونوں کا ایک دوسرے پر خاتم النبیین والمرسلین ہونا موقوف ہوگا۔ تو لازم آئے گا۔

توقف الشیئ علٰی نفسہ۔ اور یہ محال ہے۔ تو لامحالہ یہ ماننا پڑے گا۔ کہ انبیاء کرام آپ کے علوم، صفات، اور کمالات پر مطلقاً احاطہ نہیں کر سکتے بلکہ آپ کا علم تام پر محیط ہے۔ تو معلوم ہوا کہ آپ کے علوم صفات اور کمالات کو

رب تعالیٰ کے سوا کوئی مخلوق نہیں جانتی - فافہم جداً ؂

علمِ آدم علمِ موسیٰ علمِ عیسیٰ علم نوح ؂ کلہم در جنب علم احمد چوں ذرہ ۔۔۔ دان

فقیر کہتا ہے - عزیزان السلام - علم مکاشفہ ایک شریف علم ہے - اور اُس

کے انتہائی درجہ میں بلاد اللہ ایک رائی کے دانے کی مانند نظر آتے ہیں - اور اُس

عارف باللہ کا تصرف و حکم بلاد اللہ میں جاری و نافذ ہو جاتا ہے - جیسے سیدی و مولائی

غوث الثقلین عبد القادر جیلانی ؓ ارشاد فرماتے ہیں -

؂ بِلَادُ اللّٰہِ مُلْکِیْ تَحْتَ حُکْمِیْ

اور اس عارف باللہ پر جملہ علوم منکشف ہو جاتے ہیں - لیکن وہ علوم فی نفسہٖ دقیق و

مشکل ہوتے ہیں - مخلوق دنیا کے اذہان و فہم اُن کے سمجھنے سے قاصر ہیں - اس لئے

شارع علیہ السلام نے ظاہر کرنے سے منع فرمایا ہے -

جیسے امام ابو حامد غزالیؒ ارشاد فرماتے ہیں -

وَهٰذِهٖ هِيَ الْعُلُوْمُ الَّتِيْ اُمِرَ بِكِتْمَانِهَا وَ اِنَّهَا لَا يُسْطَرُ فِي الْكُتُبِ لِاَنَّهَا

عُلُوْمٌ ذَوْقِيَّةٌ كَشْفِيَّةٌ تُدْرَكُ عَنْ مُشَاهَدَةٍ لَا عَنْ دَلِيْلٍ وَّبُرْهَانٍ وَ

لِاَنَّ الْمَسْطُوْرَ فِيْ كِتَابٍ يَقَعُ فِيْ يَدِ الْاَهْلِ وَغَيْرِ الْاَهْلِ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ

اَهْلًا لِمَعْرِفَتِهٖ يَقَعُ فِيْ حِيْرَةٍ عَظِيْمَةٍ تَتَرَتَّبُ عَلَيْهَا مَفَاسِدُ وَلَا يَتَحَدَّثُ

بِهَا مَنْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ بِشَيْءٍ مِّنْهَا اِلَّا مَعَ اَهْلِهٖ وَ اِلَّا فَقَدْ وَضَعَ الشَّيْءَ

فِيْ غَيْرِ مَحَلِّهٖ وَقَدْ نُهِيَ عَنْ ذَالِكَ

یعنی علم کشف سے جو علوم حاصل ہو جاتے ہیں - وہ ایسے عجیب و غریب و نادر

معلوم ہوتے ہیں - کہ ان کے سمجھنے کے لئے کامل عقل کا ہونا لازم ہے - اور وہ ایسے علوم

ہیں - جن کو عرفا کرام کتابوں میں تحریر نہیں کرتے کیونکہ یہ علوم ذوقیہ کشفیہ ہیں - اور مشاہدہ

سے حاصل ہوتے ہیں - کسی دلیل و برہان قائم کرنے سے حاصل نہیں ہوتے - اور

دوسری بات یہ ہے - کہ اگر کتابوں میں درج بھی کئے جاویں - تو ہر خاص و عام کے ہاتھ میں

وہ کتابیں آئیں گی - جو اُن حقائق و دقائق کے سمجھنے کے اہل نہ ہوں گے - لہٰذا وہ عظیم

لہٰذا وہ عظیم حیرت و فکر میں پڑ جائیں گے۔ اور سینکڑوں عقائد فاسدہ متولد ہو جائیں گے۔ منزل مقصود فوت ہو جائے گا۔ اسی وجہ سے جن پر رب تعالیٰ کی طرف سے انعام ہے۔ اور یہ علم لدنی جس کے ورا کوئی علم بہترین نہیں عطا فرمادیا جاتا ہے۔ وہ اس علم کے نکات و دقائق میں سے کوئی شے غیر اہلہ کے سامنے مطلقاً بیان نہیں کرتے۔ اور اگر کوئی اُن علوم کے سمجھنے کا اہل ہو تو ظاہر کرتے ہیں۔ چونکہ غیر اہلہ کے سامنے ظاہر کرنے سے حضورؐ نے منع فرمایا ہے۔ اس لئے ظاہر نہیں کرتے۔

فقیہ کہتا ہے۔ کہ اس تقریر سے ثابت ہوا۔ کہ رب تعالیٰ کی طرف سے یہ علوم اولیاء کو بدرجۂ اکمل عطا فرمائے جاتے ہیں۔ اور وہ رتبات کے مطابق کل یا بعض علوم کے عالم ہوتے ہیں۔ لیکن شارع علیہ السلام کے کامل اتباع کی وجہ سے ظاہر نہیں کرتے۔

جیسے سلطان اولیاء معین الدین چشتی اجمیریؒ فرماتے ہیں۔

رموز کشف ز لوح دلم مطالعہ کن ؛ کہ حل نکتۂ کشف از کتاب دیگر نیست
شہود حق طلبی از وجود خود بگذر ؛ کہ جز وجود تو او را حجاب دیگر نیست

آمدم بر سر مطلب۔ عزیزان اسلام! ماتقدمہ تقریر سے آپ پر عیاں ہو گیا ہوگا۔ اور کشمس فی نصف النہار مجلی اور روشن ہو گیا ہوگا۔ اور کوئی شک و ریب باقی نہ رہا ہوگا۔ کہ رب تعالیٰ نے اپنے خاص بندوں کو وہ قوت و طاقت اور علم عطا فرمایا ہے۔ کہ لوح محفوظ کے علوم کے عالم ہوتے ہیں۔ ملک اور ملکوت میں کوئی چیز ان کی نگاہ سے پوشیدہ نہیں ہوتی۔ اور انتہائی درجہ کمال میں تمام علوم غیبیہ کے عالم ہوتے ہیں۔

توجب

اولیاء کرام

کی قوت و طاقت و علم کی یہ شان ہے۔ تو فکیف لحبیبہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم جن کے حق میں رب تعالیٰ خود ارشاد فرماتا ہے۔

لولاک لما خلقت الدنیا

یعنی اے حبیب اگر آپ کو پیدا نہ کرتا تو دنیا کو بھی پیدا نہ کرتا۔ دنیا میں تحت الثریٰ تک جو کچھ بھی ہے۔ تمام آپ کی خاطر اور آپ کے لئے پیدا فرمایا گیا ہے۔ اور آپ تمام اشیاء کا اصل اور منبع ہیں۔ جیسے خود حضور علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں۔

اَنَا مِنْ نُوْرِ اللّٰہِ وَکُلُّ شَیْءٍ مِنْ نُوْرِیْ۔

میرا نور اللہ کے نور سے مخلوق ہے۔ اور تمام اشیاء عرش معلّٰی سے لے کر تحت الثریٰ تک میرے نور مطہر سے ظہور میں آئے ہیں۔ یعنی تمام اشیاء میرے نور مطہر میں ودلیعت رکھی ہوئی تھیں۔ یکے بعد دیگرے ظہور میں آئیں۔ اور جیسے حدیث قدسی میں ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ

یعنی اے حبیب اگر آپ کو ظہور میں نہ لاتا تو آسمانوں کو پیدا نہ فرماتا۔ اور

لَوْلَاکَ لَمَا اَظْہَرْتُ الرُّبُوْبِیَّۃَ

اور اے حبیب اگر آپ کو پیدا نہ فرماتا۔ تو اپنی خدائی کو ظہور میں نہ لاتا۔

اور نیز حدیث قدسی میں ہے۔ رب تعالےٰ فرماتا ہے۔

کُلُّھُمْ یَطْلُبُوْنَ رِضَائِیْ وَاَنَا اَطْلُبُ رِضَاکَ۔

اور اے حبیب تمام کائنات میری رضا کی طلبگار ہے۔ اور میں آپ کی خوشی چاہتا ہوں۔ اور جن کی شان اقدس کے متعلق قرآن مقدس ناطق ہے۔

رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

یعنی خدا تعالیٰ عنقریب آپ کو شافع محشر بنا کر مقام محمود میں کھڑا کرنے والا ہے یہ کرامت وعزمت کہ بنی آدم میں بجز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کسی کو نصیب نہیں۔

اور نیز رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی

یعنی کہ تمہیں تمہارا رب اتنا دے گا۔ کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔

یہ بڑا وسیع وعدہ اور نہایت گراں بہا خلعت ہے۔ کس لئے کہ ایسے وعدوں میں دو باتوں کی طرف نظر کی جایا کرتی ہے۔ اول وعدہ دینے والے کی طرف۔ کس لئے کہ اگر تنگ حوصلہ یا کم مایہ کسی کو ایسا وسیع وعدہ دے تو وہ بلحاظ اُس کی مقدرت و حوصلہ کے ایک معمولی وعدہ بلکہ اس سے بھی کم سمجھا جائے گا۔ مخاطب خیال کر سکتا ہے کہ یہ کیا مجھے کوئی جاگیر یا ملک دے دے گا۔ یہی دو چار روپے پیسے اور اگر کوئی شہنشاہ بلند حوصلہ ایسی بات کہے تو ضرور خیال ہوتا ہے۔ کہ کوئی ملک یا جاگیر عطا ہو گی۔ اسی طرح جس کے لئے وعدہ ہو۔ اس کی طرف بھی دیکھا جاتا ہے۔ اگر کوئی فرومایہ شخص ہے تو اس کی قابلیت اور حوصلہ کے موافق عطیہ خیال کیا جائے گا۔ اور اگر بڑا شخص اور بلند حوصلہ ہے۔ تو اسی کے موافق عطیہ متصور ہو گا۔ اب اس مقام پر وعدہ دینے والا تو خدائے تعالیٰ ہے۔ جس کے ہاتھ میں دارین ہیں۔ اور اس کی بلند حوصلگی لفظ رب سے ظاہر ہے۔ جو تمام مخلوق کو بلا امتیاز مومن و کافر مطیع و عاصی ہر وقت پرورش کر رہا ہے۔ اور ہمیشہ سے کرتا آیا ہے۔ اور ہمیشہ کرے گا۔ اور جن کی نسبت وعدہ ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ جو حق سبحانہٗ کا دنیا میں ظل ہیں۔ اور بلند حوصلگی آپ کی اس سے ظاہر ہے۔ کہ کوئی اپنے دشمن کو سردیانی بھی دینا گوارا نہیں کرتا۔ مگر آپ ان کو سلطنت جاودانی اور ملک کامرانی دیتے ہیں۔ پھر اب اس وعدے کی وسعت پر غور کر لیجئے۔ کہ کیا کیا دیں گے۔ جو کچھ آپ کو کمالات جسمانی و کمالات اخلاقی و روحانی و علمی عطا ہوئے اور جو کچھ شرف و امتیاز دوسرے جہاں میں عطا ہوں گے۔ اگر ان کو بیان کیا جاوے تو ایک دفتر میں بھی نہ سماویں۔ مگر ایک ادنیٰ سی بات اس وعدہ کی وسعت کی عرض کئے دیتا ہوں۔ جب یہ آیت مبارک نازل ہوئی۔ تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا۔ واللہ میں کبھی راضی نہ ہوں گا۔ جب تک کہ میری امت کا ایک شخص بھی جہنم میں رہے گا۔ بقول سعدیؒ

نماند بعصیاں کسے در گرو
چو دارد چنیں سید پیش رو

(تفسیر حقانی صفحہ ۱۹۲۔ جلد ۸)

اور جن کے حق میں رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرْ

کہ ہم نے نہ کسی اور نے۔ تجھے جو تیری ہمیشہ تربیت کرتے رہے ہیں کوثر عطا کیا ہے

یعنی خیر کثیر مثلاً بھلائی، بہتری، برتری، نعمتیں اور حکمتیں۔

رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَمَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَۃَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا وغیرہ وغیرہ جن کمالات کا

احاطہ انسان سے ممکن نہیں۔

قال سعدی شیرازیؒ ؎

دفتر تمام گشت بہ پایاں رسید عمر ❊ ما ہمچناں در اول وصف تو ماندہ ایم

مندرجہ ذیل آیت مبارکہ نے تمام نعمتوں کی تفسیر فرمادی۔

رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ

اور تم پر میں نے اپنی (کُل) نعمتیں پُوری کر دیں۔

فقیر کہتا ہے۔ کہ علم غیب بھی رب تعالیٰ کی نعمتوں سے ایک نعمت ہے۔ اور یہ

بھی آپؐ کو رب تعالیٰ کی طرف سے عطا شدہ ہے۔

الحاصل

عزیزانِ اسلام! غور کا مقام ہے۔ کہ دنیا حضورؐ کے لئے۔ افلاک حضورؐ کے لئے

خدائی کا ظہور حضورؐ کے لئے۔ ہر ایک چیز حضورؐ کے وجود میں ودیعت رکھی ہوئی تھی۔

اور آپ کے نور سے ظہور میں آئی۔ اس بنا پر آپ کے وجود سے ہوئے۔ اور اپنے

وجود کا علم درویت ضروری ہوتا ہے۔ لہٰذا ان کا بھی ضروری ہے۔ اور مقام محمود آپ

کو عطا فرمایا گیا۔ کوثر آپ کو عطا کیا گیا۔ اور رب تعالیٰ نے وعدہ فرمایا۔ کہ آپ کو اتنا

دوں گا۔ کہ آپ راضی ہو جائینگے۔ کل نعمتیں ابتدائے آفرینش مخلوقات سے لے کر

انتہائے مخلوقات تک عطا فرمائی گئیں۔ اور تمام مخلوقات اللہ جل و اعلیٰ کی رضا چاہتے

ہیں - اور رب تعالیٰ حبیب کی خواہش چاہتا ہے -

رب تعالیٰ فرماتا ہے -

فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا -

اے حبیب جو آپ کی مرضی کا قبلہ ہے - اس کی طرف نماز ادا کیجئے - تو پھر کونسی چیز اور نعمت باقی رہی جو حضور شافع یوم النشور صلعم کو نہ دی گئی ہو - کیونکہ رب تعالیٰ اپنے حبیب کی رضا اور خوشی چاہتا ہے - اور حبیب کی رضا اور خوشی اسی میں ہے -

کہ آپ ما کان وما سیکون . . . . . جملہ علوم کے عالم ہوں - اس لئے جملہ علوم اور کل نعمتیں آپ کو عطا فرمائی گئیں - اس لئے آپ کے علوم غیبیہ سے کائنات میں کوئی ذرہ بھی پوشیدہ نہیں - اور آپ اپنے مقام اعلیٰ وارفع سے ہر مقام کا علم ورؤیت رکھتے ہیں - اور کائنات میں آپ کا تصرف جاری وساری ہے - اور یہ ہے عقیدہ حقہ -

کما قال شیخ عبدالحق بخاریؒ

ہر مرتبہ کہ بود در امکان بروست ختم ؎ ہر نعمت کہ داشت خدا شد برو تمام

علاوہ ازیں آپکا معلم کون؟ شب معراج رب تعالیٰ نے خود آپ کو تعلیم دی - اور آپ کو قرآن سکھایا - اور اولین وآخرین جملہ علوم کا آپ کو عالم بنا دیا - اور یہ ظاہر امر ہے کہ معلم اور متعلم عاشق اور معشوق کے درمیان حب انتہائی درجہ محبت ہو تو عاشق اپنا سب کچھ معشوق پر قربان کر دیتا ہے - تو یہاں جو انتہائی درجہ کمالات تھے سب اپنے حبیب علیہ السلام کو عطا فرما دیئے ہیں - اور آپ کو ازل سے ابد تک تمام ذرات کا عالم بنا دیا - کیونکہ بنی آدم از علم یابد کمال -

علاوہ ازیں شب معراج رب تعالیٰ نے قرآن بھی سکھا دیا -

جیسے حضورؐ فرماتے ہیں -

وَعَلَّمَنِيَ الْقُرْآنَ فَكَانَ جِبْرَائِيلُ يُذَكِّرُنِي بِهٖ وَعِلْمٌ اَمَرَنِي بِتَبْلِيغِهٖ اِلَى الْعَامِ وَالْخَاصِ -

یعنی شب معراج اللہ نے قرآن مجھے سکھا دیا تھا۔ جبرائیل تو صرف یاد دلانے کے لئے آیا کرتے تھے۔ جبرائیل نے مجھے قرآن نہیں سکھایا۔ اور مجھے وہ علم بھی دیا گیا جس کی تبلیغ میرے سپرد کی گئی۔

وَلَقَدْ عَاجَلْتُ جِبْرِيْلَ عليه السلام فِىْ آيَةٍ نَزَلَ بِهَا عَلَىَّ فَعَاتَبَنِىْ رَبِّىْ وَ اَنْزَلَ عَلَىَّ لَا تَعْجَلْ بِالْقُرْآنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰى اِلَيْكَ وَحْيُهٗ۔

یعنی ایک مرتبہ جبرئیل علیہ السلام ایک آیت لیکر آئے۔ میں نے وہ آیت جبرئیل کے پڑھنے سے پہلے پڑھ دی۔ اس پر میرے رب نے محبانہ طور پر ارشاد فرمایا۔ اے حبیب جب تک جبرئیل وحی جو آپ کے لئے تحفہ ہے پورا نہ کرے۔ اس وقت تک آپ قرآن سے جلدی نہ کریں۔ اور آپ یہ کہا کریں۔ اے میرے رب میرا علم زیادہ فرما

(مواہب لدنیہ صفحہ ۲۹ جلد ۲)

تشریح:-

فقیر کہتا ہے۔ کہ ان دونوں احادیث سے ثابت ہوا۔ کہ حضورؐ کو شب معراج رب تعالیٰ نے قرآن کریم سکھا دیا تھا۔ دوبارہ آپ کو تعلیم کی ضرورت نہ تھی۔ تو پھر جبرئیل کا آنا کیوں۔ ہاں جبرئیل تو ایک قاصد تھے۔ جو پیغام وصل محبوب کے ہاں لایا کرتے تھے اور محبوب کے لئے کوئی تحفہ بھی ہونا چاہیئے تھا۔ وہ تحفہ قرآن ہی کو مقرر کیا گیا۔ کیونکہ ارباب معنی کے تحائف ایسے ہوتے ہیں۔

سعدی شیرازیؒ فرماتے ہیں۔ ؎

بدل گفتم از مصر قند آورم ؛ بنزد دوستاں ارمغان برم
نہ قند کہ مردم بدنیا خورند ؛ کہ ارباب معنی بکاغذ برند

جبرئیل تو محض دور کرنے کے لئے اور کمالات روحانی وغیرہ حاصل کرنے کے لئے حاضر ہوتے تھے۔ اس لئے کئی مرتبہ جبرئیل کے پڑھنے سے پہلے حضورؐ نے قرآن کی تلاوت کی۔ کما سبق۔ جبرئیل کے لانے سے پہلے آپ کو علم ہوتا تھا۔ لیکن رب تعالیٰ کا حکم تھا۔ کہ جبرئیل کے پڑھنے کے بعد آپ پڑھا کیجئے۔ جیسے عائشہ صدیقہ کے واقعہ سے ظاہر ہے۔ کما مَضَی

اس تحقیق سے ظاہر ہوا کہ حضور علیہ السلام نے براہ راست علوم و کمالات رب تعالیٰ سے پائے ہیں۔ اس معنی پر جو انتہائی درجہ کمالات تھے۔ تمام آپ کو عطا فرمائے گئے۔ کیونکہ استاد اپنے شاگرد کو وہ کمالات عطا کرتا ہے۔ تاکہ وہ شاگرد استاد کے اوصاف کا مظہر اتم بن جائے اور پھر کسی چیز کی کمی نہ رہے۔ اس لئے حضورؐ کا شب اسریٰ جب اسماء الٰہیہ سے گزر ہوا تو جب حضورؐ اسم رحیم کی بارگاہ سے گزرے تو رحیم ہو گئے۔ اور جب اسم حلیم کی بارگاہ سے گزرے تو حلیم ہو گئے۔ حتیٰ کہ جب آپ معراج سے واپس ہو کر آئے تو رب تعالیٰ کی ذات وصفات کا مظہر اتم تھے۔

جیسے امام ربانی عارف صمدانی عبدالوہاب شعرانی علیہ الرحمت ارشاد فرماتے ہیں۔

اِنَّهٗ اِذَا مَرَّ عَلٰی حَضَرَاتِ الْاَسْمَاءِ الْاِلٰهِيَّةِ صَارَ مُتَخَلِّقًا بِصِفَاتِهَا فَاِذَا مَرَّ اِلَی الرَّحِيْمِ كَانَ رَحِيْمًا اَوْ عَلَی الْغَفُوْرِ كَانَ غَفُوْرًا اَوْ عَلَی الْكَرِيْمِ كَانَ كَرِيْمًا وَعَلَی الْحَلِيْمِ كَانَ حَلِيْمًا اَوْ عَلَی الشَّكُوْرِ كَانَ شَكُوْرًا اَوْ عَلَی الْجَوَادِ كَانَ جَوَادًا وَهٰكَذَا فَمَا يَرْجِعُ مِنْ ذَالِكَ الْمِعْرَاجِ اِلَّا وَهُوَ فِیْ غَايَتِ الْكَمَالِ۔

یعنی شب معراج جب حضور اسماء الٰہیہ کی راہوں سے گزرے تو جن اسماء الٰہیہ کے وہ اسما ہیں۔ آپ ان صفات سے متصف ہوتے چلے گئے۔ جب بارگاہ رحیم سے گزرے تو رحیم ہو گئے۔ اور جب غفور سے گزرے تو غفور اور جب کریم سے گزرے تو کریم اور جب حلیم سے گزرے تو حلیم اور جب شکور سے گزرے تو شکور اور جب جواد سے گزرے تو جواد ہو گئے اور اسی طرح تمام اسماء الٰہیہ سے گزرتے گئے۔ اور متصف ہوتے گئے۔ یہاں تک کہ جب آپ معراج سے واپس تشریف لائے تو آپ ہر کمال کے انتہائی درجے پر متمکن تھے

(الیواقیت والجواہر ص۳ ج ۲)

اور جس طرح کہ پھول کی صحبت سے مٹی معطر اور آگ کی ملازمت سے لوہا اخگر ہو جاتا ہے اسی طرح نفوس قدسیہ کہ جن کے اندر نہایت قابلیت ہوتی ہے۔

يَكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ

جب علائق کو چھوڑ کر حق سبحانہ کی طرف منہ موڑتے ہیں۔ تو ان کے آئینہ دل پر اس قدر

انوارِ حق فائض ہوتے ہیں۔ کہ ہمہ تن نور اور آفتاب عالمتاب ہو جاتے ہیں۔ ان کو تو کیا بلکہ ان کے انوار میں آنے والوں کو بھی اس عالم ملکوت کی چیزیں دکھائی دیتی ہیں۔ اور اسی لئے انبیاء کو آفتاب یا چراغ سے تشبیہہ دی جاتی ہے۔

رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

سِرَاجًا مُّنِیْرًا

کہ ہم نے تمہارے پاس رسول بھیجا۔ جو چمکتا چراغ ہے۔

(تفسیر حقانی صفحہ ٦۵۔ جلد ۱)

اور انبیاء کرام فہم علوم میں کامل ہوتے ہیں۔ بلید اور ذکی نہیں ہوتے۔

جیسے یَکَادُ زَیْتُھَا الآیہ سے ظاہر ہے۔

اِذَا اِنْفَتَحَ لَھُمْ فِیْ بَاطِنِہِمْ اُمُوْرٌ غَامِضَۃٌ مِنْ غَیْرِ تَعَلُّمٍ وَسِمَاعٍ مِنْ مَلَکٍ وَغَیْرِہٖ

یعنی انبیاء کرام کے قلوب مثل سمندر کے ہوتے ہیں جیسے سمندر کا پانی ختم نہیں ہوتا اسی طرح ان کے سمندر علوم جو بغیر تعلیم وسماع از ملک وغیرہ کے حاصل ہے ختم نہیں ہوتے اور وہ انبیاء کرام تمام علوم کے عالم ہوتے ہیں۔

اور علامہ ابن عرفہؒ فرماتے ہیں۔

کہ رب تعالیٰ نے اس آیت مبارک میں خاص حضور کے لئے مثال پیش کی ہے۔

یَکَادُ مَنْظَرُہٗ وَاِنْ لَّمْ یَتْلُ قُرْاٰنًا

یعنی آیتِ مبینہ تعلیم وسماع کسی چیز کی حضورؐ کو ضرورت نہیں۔ کیونکہ رب تعالیٰ نے ایک مرتبہ شب معراج حضور علیہ السلام کے قلب کو منور اور آفتاب عالمتاب بنایا ہے۔ کہ اب دوبارہ روشن کرنے کی ضرورت نہیں۔ ہر قسم کے علوم کا آپ بحر ناپیدا کنار ہیں۔ جو شب اسرا آپ کو دفعۃً واحدۃً دیئے گئے ہیں۔ اس لئے جس قسم کا علم کیوں نہ ہو۔ آپ اس کے بتانے میں بخل نہیں کرتے۔ فی البداہت بغیر انتظار خبر کے ہر ایک چیز کی خبر بیان فرماتے جارہے ہیں۔

کما قال عبداللہ ابن رواحہ :-

وَلَمْ تَكُنْ فِيهِ آيَاتٌ مُبَيِّنَةٌ - كَانَتْ بَدِيهَتُهُ تُغْنِيكَ بِالْخَبَرِ

(اتحاف السادات المتقین صفحہ ۲۶۷ جلد ۱)

الحاصل آپ علوم غیبیہ کی انتہائی بلندی پر متمکن ہیں۔ اور فی البداہت آپ ہر ایک شے کا علم بیان فرما رہے ہیں۔ اور آپ کا علم تمام اشیاء پر محیط ہے۔

خُذْ هٰذَا فَاِنَّهٗ لِاَجْلِ اِيْضَاحِ الْاِيْمَانِ - واللہ الھادی وباللہ التوفیق -

اب میں بعون اللہ الذی لم یلد ولم یولد علم کی اقسام عرض کیئے دیتا ہوں۔ تاکہ طالب کو حصولِ مطلب میں تکلیف نہ رہے۔

وَ باللہ التوفیق وھو نعم الرفیق ....

علم کی اقسام :-

اولاً علم دو قسم ہے۔

قسم اول :- علم مطلق ذاتی قدیم

قسم دوم :- علم اضافی حادث عطائی -

قسم اول :- اللہ جلیل وجبار کا خاصہ ہے -

قسم دوم :- علم عطائی - یہ علم رب تعالیٰ کی طرف سے بندوں کو عطا فرمایا جاتا ہے اور یہ تین قسم کا ہے -

جیسے شیخ الاکبر قدس سرہٗ فرماتے ہیں -

اَلْعُلُوْمُ ثَلَاثُ مَرَاتِبَ

یعنی علم کے تین مراتب ہیں -

اَلْاُوْلٰی عِلْمُ الْعَقْلِ -

اور وہ ایسا علم ہے - کہ مقدمات ترتیب دینے کے بعد برہان اِنّی یا لِمّی وغیرہ طرائق سے

حاصل ہوتا ہے۔

اَلثَّانِی عِلْمُ الْاَحْوَالِ۔

یہ ایسا علم ہے۔ کہ ذوق و شوق کے بغیر حاصل نہیں ہوتا۔

فَلَا یُمْکِنُ الْعَاقِلَ وِجْدَانُہٗ وَلَا اِقَامَتُ دَلِیْلٍ عَلٰی مَعْرِفَتِہٖ۔

اور نہ عاقل کے لئے اس علم کا پالینا ممکن ہے۔ اور نہ عاقل اس علم کی معرفت پر دلیل قائم کر سکتا ہے۔ جیسے شہد کی مٹھاس کا علم، صبر کی تلخی کا علم، اور وجد و شوق کی لذت کا علم۔

فَھٰذِہِ الْعُلُوْمُ لَا یَعْلَمُھَا اِلَّا مَنْ یَّتَّصِفُ بِھَا وَیَذُوْقُھَا۔

یعنی یہ ایسے علوم ہیں۔ کہ دلیل و برہان سے معلوم نہیں ہوتے۔ مگر جب معلوم ہوتے ہیں کہ ان علوم سے متصف ہو جاوے۔ اور ان کے ذائقہ کو چکھ لے تو معلوم ہو جاتا ہے کہ شہد میٹھا ہے۔ اور صبر تلخ ہے اور جس نے نہیں چکھا۔ اس کو معلوم نہیں ہو سکتا۔

اَلثَّالِثُ عِلْمُ الْاَسْرَارِ وَھُوَ نَفْثُ رُوْحِ الْقُدُسِ فِی الرَّوْعِ وَیَخْتَصُّ بِہِ النَّبِیُّ وَالْوَلِیُّ۔

یعنی قسم ثالث علم الاسرار ہے۔ اور وہ ایسا علم ہے کہ براہ راست رب تعالیٰ کی طرف سے قلب میں القا ہوتا ہے۔ اور اس علم کے ساتھ رب تعالیٰ نے انبیاء اور اولیاء کو خاص کیا ہے۔ یہ علم رب تعالیٰ نے اور کسی کو عطا نہیں کیا۔

وَالْعَالِمُ بِہٖ یَعْلَمُ الْعُلُوْمَ کُلَّھَا

یعنی علم الاسرار کا عالم تمام علوم کا عالم ہوتا ہے۔ اور ہر ایک قسم کے علم کو بدرجہ اتم جانتا ہے

وَلَیْسَ اَصْحَابُ تِلْکَ الْعُلُوْمِ کَذٰلِکَ۔

یعنی قسم اول و دوم علوم کے عالم تمام علوم کے عالم نہیں ہوتے۔ بلکہ وہ اپنے حاصل شدہ علم کے عالم ہوتے ہیں۔ لیکن علم الاسرار کے علوم کا عالم تمام علوم کا عالم ہوتا ہے۔ اس کے علوم کے احاطہ سے کوئی علم خارج نہیں ہوتا۔

(اتحاف صفحہ ۶۰ الم جلد ۱)

اس علم میں انبیاء اور اولیاء کے رتبات متفاوت ہیں - وھو نوعان

پھر یہ علم الاسرار دو قسم ہیں -

اَلْاُوْلٰی مِنْ بَدْءِ الْخَلْقِ اِلٰی اِنْتِھَائِہٖ

یعنی قسم اول سے وہ علوم مراد ہیں - جو ابتدائے آفرینش مخلوقات سے لے کر انتہائے مخلوقات تک ہیں - اور یہ تمام علوم حضور سراپا نور نورٌ علیٰ نور صلی اللہ علیہ وسلم کو بالکلیہ حاصل ہیں - اور کوئی ذرہ ابتداء سے لے کر انتہا تک حضور علیہ السلام سے پوشیدہ نہیں - اور ان نعمتوں کی طرف

وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ (الآیہ) میں اشارہ ہے -

یعنی اے حبیب ہم نے آپ پر اپنی کل نعمتیں تمام کر دیں - اور کوئی کمال ورتبہ اور نعمت ایسی نہیں جو ہم نے آپ کو عطا نہ فرمایا ہو - اور ابتدائے آفرینش مخلوقات سے لے کر انتہائے مخلوقات تک ہر ایک شے کا علم بھی ایک نعمت ہے - اور یہ نعمت بھی آپ کو عطا شدہ ہے - اس لئے حضور علیہ السلام تمام مخلوقات کی ہر حرکت وسکون کے عالم ہیں -

اَلثَّانِیْ وَھُوَ عِلْمُ ذَاتِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَصِفَاتِہٖ وَاَفْعَالِہٖ

یعنی علم الاسرار کی دوسری قسم - اور وہ مختص ہے - اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات و افعال کے پہچاننے کے ساتھ اور اس علم میں بھی انبیاء کرام و اولیاء عظام کے رتبات متفاوت ہیں -

اَمَّا ذَاتُہٗ فَغَیْرُ مَعْلُوْمَۃٍ لِلْبَشَرِ

یعنی رب تعالیٰ کی ذات مبارک بالکلیہ فی الحقیقت بشر کو معلوم نہیں - رب تعالیٰ کا وجود ہر ایک کو معلوم ہے - اور رب تعالیٰ کی وحدانیت تمام مومنین کو معلوم ہے اور صفات کے پہچاننے میں مومنین متفاوت ہیں -

وَاَعْلَی الْمَعَارِفِ لَا نِھَایَۃَ لَھَا فَلَا یَعْلَمُھَا اِلَّا ھُوَ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی

یعنی اللہ تعالیٰ کی صفات کے لئے انتہا نہیں - تو اعلی المعارف کا احاطہ رب تعالیٰ کے سوا ممکن نہیں - ان کی انتہا کو رب تعالیٰ ہی جانتا ہے - مخلوق کے لئے یہ راہ مسدود ہے

ان صفات کے اعلیٰ المعارف کی طرف بڑھنے کے لئے حضور کو ارشاد فرمایا گیا۔ اے حبیب یُوں دعا مانگو۔

رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا۔

اے پروردگار عالم ان صفات کے پہچاننے میں میرا علم اور زیادہ فرما۔ حضورؐ اب بھی دعا مانگتے ہیں۔ اور رب تعالیٰ آپ کے علوم کو صفات و تجلیات میں بڑھاتا چلا جا رہا ہے

لَا یَعْلَمُ اِنْتِہَائَہٗ اِلَّا اللّٰہ

جس کی انتہا رب تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اور رب تعالیٰ کی صفات و تجلیات کا علم ایک ایسی نعمت ہے۔ جس کے ورا کوئی بہتر نعمت نہیں۔ اور اس نعمت کا احاطہ انسان سے ممکن نہیں۔ اس نعمت کا احاطہ رب تعالیٰ کا خاصہ ہے۔

جیسے خود فرماتا ہے۔

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ لَا تُحْصُوْھَا

یعنی کہ اگر تم خدا کی نعمتیں گنو تو شمار نہ کر سکو گے۔ تو یہ ایسی نعمتیں ہیں۔ کہ الذہیں کل نعمتوں سے اور ہر روز الگ الگ شان میں جلوہ گر ہوتے ہیں۔

جیسے رب تعالیٰ خود فرماتا ہے۔

کُلَّ یَوْمٍ ھُوَ فِیْ شَاْنٍ۔

یعنی اللہ تعالیٰ کی صفات، انوار اور تجلیات ہر روز الگ الگ شان میں جلوہ گر ہوتے ہیں۔ اور یہ ایسے علوم ہیں۔ جن کے لئے حد متناہی نہیں۔ اور نہ ہی کسی حد متناہی تک منتہی ہوتے ہیں۔ ان کی انتہا رب تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا

وَشَرَفُ الْعَبْدِ مِنْ سَبَبِ الْعِلْمِ مِنْ حَیْثُ اَنَّہٗ مِنْ صِفَاتِ

اللّٰہِ تَعَالٰی۔ یعنی انسان کا شرف اور کمال علم کے سبب سے ہے۔ اس حیثیت سے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی صفات سے ہے۔ وَمَعْرِفَتِ سَائِرِ الْاَشْیَاءِ اِنَّمَا تَشْرُفُ لِاَنَّھَا مَعْرِفَۃٌ لِاَفْعَالِ اللّٰہِ تَعَالٰی۔ یعنی تمام اشیاء کا علم و معرفت اس لئے مشرف ہیں۔ کہ وہ اشیاء رب تعالیٰ کی قدرت کاملہ کے مظہر ہیں۔ اور انہی کی کامل معرفت سے رب تعالیٰ کی اصل معرفت

حاصل ہوتی ہے۔ کما قیل

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار ----- ٭ ----- ہر ورق دفتریست معرفت کردگار

اَوْ مَعْرِفَۃٌ لِطَرِیْقِ الَّذِیْ یَقْرُبُ الْعَبْدُ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی

اور یا ان اشیاء کی معرفت اس غرض کے لئے مشرف ہے۔ کہ ان اشیاء کی معرفت سے کہ جن میں رب تعالیٰ کے انوار و تجلیات عیاناً نظر آتے ہیں۔ ان کی معرفت سے انسان رب تعالیٰ کے دربار اقدس میں تقرب حاصل کرتا ہے۔

ھَلاَّ نَظَرُوْا اِذًا اِلاَّ فِی اللّٰہِ تَعَالٰی

تو ان اشیاء میں رب تعالیٰ کے انوار و تجلیات کا مشاہدہ کرنا ایسا ہے۔ جیسے فی الحقیقت انسان رب تعالیٰ کی شان کا مشاہدہ کرتا ہو۔

وَلٰکِنَّ الْعِلْمَ الْاَشْرَفُ مَا مَعْلُوْمُہٗ اَشْرَفُ۔

لیکن بدء خلق سے انتہائے خلق تک۔ تمام اشیاء کا علم ایک ادنیٰ علم ہے۔ بہ نسبت اس علم کے جو ذات اور صفات کے ساتھ متعلق ہے۔ کیونکہ اعلیٰ تر وہ علم ہے جس علم کا معلوم اعلیٰ ہو۔ اور بدء خلق سے انتہائے خلق تک یہ ادنیٰ علم ہے۔ کیونکہ اس علم کے معلومات ادنیٰ ہیں۔

مثلاً

جمادات، نباتات، شجرات، حیوانات وغیرہم۔ ان تمام معلومات کی ہر حرکت و سکون وغیرہ کل حالات کا علم اور چونکہ فی نفسہ یہ معلومات ادنیٰ ہیں۔ اس لئے وہ علم جو ان معلومات پر محیط ہے۔ وہ بھی ادنیٰ ہے۔ اور یہ علم انبیاء عظام اور اولیاء کرام کو بھی حاصل ہے۔ اور یہ علم حضور سراپا نور نورٌ علیٰ نورٍ صلی اللہ علیہ وسلم کے سمندر علوم کے مقابلہ میں ایک قطرہ ہیں۔ حضور علیہ السلام کا شرف و کرامت رب تعالیٰ کے بعد ان علوم کے ذریعہ سے نہیں۔ بلکہ اللہ کی ذات و صفات اور تجلیات کے علوم جو لامتناہی آپ کو حاصل ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ ان علوم کی وجہ سے آپ "بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر" ہو گئے ہیں۔ کیونکہ یہ معلومات

فی ذاتہٖ فی نفسہٖ اعلیٰ واشرف ہیں۔ اس لئے وہ علم جو ان میں بڑھتا چلا جا رہا ہے۔
وہ بھی اعلیٰ واشرف ہے۔ اور اس علم سے اعلیٰ کوئی علم نہیں۔

جیسے امام محمد ابن محمد الحسینی فرماتے ہیں۔

وَاَشْرَفُ الْمَعْلُوْمَاتِ هُوَ اللّٰهُ تَعَالٰی فَلِذٰلِکَ مَعْرِفَتُهٗ اَفْضَلُ الْمَعَارِفِ۔

یعنی تمام معلومات سے اعلیٰ واشرف معلومات رب تعالیٰ کی ذات وصفات و تجلیات ہیں۔ چونکہ یہ معلومات فی ذاتہٖ فی نفسہٖ اعلیٰ واشرف ہیں۔ اس لئے ان کا علم ومعرفت بھی تمام علوم ومعارف سے اعلیٰ وافضل ہے۔

وَاَعْلَی الْخَلْقِ مَعْرِفَةً النَّبِیُّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ثُمَّ الْاَنْبِیَاءُ وَ الْمَلٰئِکَةُ عَلٰی مَرَاتِبِهِمْ۔

یعنی اس علم ومعرفت میں حضور علیہ السلام کا علم مبارک لا الی نہایۃ بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ اور اس علم میں تمام مخلوقات سے آپ اعلم ہیں۔ پھر انبیاء اور ملائک بھی اپنے رتبات کے مطابق اس علم کو جانتے ہیں۔

(اتحاف صفحہ ۱۳۸ - ۲۸۰ جلد ۲)

الحاصل :- ماسبق علم کی تقسیم وتحقیق سے واضح وروشن ہوا۔ کہ بدءِ خلق سے انتہائے خلق تک تمام اشیاء کا علم انبیاء عظام واولیاء کرام جانتے ہیں۔ تو پھر حضور علیہ السلام کی خصوصیات کس بات پر۔ تو معلوم ہوا۔ کہ یہ علوم حضور علیہ السلام کے سمندرِ علوم سے مستفاد ہیں۔ اور یہ علوم آپ کے علوم سے ایک قطرہ ہیں۔ اور آپ کی افضلیت شرف وکرامت اِن علوم کی وجہ سے جو ذات وصفات وتجلیات میں آپ کو حاصل ہیں۔ اور وہ علوم کسی غیر کو (مطلقاً بالکمال فی الحقیقت بالترقی) حاصل نہیں۔ اور ان ہی کی وجہ سے آپ افضل المرسلین ہیں۔

واضح ہوا۔ کہ آپ کے علم سے کوئی ذرہ بدءِ خلق سے انتہائے خلق تک پوشیدہ نہیں۔ آپ ہر شے کے عالم ہیں۔ اور آپ کا علم تمام پر محیط ہے۔ واللہ الہادی
وباللہ التوفیق وہو نعم الرفیق

تنبیہہ :- اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ علوم انبیاء عظام کو رب تعالیٰ کی طرف سے براہِ راست عطا فرمائے گئے ہیں۔ یا ان کے علوم و کمالات حضورؐ کے علوم و کمالات سے مستفاد ہیں۔

رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا۔

کہ قسم ہے آفتاب کی جس کا نمونہ نورِ نبوت ہے۔ اور قسم ہے آفتاب کی روشنی کی جس کا نمونہ نورِ نبوت جہاں میں پھیلتا ہے۔ شمس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات با برکات اور آپ کی روشنی جو دنیا میں پھیلی وہ ضحٰی یا ضحو ہے۔

وَالْقَمَرِ اور قسم ہے چاند کی اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جانشین ہے یکے بعد دیگرے و نیز اولیاء کرام اِذَا تَلٰهَا۔ جبکہ آفتاب کے بعد آوے یا پیروی کرے۔ آسمان والے آفتاب سے ماہتاب کو چند باتوں میں پیروی اور اتباع ہے

اوّل :- استفادہ نور میں

دوم :- غروب میں کہ آفتاب کے غروب ہوتے ہی ماہتاب نمودار ہوتا ہے

سوم :- جسم میں یا بہ اعتبار حسن ظاہر کے

چہارم :- تا بشرات اور حساب سال و ماہ میں ہے۔ جہاں اور ستاروں کو دخل نہیں ہے۔ اس طرح آفتاب نبوت سے ماہ تابانِ دینیہ کو چند باتوں میں پیروی اور اتباع ہے۔

اوّل :- استفادہ نور میں۔ یعنی انوار و کمالات و علوم جو انبیاء عظام و اولیاء کرام میں جلوہ گر ہیں۔ یہ سب آفتابِ نبوت حضورؐ سے حاصل شدہ ہیں۔ جیسے ستاروں کا اپنا نور نہیں۔ بلکہ مستفاد من الشمس ہیں۔ آفتاب کا عکس ان پر پڑتا ہے۔ آفتاب کا نور ان میں جلوہ گر نظر آتا ہے۔ اسی طرح حضورؐ کے آفتاب نبوت کا عکس ان پر پڑتا ہے۔ وہی عکس ان میں جلوہ گر نظر آتا ہے۔

دوم :- غروب میں۔ یعنی جب آفتاب غروب ہو جاتا ہے۔ تو چاند اور ستارے

نکل آتے ہیں۔ اور اشارہ کرتے ہیں۔ اس بات کی طرف کہ سورج کا کمال وجسم ونور بجنسہ موجود ہے۔ اور ہم میں جو نور جلوہ گر ہے۔ یہ سورج ہی کا نور ہے۔ گویا کہ سورج ہی اپنے نور سے عالم کو روشن کر رہا ہے۔ اور سورج کے غروب ہو جانے کے بعد کوئی عاقل یہ خیال نہیں کر سکتا کہ سورج اپنے کمال ونور سے خالی ہوا۔ کیونکہ دنیا کا بیضوی ہونے کی وجہ سے ایک جگہ رات ہے۔ تو دوسری جگہ دن ہے۔ اور سورج ہر علاقہ پر گردش کرتا چلا جا رہا ہے۔ اور ہر وقت دنیا کو اپنے نور سے منور کر رہا ہے۔ اسی طرح آفتاب نبوت کے غروب ہو جانے کے بعد اور طلوع سے قبل انبیاء عظام اور اولیاء کرام آفتاب نبوت حضورؐ سے دنیا کو روشن کر رہے ہیں۔ اور اشارہ کرتے ہیں۔ اس بات کی طرف کہ آفتاب نبوت حضورؐ اپنے کمال وجمال ونور کے ساتھ موجود ہیں۔ اور یہ نور وکمال جو اُن میں نظر آتا ہے۔ یہ آفتاب نبوت کا نور ہے گویا کہ ہر وقت حضور فی ذاتہ اپنے نور سے عالم کو منور کر رہے ہیں۔

جب آفتاب نبوت غروب ہوا۔ تو کوئی عاقل یہ نہیں کہہ سکتا کہ آفتاب نبوت نور وکمال سے خالی ہے۔ کیونکہ یہ ستارے (یعنی اولیاء کرام جو بمنزلہ ستاروں کے ہیں) ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دلالت کرتے ہیں۔ کہ آفتاب نبوت اپنے کمال وجمال کے ساتھ موجود ہے۔ اور ہر وقت عالم کو منور کر رہا ہے۔

فَاِنَّہٗ شَمْسُ فَضْلٍ ھُمْ کَوَاکِبُھَا ❊ یُظْھِرْنَ اَنْوَارَھَا لِلنَّاسِ فِیْ ظُلَمٖ

سوم :۔ جسم میں۔ باعتبار حسن ظاہری کے

چہارم :۔ تاثیرات میں۔ یعنی جیسے آفتاب کی گرمی وحرارت کے بغیر عالم کا زندہ رہنا محال ہے۔ اسی طرح آفتاب نبوت کے بغیر عالم آخرت کے درجات حاصل کرنا محال ہے۔

الحاصل۔ معلوم ہوا کہ علوم وکمالات جو انبیاء عظام واولیاء کرام کو عطا فرمائے گئے ہیں۔ وہ تمام علوم وکمالات حضور کے آفتاب رسالت سے مستفاد ہیں۔ اس لئے آپ کا علم تمام کے علوم پر محیط ہے۔ اور وہ آپ کے علوم سے کچھ بھی نہیں جانتے۔

(فافھم)

تحقیق المقام :-

رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّکْرِ فَھَلْ مِنْ مُّدَّکِرٍ

اور البتہ ہم نے قرآن کو سمجھنے کے لئے آسان کر دیا ہے۔ پھر ہے کوئی سمجھنے والا

فقیر کہتا ہے۔ ذکر کئی قسم کا ہوتا ہے۔ مطولات میں دیکھو

وَالذِّکْرُ بِالْقَلْبِ ضَرْبَانِ۔ قلبی ذکر دو قسم ہیں۔

اوّل :- یہ کہ ذکر کرے صورت کا جو حاضرۃ الوجود ہو۔ اس کے دل میں۔ لیکن نسیان کی وجہ سے یا غفلت کی وجہ سے کبھی کبھی وہ صورت غائب بھی ہو جاتی ہے۔

وَالثَّانِیْ یَکُوْنَ التَّذَکُّرُ عَنْ صُوْرَۃٍ کَائِنَۃٍ مُضَمَّنَۃٍ فِیْہِ بِالْفِطْرَۃِ

اَیْ اِدْثُبَاتُ وُجُوْدِھَا فِی الْقَلْبِ مِنْ غَیْرِ نِسْیَانٍ اَوْ غَفْلَۃٍ۔

ذکر کی دوسری قسم یہ ہے۔ کہ ذکر ہو ایسی صورت کا کہ فطرۃً فی الحقیقت بغیر مفارقت اس کے دل میں موجود ہو۔ یعنی ثابت و کائن ہو۔ اس کے دل میں اور نسیان و غفلت کی وجہ سے کبھی غائب نہ ہوتا ہو۔ اور نہ کبھی نسیان و غفلت اس پر طاری ہوتا ہو۔ اور اللہ جلّ مجدہٗ کا ذکر اول طریق پر مرتضیٰ عندالاولیاء نہیں۔

وَاِنَّمَا یُحْمَدُ اِذَا کَانَ عَلَی النَّوْعِ الثَّانِیْ۔

اور اولیاء کرام کا ذکر یہ ہے کہ کسی وقت بھی مذکور عنہ غائب نہ ہو۔ اور ہر وقت جمال جہاں آرا نظر آتا ہو۔

وَفِیْ کُلِّ شَیْءٍ لَّہٗ شَاھِدٌ ؛ یَدُلُّ عَلٰی اَنَّہٗ وَاحِدٌ

وَھٰذِہٖ حَقَائِقُ جَلِیْلَۃٌ ظَاھِرَۃٌ لِلنَّاظِرِ بِنُوْرِ الْبَصِیْرَۃِ لَا یَمْتَرِیْ فِیْھَا

یعنی یہ حقائق جلیلہ ناظر کے لئے ظاہر ہوتے ہیں۔ اور وہ ان کا مشاہدہ کرتا ہے۔ نورِ بصیرت سے۔ اور ان کے دیکھنے میں ذرہ بھر بھی شک و تردد نہیں ہوتا۔ اور وہ بالتفصیل مشاہدہ کرتا ہے۔ اور یہ مقام حق الیقین کا ہے۔ اور علماء ظاہر بین جو کہ نور بصیرت سے عاری ہوتے ہیں۔ اور علم کشف و عیان کا ان کے یہاں راہ تک نہیں ہوتا۔

اوران کے دل نورِ مشاہدہ و معرفت، سے خالی ہوتے ہیں۔ تو وہ اپنے علم ظاہر کی قوت

سے کلام ربّانی کا مفہوم سمجھنا چاہتے ہیں۔ اور ان کی عقل کی وہاں رسائی نہیں ہوتی

تو اپنے تعسفات باطلہ اور تخیلات وہمیہ کی دلدلوں میں پھنس جاتے ہیں۔ اور ان کے

تخیلات فاسدہ رُبَّمَا یَغْلِبُ ذٰلِکَ عَلَیْہِ فَیَصِیْرُ طَبْعًا مَرْکُوْزًا فِیْہِ۔ یعنی وہ تعسفات

باطلہ و تخیلات فاسدہ ان کی عقول پر یہاں تک غلبہ کر جاتے ہیں۔ کہ اس کی طبع کے ساتھ ممزوج ہو کر ہر ہر رگ میں

سرایت کر جاتے ہیں۔ اور تخیلات فاسدہ انکی طبع ہی ایسے مرکوز ہو جاتے ہیں۔ کہ بڑی کوششوں کے باوجود بھی مفارقت قبول نہیں کرتے۔

فَیَقَعُ فِیْ مَحْظُوْرٍ عَظِیْمٍ ضَرَرُہٗ عَلَی الْعَامَّۃِ اَکْثَرُ مِنْ ضَرَرِ غَیْرِہٖ

یعنی ان عقائد فاسدہ کی وجہ سے بڑے بڑے محظورات ولفکرات میں گرفتار

ہو جاتے ہیں۔ اور اپنی کم عقلی و کوتاہ بینی کی وجہ سے اللہ جلیل وجبار کے کلام اور اخبار

نبوی میں تناقض رُونما کر دیتے ہیں۔ اور اپنی عدم بصیرت کی وجہ سے اس کے مفہوم کو

نہیں سمجھتے۔

حَتّٰی یَنْظُرَ اِلَیْھَا بِعَیْنِ الْاِسْتِحْقَارِ وَالْمَذَلَّۃِ

یعنی اپنی ناسمجھی کے باعث اللہ کے کلام اور رسول اللہ کے کلام کو عین حقارت

و ذلت کے ساتھ دیکھتے ہیں۔ اور اپنی اس مخلوط الدماغی پر فخر کرتے ہیں۔ اور گمراہ ہو

جاتے ہیں۔ ان کی یہ گمراہی ان تک محدود نہیں رہتی۔ بلکہ عوام جو فہم و ادراک سے

عاری ہیں۔ ان کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیتے ہیں۔

وَمِثَالُہٗ مِثَالُ الْاَعْمٰی فَاقِدِ الْبَصَرِ

اُن کی مثال اعمٰی فاقد البصر کی مانند ہے۔ جیسے ایک نابینا فاقد البصر کسی بڑے

وسیع مکان میں کہ جس میں ہر قسم کے اعلیٰ و بہترین سامان و ظروف اپنے اپنے مقام پر بہایت

قرینہ سے رکھے ہوئے ہوں۔ داخل ہو جاوے۔

فَیَقُوْلُ بِلِسَانِہِ الَّذِیْ یُعَبِّرُ عَنْ عَقْلِہِ الْقَاصِرِ مَا لِھٰذِہِ الْاَوَانِیْ

لَاتُرْفَعُ مِنَ الطُّرُقِ وَتُرَدُّ اِلٰی مَوَاضِعِھَا۔

یعنی وہ نابینا اپنی عقل قاصر کی مراد کو زبان سے تلفظ کرتے ہوئے ظاہر کرے

کہ یہ ظروف وسامان راستوں میں پڑے ہوئے ہیں۔ ان کو راستوں سے ہٹایا کیوں نہیں جاتا اور اپنے اصلی مقاموں رکھا کیوں نہیں جاتا۔ تاکہ راستوں میں خراب و برباد نہ ہو۔

فَیُقَالُ لَہٗ ھِیَ مَوْضُوْعَۃٌ فِیْ مَوَاضِعِھَا الَّتِیْ تَلِیْقُ بِھَا وَاِنَّمَا الْخَلَلُ فِی الْبَصَرِ۔

یعنی اس کو کہا جاتا ہے۔ کہ یہ ظروف وسامان اپنے اپنے مقاموں پر نہایت قرینہ سے رکھے ہوئے ہیں۔ لیکن عمیئت کی وجہ سے تم کو نظر نہیں آتے اور تم ان کو غیر محل و راستوں میں پڑے ہوئے ضائع متصور کرتے ہو تو معلوم ہُوا کہ نقصان تمہارے دیکھنے کا ہے کہ تم اندھے ہو۔ تم کو نظر کچھ نہیں آتا۔ نہ کہ ظروف وسامان کا۔ کیونکہ وہ تو اپنے اپنے مقاموں پر فی المحل پڑے ہیں۔

واضح ہوا۔ کہ جو شخص ظاہری آنکھوں سے نابینا ہو اگر وہ سورج کے نور کا انکار کرے یا کسی حسین و جمیل صورت کو سیاہ کہے تو وہ اپنی سیاہی اور عدم نور پر قیاس کرتے ہوئے ان کو بھی سیاہ اور بے نور تصور کرتا ہے۔ تو فاقد البصر ہونے کی وجہ سے یہ خرابی لازم آئی۔ تو اگر ایک شخص فاقد البصیرت ہو تو کتنی خرابی لازم آئے گی۔

بَلْ اَطَمَّ مِنْہُ اَیْ اَکْثَرُ وَاَعْظَمُ لِاَنَّ بِاِرْتِفَاعِ الْبَصِیْرَۃِ اِرْتِفَاعَ الْمَنْفَعِ بِالْبَصَرِ۔

یعنی فاقد البصیرت کی وجہ سے جو خرابی لازم آتی ہے۔ اس سے بہت زیادہ کثیر خرابی فقدان البصیرت سے لازم آتی ہے۔ کیونکہ بصیرت کے فقدان کی وجہ سے بصارت کے منافع بھی فوت ہو جاتے ہیں۔

مثلاً

اِذِ النَّفْسُ کَالْفَارِسِ وَالْبَدَنُ کَالْفَرَسِ یَبْتَغِیْہِ حَیْثُ یُرِیْدُ۔

یعنی بدن انسانی مثل گھوڑے کے ہے۔ اور نفس انسانی مثل سوار کے ہے۔ سوار گھوڑے کو جدھر متوجہ کرنا چاہتا ہے۔ اور جدھر لیجانا چاہتا ہے۔ لے جاتا ہے۔

وَعَمَی الْفَارِسِ بِنَفْسِہٖ اَضَرُّ اَیْ اَشَدُّ ضَرَرًا مِنْ عَمَی الْفَرَسِ۔

یعنی اگر سوار خود نابینا ہے۔ تو یہ نابینائی سوار میں عظیم ضرر ہے۔ بہ نسبت نابینا ہونے سواری کے۔ کیونکہ جب سوار کو خود نابینا ہونے کی وجہ سے راستہ معلوم نہیں اور نہ اس کو کچھ سمت و جانب معلوم ہو سکتا ہے۔ تو سواری کو کیسے راستہ کی طرف متوجہ کرے گا۔ اس لئے جو منفعت سواری میں تھی۔ سوار کے نابینا ہونے کی وجہ سے فوت ہو جائیگی۔ تو یقیناً دونوں ہلاکت میں واقع ہو جائیں گے۔

جیسے رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِىْ فِى الصُّدُوْرِ۔

یعنی وہ ظاہری آنکھوں کے اندھے نہیں۔ بلکہ وہ باطنی آنکھوں کے اندھے ہیں۔

وَمَنْ كَانَ فِىْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِى الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيْلًا ○

یعنی جو شخص دارِ دنیا میں باطنی آنکھ سے نابینا ہو وہ شخص دارِ آخرت میں بھی نابینا ہوگا اور وہ اصلی راہ سے گمراہ ہوا۔

اَلَّذِيْنَ كَانَتْ اَعْيُنُهُمْ فِىْ غِطَآءٍ عَنْ ذِكْرِىْ

یعنی وہ لوگ جن کی باطنی آنکھوں پر پردے ہیں۔ وہ میرے ذکر سے غافل ہیں۔ کیونکہ ذکرِ رب تعالیٰ کا تو ظاہری آنکھوں سے دکھائی نہیں دیتا۔ تو یقیناً اس آیت مبارک میں باطنی آنکھیں مراد ہیں۔

عزیزانِ من! ان جیسی تمام آیات میں باطنی آنکھوں کے نابینے مراد ہیں۔ ظاہری آنکھوں کے نابینے نہیں۔

الحاصل تو بصیرت کے فقدان کی وجہ سے۔ اگرچہ بصارت موجود تھی۔ یعنی سوار نابینا نے سواری کو غلط راستے پر ڈال دیا۔ یہاں تک کہ دونوں جہنم واصل ہو گئے۔

نتیجہ:۔

اہلسنت والجماعت بھائیو! ما تقدم تقریر سے واضح ہوا۔ اور آفتاب نیم روز کی طرح عیاں ہوا۔ کہ علماءِ ظاہر بین بصیرت کے فقدان کی وجہ سے نابینے ہیں۔ تو ان کو

حضور سراپا نور صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم وکمالات کہاں نظر آتے ہیں۔ بلکہ اُن کی سواریاں بھی نابینی ہیں۔ اس لئے سوار بھی اعمٰی سواری بھی اعمٰی۔ نظر دونوں کو کچھ نہیں آتا۔ اٹکل سے جا رہے ہیں۔ سمت جانے کا معلوم نہیں اور اپنی عمیت پر حضور علیہ السلام کے علوم وکمالات کا قیاس کرتے ہیں۔ اور عدم بصیرت کی وجہ سے قرآنی آیتوں کو نہیں سمجھتے تو عدم سمجھ کی وجہ سے گمراہ ہو جاتے ہیں۔ اور ضلالت میں پڑ جاتے ہیں۔ جو منجر ہے جہنم کی طرف۔ مولانا رومؒ فرماتے ہیں۔ ؎

جملہ عالم زیں سبب گمراہ شُد ؛ کم کسے زابدالِ حق آگاہ شُد

ہم سری با انبیاء برداشتند ؛ اولیاء را ہم چو خود پنداشتند

ایں ندانستند ایشاں از عمیٰ ؛ ہست فرقے درمیاں بے انتہا

علاوہ ازیں رب تعالیٰ شانِ حبیبؐ میں فرماتا ہے۔

وَلَلْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی ۔ پ ۳۰ ۔ ع ۱۔ سورہ والضحیٰ

اے حبیب آپ کی ہر پچھلی ساعت پہلی ساعت سے لاالانہایت ہزار ہا درجہ اعلیٰ و افضل ہے۔ تو آپؐ کی ہر پچھلی ساعت میں علوم وکمالات بڑھتے چلے جا رہے ہیں۔ جن کی انتہا رب تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

اور آپ کی بصیرت کے متعلق رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

مَا کَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی۔ قال البیضاوی اَیْ مَا رَاٰی بِبَصَرِہٖ مِنْ صُوْرَۃِ اللّٰہِ تَعَالٰی۔ پ ۲۷ ۔ نجم ۔ ع ۱۔

یعنی دل نے تکذیب نہیں کی۔ جو کچھ آنکھوں نے دیکھا۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کو۔ اَیْ مَا کَذَبَ بَصَرُہٗ مَا حَکَاہُ لَہٗ۔

اور جو بصیرت سے دیکھا۔ بصارت نے اس کی تصدیق کی۔ یعنی حضور علیہ السلام نے رب تعالیٰ کے جمال کو بصیرت و بصارت دونوں سے بالمشاہدہ عیاناً بلا حجاب دیکھا۔

کما قیل ؎

دید محمدؐ نہ با چشم دگر ؛ بلکہ بلا چشم کہ دارد دلبر

فَاِنَّ الْاُمُوْرَ الْقُدْسِیَّۃَ تُدْرَکُ اَوَّلًا بِالْقَلْبِ ثُمَّ تَنْتَقِلُ مِنْہُ اِلَی الْبَصَرِ

یعنی امورِ قدسیہ کا اولاً علم حاصل ہوتا ہے۔ بالقلب۔ پھر بلا حجاب عیاناً ظاہری آنکھوں سے نظر آنے لگ جاتے ہیں۔ اور شبِ معراج تمام امور قدسیہ کا علم حضور علیہ السلام کو عطا فرمایا گیا۔ اب وہ تمام امور قدسیہ وغیرہ اشیاء عیاناً ظاہری آنکھوں سے آپ کو نظر آتے ہیں۔ اور آپ کی نگاہِ مطہر سے کوئی چیز بھی پوشیدہ نہیں۔

رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَکَذٰلِکَ نُرِیْ اِبْرَاھِیْمَ مَلَکُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِیَکُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِیْنَ ○ پ ۷ - انعام - ع - ۹

اس آیت مبارک کی تحقیق پہلے گزر گئی ہے۔ لیکن یہاں صرف اتنی سی بات عرض کئے دیتا ہوں۔ کہ نفوس قدسیہ بالکلیہ رب تعالیٰ کے انوار و تجلیات میں مطمئن ہو جاتے ہیں۔ تو ان کی بصارت و بصیرت انتہائی درجہ کمال پر فائض ہو جاتے ہیں۔ تو نفوسِ قدسیہ کی ترقی اور سیر عالم ملکوت عالم روحانیات۔ عالم علویات میں ان کے رتبات کے مطابق ہوتی ہے۔ اور انتہائی درجہ کمال میں تمام امور قدسیہ وغیرہ اشیاء کا رویت و علم حاصل ہو جاتا ہے۔ جس کا ثبوت ماتقدمہ آیات سے ہوا۔ اور اسی طرح مندرجہ ذیل آیات میں بھی رب تعالیٰ نے ثابت فرمایا ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلٰی رَبِّکَ کَیْفَ مَدَّ الظِّلَّ - پ ۱۹ - سورہ فرقان - ع ۲

اس آیت مبارک کی تفسیر مولانا روم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خوب کی ہے فرماتے ہیں۔

کیف مدّ الظل نقش اولیاست ؎ او دلیل نور خورشید خداست

اندرین وادی مرو بے این دلیل ؎ لا احب الافلین گو چون خلیل

رو ز سایہ آفتابے را بیاب ؎ دامن چوں شمس تبریزی بتاب

خاک شو مردان حق را زیر پا ؎ خاک بر سر کن حسد را ہم چو ما

یعنی وہ جو قرآن مجید میں ہے۔ کہ ہم نے سایہ کو کیسے پھیلایا ہے۔ اس سایہ سے مراد اولیاء اللہ ہیں۔ کہ ان سے خدا کا پتہ لگ جاتا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔ کہ سایہ کی طرف

سے چل تاکہ آفتاب کو پالے ۔ یعنی کسی شمس تبریز جیسے کامل کا دامن پکڑ لے اور مردان خدا
کے پاؤں کی خاک بن جا اور حسد کو چھوڑ دے ۔ تاکہ بجز خدا کے کچھ نظر نہ آوے

سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنفُسِهِمْ ۔

پارہ ۲۵ ۔ سورہ سجدہ ۔ رکوع ۶

یعنی ہماری آیات بینات و دلائل قدرت و نشانات تمہیں آفاق و انفس میں نظر آتے ہیں ۔ کیونکہ نفوس قدسیہ کی سیر اور ترقی عالم ملکوت میں تبدل صفات و خصائص سے ہوتی ہے ۔ اور تزکیہ کے ساتھ نفس جس مقدار پر پاک صاف لطیف ہو جاتا ہے ۔ اسی لطافت کی مقدار پر ترقی و سیر و مشاہدہ نصیب ہوتا ہے ۔ یہاں تک کہ انتہائی درجہ لطافت میں یہ ترقی کسی حد متناہی پر نہیں ٹھہرتی ۔

ازل اور ابد دونوں حد متناہی ہیں ۔ تو یہ علوم محدود ہیں ۔ اور محدود علم رب تعالےٰ کے لئے لائق نہیں ۔ اس لئے ان دو حدیں متناہیین کے جملہ علوم حضور علیہ السلام کے سمندر علوم سے ایک جز ہیں ۔ اور ان علوم سے ورا علوم ذات و صفات باری تعالیٰ میں آپ کے علوم کسی حد متناہی پر قائم نہیں مانے جا سکتے ۔ کیونکہ لازم آئے گا ۔ کہ رب تعالیٰ عطا سے قاصر ہوا ۔ اور یہ محال ہے ۔ اس لئے ذات و صفات و تجلیات میں حضور کے علوم ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بڑھتے چلے جا رہے ہیں ۔ لا الیٰ نہایت ۔

پ ۹ ۔ ع ۱۴ ۔ سورہ اعراف

وَتَرَاهُمْ يَنظُرُونَ إِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ ۝

یعنی اے حبیب یہ لوگ آپ کو دیکھتے ضرور ہیں ۔ لیکن دیکھ نہیں سکتے ۔ کیونکہ یہ دل کے اندھے ہیں ۔ آپ کے رتبات علوم و کمالات کو نہیں جانتے تو معلوم ہوا ۔ کہ حضور کو اصحابہ کبار اور اولیا کرام کے علاوہ فی الحقیقت کسی نے نہیں دیکھا ۔ ظاہر بین عقل کے اندھے گھوڑے دوڑاتے ہیں ۔ اور اپنے جیسا بشر کہنے لگ جاتے ہیں ۔

اور

ضلالت کے کنویں میں گر جاتے ہیں ۔

مولانا رومؒ فرماتے ہیں۔

گفت اینک ما بشر ایشاں بشر ❊ ایں نداستند کاں شق القمر

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر ❊ گرچہ باشد در نوشتن شیر و شیر

آں یکے شیرے کہ آدم را خورد ❊ واں دوم شیرے کہ آدم مے خورد

لعل باشد زیب تاج سروراں ❊ زینت و خوبی و گوشش دلبراں

وَهٰذِهِ الْاُمُوْرُ الَّتِیْ کُشِفَتْ لِلْاَنْبِیَاءِ عَلَیْهِمُ السَّلَامُ بَعْضُهَا کَانَ بِالْبَصَرِ وَبَعْضُهَا کَانَ بِالْبَصِیْرَتِ وَسَمَّی الْکُلَّ رُؤْیَةً

یعنی عالم ملکوت عالم روحانیات وغیرہ تمام اشیاء کی حقیقت کشفاً بصارت یا بصیرت کے ساتھ عیاناً نظر آتی ہیں۔ جس طریق پر رویت کیوں نہ ہو۔ سب ہی کو رویت کہا جاتا ہے۔

وَبِالْجُمْلَةِ مَنْ لَمْ تَکُنْ بَصِیْرَتُهُ الْبَاطِنَةُ ثَاقِبَةً اَیْ مُتَوَقِّدَةً مُضِیْئَةً۔

یعنی بفرض محال اگر انبیاء کرام کی بصیرت باطنی منور وآفتاب عالمتاب نہ ہو۔

لَمْ یَعْلَقْ بِهٖ مِنَ الدِّیْنِ اِلَّا قُشُوْرُهٗ وَاَمْثِلَتُهٗ اَیْ رُسُوْمُهُ الظَّاهِرَةُ دُوْنَ لُبَابِهٖ وَحَقَائِقِهٖ وَمَحْضِهٖ وَخُلَاصَتِهٖ۔

تو نہیں ظاہر ہو سکتے۔ ان پر حقائق و دقائق ولباب وخلاصہ کسی شے کا۔ مگر صرف اشیاء کے امثلہ رسومات ظاہرہ اور ظاہری پوست۔ اور یہ شان انبیاء عظام کے حق میں محال ہے۔ کیونکہ جب وہ خود کسی چیز کی حقیقت وغیرہ حالات کو نہیں جانتے تو مخلوق کی رہنمائی کیسے کریں گے۔ تو لامحالہ یہ ماننا پڑے گا۔ کہ انبیاء عظام ہر ایک شے کی ہر حالت وسکون کو جانتے ہیں۔ اور ان کے علوم سے کوئی چیز بھی پوشیدہ نہیں۔ تو جب انبیاء کا یہ حال ہوا۔ تو حضور علیہ السلام کا علم مطہر جو تمام انبیاء عظام کے علوم پر محیط ہے۔ ان اشیاء کے علوم کیسے پوشیدہ ہو سکتے ہیں۔

(اتحاف صفحہ ۴۶۴ تا ۴۶۵ جلد ۱)

عقیدہ حقہ :- ازل ، ابد دو حدیں متناہیین ہیں - ان دونوں حدوں کے درمیان کُل اشیاء کی ہر حرکت و سکون

اور حالت کو آپ بدرجہ اتم جانتے ہیں - اور ان میں آپ کی نگاہ مطہر سے کوئی ذرہ پوشیدہ نہیں - اور ان کے علاوہ ذات و صفات و تجلیات میں آپ کے علوم روز مرہ ہر آن میں لاالانہایت بڑھتے چلے جا رہے ہیں - جن کی انتہا رب تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور ان علوم غیبیہ کو حضورؐ پاک کے لئے اسی انداز پر ماننا - جس طرح فقیر نے تفصیل سے بیان کر دیا ہے - لازم ہے - اور اصل ایمان میں داخل و شامل ہے -

جیسے امام ابوحامد غزالیؒ فرماتے ہیں -

وَتَصْدِيقُهُ صلی اللہ علیہ وسلم فِيمَا اَخْبَرَ عَنْهُ مِنْ اُمُورِ الْغَيْبِ جُمْلًا وَتَفْصِيلًا فَاِنْ كَانَ مِمَّا يَعْلَمُ تَفْصِيلَهُ وَجَبَ اِعْتِقَادُهُ وَاِنْ كَانَ لَمْ يَعْلَمْ تَفْصِيلَهُ وَجَبَ اَنْ نُؤْمِنَ بِهٖ جُمْلَةً وَنَكِلُ تَأْوِيلَهُ اِلَى اللّٰهِ وَرَسُولِهٖ وَمَنِ اخْتَصَّهُ اللّٰهُ بِالْاِطِّلَاعِ عَلٰى ذَالِكَ -

یعنی حضور سراپا نور حبیب کردگار احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم نے جس قسم کا علم غیب بیان فرمایا ہو - اجمالاً یا تفصیلاً (جیسے اپنی ذات مبارک کے لئے خود حضورؐ نے فرمایا ہے کہ میں اوّلین و آخرین علوم جانتا ہوں - اور سب اشیاء میرے سامنے حاضر ہیں - میں اُن کو دیکھتا ہوں -) اُن تمام علوم غیبیہ پر ایمان لانا واجب ہے - اور اگر ہم ان علوم غیبیہ کی تفصیل نہیں جانتے - تو پھر بھی تمام پر ایمان لانا واجب ہے - کیونکہ ان کی تفصیل اللہ اور اللہ کا رسول جانتے ہیں - اور وہ لوگ بھی جانتے ہیں - جن کو اللہ نے اطلاع سے مختص کیا ہے -

(اتحاف صفحہ ۲۱۳ جلد ۲)

معلوم ہوا - کہ ایمان جب کامل ہوتا ہے - کہ ایمان کے جملہ لوازمات پر ایمان لائے اور تصدیق کرے - اور اگر ایمان کے ایک جزء کا انکار کرے تو ایمان خطرہ میں -

مثلاً

یہود و نصاریٰ حضرت موسیٰ و عیسیٰ وغیرہ انبیاء کو مانتے ہیں - لیکن حضورؐ کو نہیں مانتے

کافر ہو گئے۔ اسی طرح حضور علیہ السلام کے باقی رتبات کو تسلیم کرنا اور علوم غیبیہ کا انکار کرنا۔
فافہم۔ واللہ الہادی۔ وباللہ التوفیق۔ اللہ ناصر کل صابر۔

تنبیہہ:- اے مسلمان بھائی!
تمہارے دل میں وسواس پیدا نہ ہو جاوے کہ میں نے حضور شافع یوم النشور، واقفِ غیوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علوم غیبیہ کو رب تعالیٰ کے علوم کے ساتھ مماثل کر دیا۔ حاشا وکلا۔ کجا علم عبد اور کجا علم رب تعالیٰ

نور ذرہ کجا روئے آفتاب کجا ⁂ ببین تفاوت رہ از کجا ست تا بہ کجا

لو صاحب میں واضح کئے دیتا ہوں۔ تاکہ آپ کے وسواس دور ہو جائیں۔

توضیح المقام بانواع:-

اَلنَّوعُ الاَوَّلُ:-

امام غزالیؒ فرماتے ہیں۔
لِلْعَبْدِ حَظٌّ مِنْ وَصْفِ الْعِلْمِ۔
یعنی دراصل عالم مطلق رب تعالیٰ ہے۔ اس علم مطلق سے بندہ کو حصہ رب تعالیٰ کی طرف سے دیا جاتا ہے۔
وَلٰكِنْ يُفَارِقُ عِلْمُهٗ عِلْمَ اللّٰهِ تَعَالٰی فِیْ خَوَاصٍّ ثَلَاثَةٍ۔
یعنی بندہ کے علم اور رب تعالیٰ کے علم میں تین طریق سے فرق ظاہر و بین ہے۔
اَحَدُهَا الْمَعْلُوْمَاتُ فِیْ كَثْرَتِهَا فَاتَتْ مَعْلُوْمَاتِ الْعَبْدِ وَاِنِ اتَّسَعَتْ فَهِیَ مَحْصُوْرَةٌ فِیْ قَلْبِهٖ فَاَنّٰی تُنَاسِبُ مَا لَا نِهَايَةَ لَهٗ۔
یعنی فرق اول یہ ہے۔ کہ رب تعالیٰ کے معلومات کثیر ولاتعداد ہیں۔ اور معلومات بندہ اگرچہ بہت ہی زیادہ ہو جائیں۔ پھر بھی اس کے قلب کی حدود اربعہ میں محصور ہیں۔ تو پھر کونسی مماثلت اور مناسبت پیدا ہو سکتی ہے۔ ان علوم کے ساتھ جن کی انتہا نہیں۔
وَالثَّانِيَةُ اِنْ كُشِفَتْ اَوْ اِنْ فُتِحَتْ فَلَا يَبْلُغُ الْغَايَةَ الَّتِیْ لَا

مُمْكِنٌ وَرَاءَهَا بَلْ يَكُونُ مُشَاهِدَتُهُ الْأَشْيَاءَ كَأَنَّهُ يَرَاهَا مِنْ وَرَاءِ سَتْرٍ رَقِيقٍ وَلَا تُنْكِرُ دَرَجَاتِ الْكَشْفِ فَإِنَّ الْبَصِيرَةَ الْبَاطِنَةَ كَالْبَصَرِ الظَّاهِرِ وَفَرْقٌ بَيْنَ مَا يَتَّضِحُ وَقْتَ الْإِسْفَارِ وَبَيْنَ مَا يَتَّضِحُ أَوَّلَ ضَحْوَةِ النَّهَارِ۔

یعنی فرق ثانی یہ ہے۔ کہ رب تعالیٰ کے علوم لا متناہیہ سے بندہ پر کشف و فتح لا متناہیہ ہوتا جاوے۔ تو پھر بھی وہ بندہ کسی ایسی حد پر نہیں پہنچ سکتا۔ جس کے وراء کوئی ممکن علم نہ ہو۔ یعنی رب تعالیٰ کے علوم کا انتہا نہیں۔ انتہائی درجہ کشف و فتح کے بعد اور...

کشف و فتح پھر اور کشف و فتح۔

ھَلُمَّ جَرًّا لَا اِلٰی نِھَایَۃٍ۔

ہر ایک ترقی کے بعد اشیاء رقیق پردہ سے نظر آتے ہیں۔ جن کا انتہا رب تعالیٰ جانتا ہے۔ اور درجاتِ کشف کا انکار کرنا درست نہیں۔ کیونکہ بصیرت جب رب تعالیٰ کی طرف سے مل جاتی ہے۔ تو جیسے ظاہری آنکھوں سے اشیاء عیاناً بلا حجاب نظر آتے ہیں۔ بلکہ اس سے بھی ہزاروں درجہ صاف و شفاف واضح نظر آتے ہیں۔ جیسے خورد بین سے باریک اشیاء صاف ہو کر واضح نظر آتے ہیں۔ اسی طرح باطنی آنکھوں سے ہر ایک شے صاف واضح بالمشاہدہ نظر آتی ہے۔

ظاہری اور باطنی آنکھوں کے مشاہدہ کا فرق یوں معلوم ہوگا۔

مثلاً

صبح کے وقت اشیاء کس مقدار پر صاف و شفاف واضح ہوتے ہیں۔ اور نصف النہار میں کس مقدار پر صاف و شفاف واضح ہوتے ہیں۔ بس یہی فرق ظاہری اور باطنی آنکھوں کے مشاہدہ کا ہے۔

وَالثَّالِثَةُ إِنَّ عِلْمَ اللّٰهِ تَعَالٰی بِالْأَشْيَاءِ غَيْرُ مُسْتَفَادٍ مِنَ الْأَشْيَاءِ بَلِ الْأَشْيَاءُ مُسْتَفَادَةٌ مِنْهُ وَعِلْمُ الْعَبْدِ بِالْأَشْيَاءِ تَابِعٌ لِلْأَشْيَاءِ وَحَاصِلٌ بِهَا۔

یعنی فرق ثالث یہ ہے۔ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا علم تمام اشیاء پر محیط ہے۔ اور مستفاد من الاشیاء نہیں۔ بلکہ اشیاء رب تعالیٰ کے علم سے مستفاد ہیں۔ اور بندہ کا علم اشیاء کے ذریعہ سے ہے۔ اور اشیاء کا تابع ہے۔ اور اشیاء کے موجود ہونے کی وجہ سے علم بالاشیاء بندہ کو حاصل ہے۔ بالفرض اگر اشیاء نہ ہوتے تو بندہ کا علم جو حاصل بالاشیاء ہے نہ ہوتا۔ بخلاف علم رب تعالیٰ کے۔ بالفرض اگر اشیاء نہ بھی ہوں۔ تو علم رب تعالیٰ میں ذرہ بھر فرق نہیں آ سکتا۔ کیونکہ اشیاء اس کے علم سے ظہور میں آئے۔

(اتحاف صفحہ ۱۳۸ جلد ۲)

اَلنَّوْعُ الثَّانِیْ۔ اللہ کا علم ذاتی ہے۔ بندہ کا علم عطائی ہے۔ اور اللہ کا علم ازلی ابدی سرمدی قدیم حقیقی ہے۔ اور بندہ کا علم ممکن حادث اضافی ہے۔ اللہ کا علم غیر مخلوق ہے۔ اور بندہ کا علم مخلوق ہے۔ اللہ تعالیٰ کا علم واجب البقاء ہے۔ اور بندہ کا علم جائز الفناء ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا علم ممتنع التغیر و تبدل ہے۔ اور بندہ کا علم ممکن التغیر و تبدل ہے۔ اللہ تعالیٰ کا علم لا فی المحل ہے۔ اور بندہ کا علم فی المحل ہے۔ یعنی دماغ وقلب اللہ تعالیٰ کا علم حاصل بلا جہت ہے۔ اور بندہ کا علم حاصل بالجہت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا علم قائم بذاتہ ہے۔ اور بندہ کا علم قائم بعلم اللہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کا علم

لَا بِتَرْتِیْبِ اَفْکَارٍ وَّ تَرَبُّصٍ وَّ زَمَانٍ ہے۔

اور بندہ کا علم بِتَرْتِیْبِ اَفْکَارٍ وَّ تَرَبُّصٍ وَّ زَمَانٍ ہے۔

اللہ تعالیٰ کا علم لا بذی مخارج ہے۔ اور بندہ کا علم بذی مخارج ہے۔ اللہ تعالیٰ کا علم محل للحوادث نہیں اور بندہ کا علم محل للحوادث ہے۔ اللہ تعالیٰ کا علم مقرون بزمانہ ماضی، حال مستقبل نہیں اور بندہ کا علم مقرون بزمانہ ماضی، حال اور مستقبل ہے۔

اَلنَّوْعُ الثَّالِثُ:۔ اِعْلَمْ اَنَّ لِکُلِّ شَیْئٍ فِی الْوُجُوْدِ اَرْبَعَ مَرَاتِبَ

یعنی ہر ایک شے فی الوجود چار قسم پر ہے۔

نمبر ا۔ وُجُوْدٌ فِی الْاَعْیَانِ۔

نمبر۲ - وُجُودفِی الْاَذْھَانْ

نمبر۳ - وُجُودفِی اللِّسَانْ

نمبر۴ - وُجُودفِی الْبَیَاضْ

مثلاً

آگ ہے۔ اس کے چار وجود ہیں۔

پہلا وجود وہ ہے جو تنور میں ہے۔

دوسرا وجود خیال و ذہن میں ہے - اور اس وجود سے میری مراد وہ علم ہے جو حاصل ہے۔ آگ کی صورت اور حقیقت پر

تیسرا وجود زبان میں ہے اور اس وجود سے میری مراد وہ کلمہ ہے۔ جو دال ہے جسم آگ پر یعنی لفظ آگ جو زبان پر ہے۔

چوتھا وجود بیاض میں۔ اس وجود سے میری مراد یہ ہے۔ کہ جن حروف و رقوم کے ساتھ مکتوب ہے بیاض میں۔ چاروں قسموں میں سے وہ قسم آگ جو جلانے والی ہے۔ اس کا وجود تنور میں ہے۔ اذہان لسان بیاض میں نہیں۔ اگر اس آگ کا وہ وجود جو تنور میں ہے۔ لسان بیاض میں تسلیم کیا جاوے کہ اُسی وجود کے ساتھ یہاں موجود ہے۔ لَاحْتَرَقَ البتہ بیاض لسان جل جائے تو لامحالہ یہ ماننا پڑے گا۔ کہ آگ کا وہ وجود جو لسان و بیاض میں موجود ہے۔ غیر ہے اس وجود کا جو تنور میں موجود ہے۔ پس فرق ظاہر و بیّن ہُوا۔ اسی طرح رب تعالیٰ کے علم کے چار مراتب ہیں۔

قسم اول

وہ اصل علم ہے۔ اور قائم بذات اللہ ہے۔

قسم ثانی

وہ علم ہے جو کہ رب تعالیٰ کی طرف سے ذہنوں میں موجود ہے۔ رب تعالےٰ سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد

اس سے پہلے کہ زبان سے اس علم پر تلفظ کیا جاوے۔

قسم ثالث :-
وہ علم ہے جو کہ ہماری زبانوں میں موجود ہے - اور ہماری اصوات اس علم کی تقطیع
کر رہے ہیں -

قسم رابع :-
وہ علم ہے - جو کتابت کے ساتھ اوراق میں لکھا ہوا موجود ہے - اس تقسیم
معلوم ہوا - کہ اگر وہ علم جو ذات باری تعالیٰ کے ساتھ قائم ہے - اگر اس کو فی الحقیقت بالکمال
بندہ کی ذات کے ساتھ قائم مانا جائے - تو
لَصَارَ الْعَابِدُ مَعْبُوْدًا
البتہ عابد معبود ہو جاوے - اور مساوات لازم آجاوے - اور عابد و معبود میں فرق نہ
رہے - تو لامحالہ یہ ماننا پڑے گا - کہ وہ علم جو کہ اذہان ، لسان ، بیاض میں موجود ہے یعین ہے
اس علم کا جو ذات باری تعالیٰ کے ساتھ قائم ہے - اور اللہ تعالیٰ کا علم اس پر محیط ہے - بس
فرق ظاہر و بین ہوا -
فَاِذَا وَرَدَ فِی الْخَبَرِ اِنَّ الْقُرْاٰنَ فِی قَلْبِ الْعَبْدِ وَاَنَّہٗ فِی الْمُصْحَفِ
وَاَنَّہٗ فِی لِسَانِ الْقَارِیِٔ وَاَنَّہٗ صِفَۃٌ فِی ذَاتِ اللّٰہِ تَعَالٰی صَدَقَ بِالْجَمِیْعِ
مَعَ الْاِحَاطَۃِ بِحَقِیْقَتِ الْمُرَادِ ط
اَلنَّوْعُ الرَّابِعُ -
فقیر کہتا ہے - کہ مخلوق کا علم رب تعالیٰ کے علم کے ساتھ جب مساوی و مماثل ہو سکتا ہے
کہ ثابت کیا جاوے - اشتراک جمیع اوصاف میں - یعنی جیسے رب تعالیٰ کا علم ہر ایک شے پر
محیط ہے -
جیسے خود فرماتا ہے -
اِنَّہٗ ھُوَ بِکُلِّ شَیْئٍ مُّحِیْطٌ -
وہ رب تعالیٰ ہر ایک شے پر محیط ہے - اور بندہ کے لئے بھی ایسا ہی احاطہ فی العلم
ہر ایک شے ذات و صفات و تجلیات وغیرہ لا متناہیہ پر جمیع اوصاف میں تسلیم کیا جاوے تو

پھر مساوات و مماثلت لازم آتی ہے۔ مگر کسی مسلمان کا یہ عقیدہ نہیں۔

اگر مماثلت و مشارکت بعض وجوہ میں ہو۔ لیکن بعض آخر میں نہ ہو تو کبھی بھی مماثلت و

مشارکت لازم نہیں آتا۔ کیونکہ علمائے کلام کے نزدیک یہ جائز امر ہے۔ کہ ایک شے

دوسری شے کے ساتھ من وجہ مماثل ہو اور من وجہ مخالف ہو۔ نَفْتَرِقَا

تو یہ دونوں اشیاء الگ الگ جنس شمار کیے جائیں گے۔

مثلاً

اِنَّ زَیْدًا مِثْلَ عَمْرٍو فِی الْفِقْہِ وَالْکَلَامِ

یعنی زید فقہ اور کلام میں عمرو کی مثل ہے۔ یعنی جیسے زید فقیہ ہے۔ اور کلام کرنے میں

ماہر ہے۔ اسی طرح عمرو فقیہ ہے۔ اور کلام کرنے میں ماہر ہے۔

مَعَ مُخَالَفَۃٍ بِوُجُوْہٍ کَثِیْرَۃٍ۔

حالانکہ بہت سے وجوہ میں مخالفت بھی ہے۔ تو ان دونوں اوصاف کی مشارکت

کی وجہ سے یہ نہیں کہا جا سکتا۔ کہ زید و عمرو دونوں اپنے جمیع اوصاف میں مماثل و مساوی

ہو گئے اور ایک دوسرے کے قائم مقام ہو گئے۔ کیونکہ بعض اوقات کی مشارکت کی

وجہ سے یہ لازم نہیں آتا۔ کہ کل اوصاف میں بھی مشارکت و مماثلت ہو۔ دونوں میں

فرق ظاہر ہوا۔

تحقیق مماثلت

مماثلت اسم جنس ہے۔ اور مشتمل ہے۔ اپنے جملہ انواع پر۔ اور انواع

اس کے یہ ہیں۔

مثلاً مشابہت

مقابلت

مشاکلت

مساوات

وَاِطْلَاقُ اِسْمِ الْجِنْسِ عَلٰی کُلِّ نَوْعٍ مِنْ اَنْوَاعِهٖ جَائِزٌ

اور اسم جنس کا اطلاق اپنے جملہ انواعوں پر جائز ہے۔

مثلاً

لفظ حیوان اسم جنس ہے۔ اور اپنے جملہ انواع پر مشتمل ہے۔ جیسے آدمی گھوڑا بیل وغیرہ انواع ۔۔۔۔۔۔۔

اب ان انواعوں میں سے دو انواع کو لیجئے۔ مثلاً آدمی، گھوڑا یہ دونوں بعض اوصاف میں شریک ہیں۔ حیوانیت۔ قدرِ حرکت بالارادہ میں۔ مگر بعض دیگر اوصاف میں مخالفت ہے۔ مثلاً مشاکلت، مقابلات، مشابہت (اور اسی طرح تمام انواع کو سمجھ لیجئے۔ تو مشابہت من وجہٍ اور مخالفت من وجہٍ کی وجہ سے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ دو انواع ایک ہو گئے۔ اور ایک دوسرے کے قائم مقام ہو گئے یعنی وہ افعال، اقوال، اعمال جو انسان سے صادر ہوتے ہیں۔ وہی گھوڑے سے بھی صادر ہونے لگ جاویں۔ اور جو گھوڑے سے افعال صادر ہوتے ہیں۔ وہی انسان سے بھی صادر ہونے لگ جاویں۔ حالانکہ یہ محال ہے۔ تو لامحالہ یہ ماننا پڑے گا۔ کہ بعض اوصاف کی مشارکت کی وجہ سے دو انواع ایک نہیں ہو سکتے۔ اسی طرح علم ذاتِ باری تعالیٰ اور علم ذاتِ بندہ بعض اوصاف کی مشارکت کی وجہ سے ایک نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ یہاں اکائی محال ہے۔ اس لئے بندہ کا علم عارضی، حادث، جائز الوجود، مستحیل البقاء، غیر شامل جمیع معلومات پر اور رب تعالیٰ کا علم ازلی، ابدی، واجب الوجود اور شامل جمیع معلومات پر

لِاَنَّهٗ لَا یَخْرُجُ مِنْ اِحَاطَةِ عِلْمِهٖ تَعَالٰی شَیْءٌ۔

کیونکہ رب تعالیٰ کے احاطہ علم سے کوئی شے بھی خارج نہیں۔ اور بندہ کا علم ایسا نہیں۔ فَفْتَرَقَا۔ اب فرق ظاہر و بیّن ہوا۔

فَاِذًا لَا مُمَاثِلَةَ بَیْنَ عِلْمِهٖ تَعَالٰی وَعِلْمِ الْخَلْقِ وَکَذَا فِیْ سَائِرِ الصِّفَاتِ

یعنی مشابہت من وجہٍ اور مخالفت من وجہٍ کی وجہ سے رب تعالیٰ کا علم اور بندہ کا علم مماثل نہیں ہو سکتے۔ تو اسی طرح دوسرے صفات سمیع، بصیر، مرید، متکلم وغیرہ

صفات میں بھی مماثلت پیدا نہیں ہو سکتی ۔ کیونکہ وہاں بھی مخالفت من وجہٍ موجود ہے بس
فرق ظاہر و بیّن ہُوا ۔

اَلنَّوعُ الخَامِسُ :۔

اِعْلَمْ اَنَّ الْمَعَانِیَ وَالصِّفَاتِ الْکَمَالِیَّۃَ تَارَۃً تُؤْخَذُ مِنْ حَیْثُ
اِضَافَتِہَا اِلَی الْحَقِّ وَتَارَۃً مِنْ حَیْثُ اِضَافَتِہَا لِلْمَخْلُوْقِ ۔

یعنی معانی اور صفات کمالیہ کا اخذ من حیث الاضافت ہوتا ہے ۔ اگر مضافٌ
الیہ خالق ہے ۔ تو وہی احکام جاری ہوں گے ۔ جو خالق کے ساتھ مناسب و لائق ہیں ۔
اور اگر مضافٌ الیہ مخلوق ہے ۔ تو وہی احکام جاری و نافذ ہوں گے ۔ جو مخلوق کے
لئے ثابت ہیں ۔ یعنی اشیاء متغائر ہوتی ہیں ۔ مضافٌ الیہ کی متغائرت سے ۔ اور
یہاں تغائر سے مراد تغائر حقیقی ہے ۔

کیونکہ

لَا مُشَارِکَتَ عَلَی الْحَقِیْقَتِ بَیْنَ الْمُمْکِنِ وَالْوَاجِبِ

یعنی فی الحقیقت خالق و مخلوق میں مشارکت نہیں ۔ تو مشارکت نہ ہونے کی وجہ سے
مَا ثَبَتَ لِلْوَاجِبِ مِنْ ذَالِکَ غَیْرُ ثَابِتٌ لِلْمُمْکِنِ عَلَی الْحَقِیْقَتِ
جو اوصاف خالق کے لئے ثابت ہیں ۔ وہ فی الحقیقت بالکمال خالق لایزال میں
موجود ہیں ۔ اور وہی اوصاف فی الحقیقت بالکمال (جیسے رب تعالیٰ میں موجود ہیں ۔)
بندہ کے لئے ثابت نہیں ۔ نہ من حیث الشخص ، نہ من حیث النوع ۔ اور نہ من حیث
الجنس ۔ بلکہ رب تعالیٰ کا علم قدرت ، ارادہ ، سمع ، بصر ، حیات ، کلام

وکذا جمیع صفاتہٖ تعالیٰ
اسی طرح رب تعالیٰ کا جمیع صفات
لَا تَشْتَرِکُ مَعَ صِفَاتِ الْخَلْقِ
نہیں شریک ہو سکتے صفاتِ مخلوق کے ساتھ
اِلَّا فِی الْاَسْمَاءِ مَجَازًا ۔ فقط

مگر مجازاً وہی اسماء مخلوق کے لئے استعمال ہو سکتے ہیں۔ مجازی معنیٰ میں فقط

اِنَّ ذَالِكَ اللَّفْظَ حَيْثُ اُطْلِقَ عَلَى الْمَعْنَى الْاِلٰهِيِّ كَ اِسْتُعْمِلَ

فِيْهِ فَقَدْ اِسْتُعْمِلَ مَعْنَاهُ الْاَصْلِيُّ۔

یعنی وہی اسماء مثلاً سمیع، بصیر، متکلم وغیرہ۔ جب ان کا مضاف الیہ رب تعالیٰ ہو تو مجازی معنیٰ سے مجرد اپنے اصلی حقیقی معنیٰ میں مستعمل ہوں گے۔ وہ معنیٰ جو رب تعالیٰ کی شان کے لائق ہو۔ اور جب انہی اسماء کا مضاف الیہ مخلوق ہو تو اپنے اصلی حقیقی معنی سے مجرد مجازی معنیٰ میں مخلوق کے لئے استعمال ہوں گے جو معنیٰ مخلوق کی شان کے لائق ہوں۔ فَفْتَرَقَا۔ تو یہاں سے علم رب تعالیٰ اور علم بندہ میں فرق ظاہر و بین ہوا۔ یعنی لفظ علم کی اضافت جب رب تعالیٰ کی طرف کی جاوے تو اس علم سے علم محیط جمیع اشیاء ذات وصفات و تجلیات لاتناہی مراد ہوگا۔ اور جب لفظ علم کی اضافت بندہ کی طرف کی جائے۔ تو اس علم سے مراد غیر محیط علم مراد ہوگا۔ اسی طرح لفظ بصیر کی اضافت جب رب تعالیٰ کی طرف کی جاوے تو اس بصارت سے مشاہدہ محیط جمیع اشیاء ذات وصفات و تجلیات لاتناہی مراد ہوگا۔ اور جب بندہ کی طرف مضاف کی جائے۔ تو اس بصارت سے مشاہدہ غیر محیط ذات وصفات و تجلیات مراد ہوگا۔ اسی طرح باقی اسماء کو سمجھ لیجئے۔ اور اس علم و مشاہدہ کا انکار درست نہیں۔ کیونکہ رب تعالیٰ قادر ہے۔ اگر وہ اپنی قدرت کاملہ سے کسی انسان کو ایسا علم و رویت عطا فرمائے۔

مِنْ غَيْرِ مُقَابَلَةِ حَاسَّةِ الْبَصَرِ اَصْلاً۔

کہ اسی علم کی وجہ سے ظاہری آنکھوں کے مشاہدہ کی ضرورت ہی نہ رہے۔ بلا بصر پھرانے کے ہر ایک شئے کا مشاہدہ کرے۔

جیسے صحیحین میں موجود ہے۔

اَتِمُّوا صُفُوفَكُمْ فَاِنِّيْ اَرَاكُمْ مِنْ وَّرَاءِ ظَهْرِيْ۔ وعند النسائی

اِسْتَوُوْا اِسْتَوُوْا اِسْتَوُوْا فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ اِنِّيْ اَرَاكُمْ مِنْ خَلْفِيْ

كَمَا أَرَاكُمْ مِنْ بَيْنِ يَدَيَّ

یعنی فرمایا حضور نے صفوں کو درست کرو۔ کیونکہ میں پشت کی جانب سے تمہیں دیکھتا

اور نسائی کی روایت میں ہے۔

"یعنی وہ ذات جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ کہ میں پشت کی جانب سے ایسا

دیکھتا ہوں۔ جیسے سامنے سے دیکھتا ہوں"۔ ۔ ۔ ۔ یعنی ہر جانب میرا دیکھنا یکساں

ہے۔ میرے مشاہدہ کے لئے کوئی چیز مانع نہیں۔

یہ مشاہدہ قدرت رب تعالیٰ ہے۔ اس کا انکار کرنا کفر ہے۔ مثلاً بلی کو رات کے

اندھیرے میں چوہا نظر آتا ہے۔ لیکن ہم کو نظر نہیں آتا۔ کیونکہ یہ رویت رب تعالیٰ نے بلی

کو ہی عطا فرمائی ہے۔ بلی کی رویت پر اعتراض کرنا قدرت رب تعالیٰ پر اعتراض کرنا

ہے۔ اور اللہ کی قدرت پر اعتراض کرنا کفر ہے۔

مصروع کو مجلس میں جن نظر آتا ہے۔ لیکن مجلس والوں کو نظر نہیں آتا۔ کیونکہ یہ رویت

اسی کو دیا گیا ہے۔ اور حضور علیہ السلام کو مجلس اصحابہ میں جبرئیل علیہ السلام نظر آتے ہیں لیکن

اصحابہ کو نظر نہیں آتے۔ کیونکہ یہ رویت حضور ہی کو عطا فرمایا گیا ہے۔

الحاصل اسی طرح ازل سے ابد تک کل اشیاء کا علم و رویت بھی رب تعالیٰ

کی عطا ہے۔ اور رب تعالیٰ کی عطا پر اعتراض کرنا کفر ہے۔ فافہم

فقیر کہتا ہے۔

وَقَدْ وَضَحَ الْحَقُّ لِذِي عَيْنَيْنِ۔

مسلمان بھائیو! اب تو آپ پر عیاں ہوا۔ اور حق کھل گیا۔ اور اہل حق کے لئے کوئی

پردہ نہ رہا۔ بلکہ ان کی دو آنکھیں روشن ہو گئیں۔ اور جو غوامض و دقائق پردوں میں

تھے۔ وہ بھی بلا حجاب نظر آنے لگے۔ اللہ آپ اور میرے اور میرے جملہ احباب کے

ایمان اور نور بصیرت میں اضافہ فرما دے۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کے غلاموں کے

نور بصیرت و ایمان میں اضافہ فرماتا ہے۔ اور اس نور کو تکمیل تک پہنچاتا ہے۔ اگرچہ

حاسد حسد میں جل جاویں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلاموں

میں شمار فرمائے۔ اور اپنے رحم و کرم سے ہمارے ایمانوں کی حفاظت کرے۔ آمین

واللہ الھادی۔ وھو المعطی۔

اب میں اللہ کی توفیق و اعانت سے مسئلہ علم غیب کو چند دلائل سے ثابت

کرتا ہوں۔ تاکہ کسی معترض کو کسی قسم کے اعتراض کی گنجائش نہ رہے۔

وَاللّٰہُ الْھَادِیْ وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْق اَللّٰہُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی صَابِرٍ

اَلْبُرْھَانُ الْاَوَّلُ

آگاہ ہو کہ مدار دین و اسلام کل قرآن پر ایمان لانا ہے۔ نہ کہ بعض قرآن پر ایمان لانا

اور بعض پر کفر کرنا۔ جبریہ۔ قدریہ۔ مرجیہ کافر ہو گئے۔ اس لئے کہ بعض آیات قرآنیہ پر

ایمان لاتے ہیں۔ اور بعض پر کفر کرتے ہیں۔

جبریہ اس آیت مبارک پر ایمان لاتے ہیں۔

وَمَا تَشَاءُوْنَ اِلَّا اَنْ یَّشَاءَ اللّٰہُ ۔ پ ۲۹ ۔ دھر ۔ ع ۲ ۔

تم کیا چاہو۔ مگر چاہے اللہ ۔ جو رب ہے سارے جہان کا یعنی ہم تو مجبور محض ہیں۔

جو کچھ ہم سے اعمال سرزد ہوتے ہیں ۔ وہ ہمارے اختیار میں نہیں۔ بلکہ اللہ ہی ہم سے

کراتا ہے۔ اور اس آیت مبارک پر کفر کرتے ہیں۔

ذٰلِکَ جَزَیْنٰھُمْ بِبَغْیِھِمْ ۔ پ ۲۲ ۔ سبا ۔ ع ۲ ۔

یہ ہم نے اُن کی سرکشی کا بدلہ دیا ۔ اور بیشک ہم ضرور صادق ہیں۔

اور قدریہ اس آیت مبارک پر ایمان لائے۔

وَمَا ظَلَمْنٰھُمْ وَلٰکِنْ کَانُوْٓا اَنْفُسَھُمْ یَظْلِمُوْنَ ۵ پ ۱۴ نحل ع ۱۵

کہ ہم نے ان پر ظلم نہ کیا۔ بلکہ وہ خود اپنے پر ظلم کرتے ہیں۔ یعنی ہم اپنے اعمال

کے خود خالق ہیں۔ ہمارے اعمال خیر و شر میں رب تعالیٰ کا کوئی دخل نہیں اور کفر

کیا انہوں نے اس آیت مبارک پر

وَاللّٰہُ خَلَقَکُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ۔ پ ۲۳ ۔ صافات ۔ ع ۳

اللہ تمہارا بھی خالق ہے۔ اور تمہارے اعمال کا بھی۔

مرجیہ اس آیت مبارک پر ایمان لایا۔

لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ۔ پ ۲۴ ۔ زمر ۔ ع ۶

اللہ کی رحمت سے نا امید نہ ہو۔ اللہ سب گناہ بخش دیتا ہے۔ بے شک وہی بخشنے والا مہربان ہے۔ یعنی مسلمان کو اس کا کوئی گناہ صغیرہ یا کبیرہ ضرر نہیں دیتا۔ وہ ضرور جنت میں جائے گا۔ اور کفر کیا انہوں نے اس آیت مبارک پر

مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ

یعنی جو شخص بُرا فعل کرے گا۔ ضرور بدلہ دیا جاوے گا۔

ان کے علاوہ اور بھی ایسے فرقے ہیں۔ جن کا ایمان بعض قرآن پر ہے۔ اور بعض پر نہیں۔ جن کی مثالیں کتب کلام میں بکثرت موجود ہیں۔

وَاِنْ كُنْتَ طَالِبًا فَلْيَرْجِعْ هُنَاكَ

تو ان عقائد باطلہ کی وجہ سے یہ تمام فرائق کافر ہو گئے۔

نجدی اس آیت مبارک پر ایمان لائے۔

لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ۔ پ ۲۰ نمل ع ۵

یعنی زمین اور آسمان والوں میں کوئی غیب نہیں جانتا۔ سوائے خدا کے"۔

یعنی غیب خاصہ خدا کا ہے۔ خدا کے سوا چاہے۔ کتنا اولوالعزم رسول کیوں نہ ہو غیب نہیں جانتا۔ یہاں تک کہ دیوار کے پیچھے کی خبر نہیں ہوتی۔ وغیرہ وغیرہ عقائد باطلہ اور کفر کیا نجدیوں نے مندرجہ ذیل آیات بیّنات پر۔

کیونکہ اسی قرآن میں رب تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے۔

فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ

(پ ۲۹ ۔ سورہ جن ۔ ع ۲)

کہ رب تعالیٰ نہیں مسلط کرتا اپنے غیب پر کسی کو مگر اپنے پسندیدہ رسولوں کو مسلط کرتا ہے۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِي مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَاۤءُ۔ پ ۴۔ آلِ عمران ع ۱۶

یعنی اے لوگو! اللہ اس لئے نہیں۔ کہ تم کو غیب پر مطلع کر دے۔ ہاں۔ اللہ اپنے رسولوں میں سے جسے چاہے چن لیتا ہے۔ اور مطلع کرتا ہے۔

وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ۔

یعنی حضور علیہ السلام غیب بتانے پر بخیل نہیں۔ یعنی حضور غیب دان ہیں۔ اور ہر قسم کا غیب بتاتے ہیں۔ اور غیب بتانے پر بخیل نہیں۔ ان کے علاوہ اور بہت سی آیات ہیں۔ جن سے علم غیب ثابت ہے۔ اختصار کی وجہ سے ترک کرتا ہوں۔

الحاصل اس تقریر سے واضح ہوا۔ کہ رب تعالیٰ نے علم غیب کی نفی ایسی کی جو اٹل ہے۔ اور اثبات بھی ایسی کی۔ جس میں کوئی شک و شبہ نہ رہا۔ تو اہلسنت والجماعت کے نزدیک نفی و اثبات دونوں حق ہیں۔ دونوں ایمان ہیں۔ اگر کوئی شخص ان دونوں باتوں میں سے کسی بات کا انکار کرے تو اس نے قرآن کا انکار کیا۔ اگر کوئی شخص غیر خدا سے علم غیب کی نفی کرے کہ اصلاً غیر کے لئے نہ مانے۔ تو اس نے ان آیاتوں پر کفر کیا۔ جو ثابت کر رہی ہیں۔ یا ثابت کرے۔ ایسے کہ مطلقاً کوئی شے نفی نہ کرے تو اس نے ان آیات پر کفر کیا جو نفی کر رہی ہیں۔ تو لا محالہ یہ ماننا پڑے گا۔ کہ دونوں حق ہیں۔ نفی کی آیات میں غیب العنیب غیب مطلق ذاتی مراد ہے۔ اور اسی غیب کی نفی مخلوق سے کی جا رہی ہے۔ اور اثبات کی آیات میں غیب عطائی، حادث اضافی مراد ہے۔ اور وہی علم عطائی مخلوق کے لئے ثابت کیا جا رہا ہے۔ فافہم

ولا تکن من الممترین

وَاللّٰهُ الْهَادِيْ   اَلْبُرْهَانُ الثَّانِيْ   وَبِاللّٰهِ التَّوْفِيْقُ

آگاہ ہو کہ قرآن مقدس ایک جامع الاسرار کتاب ہے۔ ہر ایک حرف و کلمہ کے ماتحت ہزار ہا اسرار ہیں۔ اور حروف مقطعات بھی انہی اسراروں میں سے اسرار ہیں۔ اور آیات متشابہات میں تو علم غیب ہی کی طرف اشارہ ہے۔

حروفِ مقطعات کا مثال مثلاً کھٰیٰعٓصٓ - ان حروف میں ہزار ہا اسرار ایسے ہیں۔ کہ رب تعالیٰ نے انہی حروفِ مفردہ میں اپنے حبیب کے ساتھ گفتگو فرمائی ہے۔

متشابہات کی مثال :-

مثلاً

اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی - پ ۱۶ - سورہ طٰہٰ - ع ۱

اللہ تعالیٰ نے عرش معلٰی پر قرار پکڑا۔

مَا یَکُوْنُ مِنْ نَّجْوٰی ثَلٰثَۃٍ اِلَّا ھُوَ رَابِعُھُمْ وَلَا خَمْسَۃٍ اِلَّا ھُوَ سَادِسُھُمْ -

یعنی نہیں سرگوشی تین آدمیوں کی - مگر اللہ ان کا چوتھا ہوتا ہے - اور نہ پانچ آدمیوں کی مگر اللہ ان کا چھٹا ہوتا ہے -

معلوم ہوا کہ ایک ساعت کے لئے رب تعالیٰ عرش معلٰی پر کیسے ہو سکتا ہے کہ جب وہ ہر تین و پانچ میں چوتھا و چھٹا ہوتا ہے - تو یہ متشابہات ہیں - اور ان آیات کا سری معنیٰ یہ ہے - کہ استویٰ کا معنیٰ مکان - استقرار - جہت تحدید نہیں بلکہ استویٰ کا معنیٰ ادراک اور احاطہ ہے - تو ماحصلہ یہ ہوا - کہ قرآن پاک میں ہزار ہا اسرار ہیں - اور ان اسرار کے واضح کرنے کے لئے کوئی صاحب السر ہونا چاہیئے تاکہ ان اسرار کو مخلوق کے سامنے عیاں کرے - اور ان کو ورطۂ ضلالت سے بچاوے اور وہ صاحب السّر واخفیٰ کون ہے - حضور شافع یوم النشور واقف غیوب صلی اللہ علیہ وسلم ہیں - تو رب تعالیٰ نے آپ کو جملہ سری علوم عطا فرمائے ہیں - اور آپ کے علوم سے تمام انبیاء و اولیاء سیراب ہوتے ہیں - اور ان ہی سے تمام مخلوق فیض یاب ہوتی ہے - اور اگر اس بات کو تسلیم نہ کیا جائے - تو قرآن مقدس سے بجائے ہدایت کے ضلالت میں واقع ہونے کا اندیشہ پیدا ہو جائے گا - لہٰذا لامحالہ یہ ماننا پڑے گا - کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عالم غیب ہیں -

وَاللّٰہُ الْھَادِیْ　　اَلْبُرْھَانُ الثَّالِثُ　　وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْق

آگاہ ہو کہ رب تعالیٰ اپنے کلام مقدس میں ارشاد فرماتا ہے۔

لَا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہُ　پ ۲۰ نمل ع ۵

یعنی زمین و آسمان والوں میں کوئی غیب نہیں جانتا سوائے خدا کے

نیز ارشاد فرماتا ہے۔

وَمَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَہٗ اِلَّا اللّٰہُ - پ ۳ - آل عمران - ع ۱

یعنی قرآن کریم کے متشابہات کا علم رب تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

اور نیز ارشاد فرماتا ہے۔

یٰاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ - پ ۶ - مائدہ - ع ۱۰۔

اے حبیب جو قرآن کریم آپ پر نازل ہوتا ہے۔ مخلوق کو اس کی تبلیغ کیجئے۔

اور نیز رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّکْرِ فَھَلْ مِنْ مُّدَّکِرٍ - پ ۲۷ - قمر - ع ۱

ہم نے آسان کیا قرآن سمجھنے کو پھر ہے کوئی سوچنے والا۔

اور نیز رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

بِلِسَانٍ عَرَبِیٍّ مُّبِیْنٍ - پ ۱۹ - ع ۱۱ - سورہ الشعراء

یعنی قرآن کو ہم نے زبان عربی میں جس میں ہر شے کا روشن بیان ہے۔ نازل فرمایا

دیکھا آپ نے ان آیات بینات کے ظاہری مضامین کو۔ اگر بغور دیکھا جائے تو عظیم مسئلہ لازم آتا ہے۔ اور تطبیق محال ہو جاتا ہے۔

"کہ علم غیب میرے سوا کوئی نہیں جانتا۔ کہیں فرماتا ہے کہ قرآن کے متشابہات کو بھی میرے سوا کوئی نہیں جانتا"

اور کہیں ارشاد فرماتا ہے۔

"اے حبیب جو آپ پر نازل کیا جاتا ہے۔ اس کی تبلیغ کیجئے۔ اور مخلوق کو اس کی حقیقت سے آگاہ کیجئے۔

اور کہیں فرماتا ہے۔

"کہ قرآن سمجھنے کے لئے نہایت آسان ہے۔"

اور کہیں فرماتا ہے۔

"کہ ہم نے قرآن کو فصیح و بلیغ آسان زبان عربی میں اتارا ہے۔ اور اس میں ہر شے کا روشن بیان ہے۔"

اگر ان آیات بینات میں تطبیق نہ دی جاوے تو دو قسم کی خرابیاں لازم آتی ہیں۔ پہلی خرابی ذات رسالت کے ساتھ مختص ہے۔

دَعَا الْخَلْقَ اِلٰی عِلْمٍ مَالَا یَعْلَمُ۔

اور وہ یہ ہے۔ کہ مخلوق کو مجہول مطلق شے کی طرف بلانا ہے۔ یعنی ذات و صفات و تجلیات وحدانیت، امور معاش و معاد، تمام کی طرف مخلوق کو بلانا مطلوب ہے۔ اور اس بلانے کے لئے حضور علیہ السلام کو مقرر کیا گیا۔ تو جب حضور خود ہی نہ جانتے ہوں۔ کہ ذات و صفات، تجلیات، وحدانیت کیا چیز ہے۔ تو مخلوق کو کیا سمجھائیں گے۔ تو یہ ایک مجہول مطلق چیز کی طرف بلانا ہوا جس کی حقیقت خود حضور کو معلوم نہیں۔ اور یہ شان نبوت میں بڑی قباحت ہے۔

جب حضور مخلوق کو رب تعالیٰ کی واحدانیت وغیرہ کی طرف بلاویں۔

فَلَوْ کَانَ فِیْ کَلَامِهٖ شَیْئٌ لَا یَعْلَمُ

تو اگر اللہ تعالیٰ کے کلام میں کوئی ایسی شے بھی ہو۔ جس کو حضور نہ جانتے ہوں۔ اور اس کا علم نہ دیا گیا ہو۔

فَکَانَ لِلْقَوْمِ اَنْ یَقُوْلُوْا بَیِّنْ لَنَا اَوَّلًا مَنْ تَدْعُوْنَا اِلَیْهِ وَمَا الَّذِیْ تَقُوْلُ۔

یعنی قوم کے لئے یہ حق حاصل ہے۔ کہ یہ کہے کہ اولاً ہم کو یہ واضح کر دیجئے۔ کہ جس خدا کی طرف آپ ہم کو بلا رہے ہیں۔ اس کے صفات کیا ہیں۔ اور وہ کیسا ہے۔ اور ہم پر کیا حکم نافذ کرنا چاہتا ہے۔ کیونکہ

فَاِنَّ الْاِیْمَانَ بِالشَّیْءِ اِنَّمَا یَتَصَوَّرُ بَعْدَ الْعِلْمِ اَمَّا مَالَا یَعْلَمُ فَالْاِیْمَانُ بِہٖ غَیْرُ مُتَأَتٍّ۔

ایمان جب کامل متصور ہوتا ہے۔ کسی شے پر جب اُس شے کا علم حاصل ہو جاوے کہ یہ فلاں شے ہے تب ہی اس پر ایمان قائم کیا جاتا ہے۔ اور جب اس کا علم نہ ہو کہ یہ کیا چیز ہے۔ تو اس پر ایمان نہیں لایا جا سکتا۔ اور اگر آپ یہ کہیں۔

یَجُوْزُ الْعِلْمُ عَلَی الْجُمْلَۃِ اِلَّا فِیْمَا یَتَعَلَّقُ بِاللّٰہِ وَبِصِفَاتِہٖ فَلَا عِلْمَ فِیْہِ فَھٰذَا یَصِیْرُ مِنْہُ اِلٰی اَنَّ مَا یَتَعَلَّقُ بِغَیْرِ اللّٰہِ تَعَالٰی فَیَجِبُ اَنْ یَعْلَمَ وَمَا یَتَعَلَّقُ بِالصَّانِعِ وَصِفَاتِہٖ یَجِبُ التَّقَاضِیْ عَنْہُ وَھٰذَا لَا یَرْضٰی بِہٖ مُسْلِمٌ۔

یعنی جائز ہے کہ تمام اشیاء جو ذات وصفات کے علاوہ ہیں۔ تمام کا علم حضور علیہ السلام کو حاصل ہو۔ مگر ذات وصفات میں حضور کو کوئی علم نہ ہو تو یہ بھی باطل ہے۔ کیونکہ اس سے تو یہ لازم آتا ہے۔ کہ رب تعالیٰ کے سوا تمام اشیاء کا علم حاصل ہو۔ اور جو ذات وصفات کے ساتھ متعلق ہے۔ اور اشرف علم ہے۔ وہ حاصل نہ ہو۔ تو اس قول پر کوئی مسلمان راضی نہیں ہو سکتا۔ اور یہ بھی نبوت میں عظیم نقص ہے۔ اور حضور کی طرف ایسی باتوں کی نسبت کرنا نادانی ہے۔ کہ حضور ایسے رب کی طرف مخلوق کو بلا رہے ہیں۔ جو موصوف ہے۔ ایسے صفات کے ساتھ۔

لَا نَعْقِلُ اَمْرٌ عَظِیْمٌ لَا یَتَخَیَّلُہٗ مُسْلِمٌ

کہ حضور نہیں جانتے ان صفات کو اور ان صفات میں لاعلم ہیں۔ یہ ایک عظیم امر ہے۔ جو کسی مسلمان کے خیال میں بھی نہیں آسکتا۔

فَاِنَّ الْجَھْلَ بِالصِّفَاتِ یُؤَدِّیْ اِلَی الْجَھْلِ بِالْمَوْصُوْفِ۔

جہل بالصفات کی وجہ سے جہل بالموصوف لازم آتا ہے۔ یعنی اگر حضور رب تعالیٰ کی صفات سے لاعلم ہیں۔ اور اس کی صفات کو نہیں جانتے تو موصوف کو کیسے پہچان سکتے ہیں۔ اور موصوف کا کیسے علم ہو سکتا ہے۔ حالانکہ یہ محال ہے۔

دوسری خرابی جو ذات باری تعالیٰ کے ساتھ مختص ہے - اور وہ یہ ہے - کہ کہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے -

"کہ علم غیب میرے سوا کوئی نہیں جانتا" اور کہیں فرماتا ہے -

"متشابہات کا علم میرے سوا کوئی نہیں جانتا" اور کہیں فرماتا ہے -

"کہ میں نے اپنے بندوں کو علم غیب عطا فرمایا ہے" اور کہیں فرماتا ہے -

"کہ قرآن کو میں نے عربی زبان میں جس میں ہر شے کا روشن بیان ہے - نازل فرمایا ہے - اور سمجھنے کے لئے آسان ہے - تو یہ علیحدہ علیحدہ طرز کی گفتگو - منجر ہے تکذیب رب تعالیٰ کی طرف اور یہ محال ہے -

الحاصل ان دونوں خرابیوں کو دور کرنے کے لئے لامحالہ یہ ماننا پڑے گا کہ حضور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم عالم غیب ہیں - عالم غیب ماننے سے پہلی خرابی (جو کہ مجہول مطلق شے کی طرف بلاتا ہے -) جاتی رہی - کیونکہ اب تو حضور ہر ایک شے کو بدرجۂ اتم جانتے ہیں - اور ذات، صفات، تجلیات کو بلا احاطہ جانتے ہیں - اور معلوم شے کی طرف مخلوق کو بلا رہے ہیں - اور یہی ہے ہمارا مدعا - دوسری خرابی بھی جاتی رہی (جو منجر ہے کذب رب تعالیٰ کی طرف) کیونکہ رب تعالیٰ نے جہاں فرمایا ہے کہ میرے سوا کوئی غیب نہیں جانتا - وہاں سے غیب مطلق مراد لیا جاوے گا اور جہاں فرمایا ہے - کہ بندے بھی علم غیب جانتے ہیں - وہاں غیب عطائی مراد لیا جاوے گا - اور جہاں فرمایا ہے - کہ یہ متشابہات ہیں - اس کا علم میرے سوا کوئی نہیں جانتا تو اس سے بھی خزانہ غیبیہ غیب مطلق کے متشابہات مراد لیا جائیگا -

اور جہاں فرمایا ہے -

" کہ ہم نے قرآن سمجھنے کے لئے آسان کر دیا ہے - اور قرآن عربی زبان میں نازل فرمایا گیا ہے - اور اس میں ہر شے کا روشن بیان ہے " تو ان آیات میں عطائی علم کی طرف اشارہ مراد لیا جائے گا - کہ حضور تمام علوم کے عالم ہیں - اور ہم نے ان کو خزانہ غیبیہ سے علم کلی عطا فرمایا ہے - اور ان علوم کی حضور علیہ السلام تبلیغ فرما رہے ہیں -

جو مخلوق کے فائدہ کے لئے ہیں اور عظیم و دشوار اشیاء جن کے سمجھنے سے مخلوق کے اذہان قاصر ہیں۔ نشانات بتا رہے ہیں۔ جیسے قیامت کے نشانات وغیرہ

اب آیات میں تطبیق واقع ہوئی۔ اور کوئی خرابی باقی نہ رہی۔

اس لئے حضور علیہ السلام جملہ علوم کے عالم ہیں۔ اور رب تعالیٰ اس کا اعلان فرما رہا ہے۔ اور یہ ہے تفسیر حقہ

فاللّٰہ الصادق اَلْبُرْهَانُ الرَّابِعُ وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْق

آگاہ ہو

کہ تمام مخلوقات سے قبل اللہ تبارک و تعالیٰ نے ایک جوہر پیدا فرمایا۔ اور اس کو معظم و مکرم و مشرف کیا۔ وہ جوہر کیا تھا۔ وہ عقل تھی۔

جیسے حدیث مرفوع میں ہے۔ فرمایا حضور علیہ السلام نے۔

اوّل ما خلق اللّٰہ العقل

تمام مخلوقات سے قبل رب تعالیٰ نے جوہر عقل کو پیدا فرمایا۔ اور یہ عقل جوہر قائم بنفسہٖ ہے۔ کیونکہ

لِاَنَّہٗ مُحَالٌ وُجُوْدُ شَیْءٍ مِنَ الْاَعْرَاضِ قَبْلَ وُجُوْدِ جَوْھَرٍ یَحْمِلُہٗ۔

کیونکہ اعراض میں سے کسی شے کا وجود اس وقت تک پایا نہیں جا سکتا جب تک جوہر نہ ہو۔ تاکہ اس جوہر کے ساتھ استعانت پکڑ لے۔ اور اس کے ساتھ قائم ہو جائے۔ اس لئے رب تعالیٰ نے سب کائنات سے قبل ایک شریف و عظیم جوہر نورانی یعنی عقل کو پیدا فرمایا۔ تاکہ تمام کائنات اس کی ذات کے ساتھ قائم ہو جائے اور استقرار پکڑے۔

اس جوہر یعنی عقل کے شرف و عظمت پر بہت سی آیات و احادیث دال ہیں۔

وقد سماہ اللّٰہ تعالیٰ نوراً فی قولہ۔ اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

اَیْ مُنَوِّرُھُمَا وَالنُّوْرُ ھُوَ الْعَقْلُ۔ پ ۱۸۔ نور۔ ع ۵

یعنی رب تعالیٰ نے اس جوہر شریف و عظیم کو اپنے پاک کلام میں نور فرمایا۔ اور نور سے اس آیت مبارک میں عقل مراد ہے۔ تو آیت مبارک کا تری معنی یہ ہوگا۔

اَللّٰہُ مُنَوِّرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بِنُوْرِ الْعَقْلِ۔

یعنی اللہ جل شانہ نے زمین و آسمانوں کو منور کر دیا۔ نور عقل سے یعنی سب سے پہلے اللہ نے عقل کو پیدا فرمایا۔ پھر عقل کے نور سے تمام کائنات کو پیدا فرمایا۔ اس لئے تمام کائنات جوہر عقل میں ودیعت تھی۔ رفتہ رفتہ تفصیل ہو گئی۔

ابو نعیم نے حلیہ میں حضور علیہ السلام کی عقل مبارک کی شان میں روایت کیا ہے۔ کہ حضرت وہب ابن منبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے اکہتر کتابیں پڑھیں اور تمام کتابوں میں میں نے یہ دیکھا۔

اِنَّ اللّٰہَ لَمْ یُعْطِ جَمِیْعَ النَّاسِ مِنْ بَدْءِ الدُّنْیَا اِلٰی اِنْقِضَائِھَا مِنَ الْعَقْلِ فِیْ جَنْبِ عَقْلِ مُحَمَّدٍ اِلَّا کَحَبَّۃِ رَمْلٍ مِنْ جَمِیْعِ رِمَالِ الدُّنْیَا وَاِنَّ مُحَمَّدًا اَرْجَحُ النَّاسِ عَقْلًا وَاَفْضَلُھُمْ رَاْیًا۔

یعنی تمام مخلوق کی عقل ابتدائے آفرینش سے انتہا تک حضور علیہ السلام کی عقل مبارک کے مقابلہ میں ایسا سمجھ لیں۔ جیسے ایک ذرہ ریت کا تمام دنیا کے بحار، جنگلات، بیابان وغیرہ ریتوں کے پہاڑوں کے مقابلہ میں ہے۔ یعنی تمام دنیا کی ریت جمع کی جاوے اور بڑے بڑے پہاڑ تیار ہو جائیں۔ اور ان پہاڑوں میں سے ایک ذرہ ریت اٹھا کر الگ رکھی جاوے تو اس ذرے کا پہاڑوں کے ساتھ کیا نسبت ہو سکتی ہے۔ اسی طرح تمام مخلوق کی عقل حضور علیہ السلام کی عقل مبارک کے سامنے ایک ذرہ ہے۔ اور آپ عقل و رائے کے لحاظ سے تمام لوگوں سے ارجح و افضل ہیں۔ اور پھر کیوں نہ ہو۔ حالانکہ قرآن پاک آپ کے متعلق اعلان فرما رہا ہے۔

قَدْ جَآءَکُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّکِتٰبٌ مُّبِیْنٌ ۰ فَالنُّوْرُ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تحقیق آیا ہماری طرف سے تمہارے پاس نور اور کتاب جس میں ہر شے کا روشن بیان ہے۔

آدم بو سر مطلب

تحقیقِ عقل :- حضور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ فرشتوں نے رب تعالیٰ سے سوال کیا۔

یَا رَبِّ هَلْ خَلَقْتَ شَیْأً اَعْظَمَ مِنَ الْعَرْشِ قَالَ نَعَمْ اَلْعَقْلُ

کہ اے رب تعالیٰ عرش معلےٰ سے بھی کوئی بڑی عظیم شے آپ نے پیدا فرمائی ہے یا نہیں۔ رب تعالیٰ نے جواب میں فرمایا۔ ہاں۔ میں نے عرش معلےٰ سے ایک بہت بڑی عظیم شے پیدا فرمائی ہے۔ جو کہ عرش معلےٰ پر محیط ہے۔ اور وہ عقل ہے۔ ابھی میں اس احاطہ کی توضیح نقشہ سے کراتا ہوں۔ تاکہ آپ پر عیاں ہو جاوے۔

عقل کیا شے ہے۔ یہ نور ہے سرورِ انبیاء کا جو کہ عرش معلےٰ و تمام اشیاء پر محیط ہے جیسا کہ خود حضور علیہ السلام فرماتے ہیں۔

اَنَا مِنْ نُوْرِ اللّٰہِ وَکُلُّ شَیْءٍ مِنْ نُوْرِیْ۔

یعنی میرا نور اللہ تعالیٰ کے نور سے ہے اور کل اشیاء میرے نور سے پیدا شدہ ہیں۔

چنانچہ عرش معلےٰ جو کہ ایک شے ہے وہ بھی آپ کے نور سے پیدا شدہ ہے۔

نیز فرماتے ہیں۔

اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ رُوْحِیْ

یعنی تمام مخلوقات سے قبل رب تعالیٰ نے میرے روح مطہر کو پیدا فرمایا۔ اور ایک روایت میں ہے۔

اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ

یعنی سب سے قبل رب تعالیٰ نے میرے نور کو پیدا فرمایا۔ اور ایک روایت میں ہے۔

اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ الْعَقْلَ

یعنی تمام مخلوق سے قبل رب تعالیٰ نے عقل کو پیدا فرمایا۔

واضح رہے۔ کہ تین احادیث میں الفاظ مترادف ہیں۔ لیکن معنی کے لحاظ سے واحد ہیں۔ یعنی سب ہی جگہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا نور مراد ہے۔ اور بعض علماء کے نزدیک عقل جوہر نہیں۔ بلکہ عرض ہے۔ اور روح سرورِ کائنات جوہر ہے۔ قائم بنفسہٖ ہے۔ اور عقل و نور ایک

شے ہے اور اپنے عرضیت کی وجہ سے قائم بجوہر ہ ہے۔ یعنی روح، نور، عقل سب الفاظ
سے حضور ہی کا نور مطہر مراد ہے۔ اور ہر ایک شے عرش معلےٰ سے تحت الثریٰ تک آپ
کے نور مطہر سے پیدا شدہ ہے۔ اور آپ کا نور مطہر تمام کائنات پر علاوہ ذات و صفات و
تجلیات کے محیط ہے۔

الحاصل جیسے سورج صبح نکلنے کے بعد کمرہ میں دھوپ داخل ہوتی ہے۔ اور اس
دھوپ کی شعاعوں میں باریک باریک ذرات کروڑوں کی مقدار پر ہر جانب سے حرکت
کرتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ اسی طرح عرش معلےٰ سے تحت الثریٰ تک حضورؐ کا نور مطہر
محیط ہے۔ اور آپ کی نور ریزی بدیں معنی ہر جانب سے ہر شے میں پائی جاتی ہے۔ اور آپ
کا علم ورویت بھی بدیں معنیٰ ہر جانب سے ہر شے میں ساری وجاری ہے۔ اس تقریر کے
سمجھنے کے لئے نقشہ میں بغور دیکھئے۔ تاکہ آپ پر حقیقت عیاں ہو جاوے۔

دیکھا آپ نے عرش معلیٰ سے تحت الثریٰ تک تمام اشیاء پر حضور علیہ السلام کا نور مطہر محیط ہے۔ اور آپ اپنے مقام اعلیٰ وارفع سے ہر ایک شے کو منور فرما رہے ہیں۔ اور اپنے مقام اعلیٰ وارفع سے ہر ایک شے کا علم و رؤیت رکھتے ہیں۔ یعنی عرش معلیٰ سے لے کر تحت الثریٰ تک کوئی شے ایسی نہیں۔ جس کو آپ نہ جانتے ہوں۔ اور اس کا علم و رویت نہ رکھتے ہوں کیونکہ یہ تمام اشیاء آپ کے نور سے پیدا شدہ ہیں۔ اور آپ کا نور ان پر محیط ہے۔ اس لئے آپ ان کا علم و مشاہدہ رکھتے ہیں۔ اور آپ کے علم و مشاہدہ سے کوئی شے پوشیدہ نہیں۔ اور آپ کے علم پر رب تعالیٰ کا علم محیط ہے۔ رب تعالیٰ کے علم کی انتہا رب تعالیٰ جانتا ہے۔ کسی ممکن میں جاننے کی طاقت نہیں۔ اور ان انوار و تجلیات میں معذرۃ آپ کا علم لاالی نہایت بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ (جیسے نقشہ سے آپ پر عیاں ہوا۔) یہ ترقی کسی حد پر جا کر نہیں ٹھہرتی اس کی انتہا رب تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ فافہم

وَاللّٰہُ الْھَادِیْ   **اَلْبُرْھَانُ الْخَامِسُ**   وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْق

آگاہ ہو کہ رب العزت تبارک وتعالیٰ اپنے مقدس کلام میں ارشاد فرماتا ہے۔

(۱) مَا فَرَّطْنَا فِی الْکِتَابِ مِنْ شَیْءٍ ۔ پ ۷ ۔ سورہ انعام ۔ ع ۴

"ہم نے کتاب میں کچھ نہیں اٹھا رکھا۔"

تفسیر خازن میں ہے۔

اِنَّ الْقُرْاٰنَ مُشْتَمِلٌ بِجَمِیْعِ الْاَحْوَالِ

یعنی کوئی شے ایسی نہیں۔ جس کا ذکر قرآن مقدس میں نہ ہو۔ کل اشیاء کا ذکر تمامہا قرآن مقدس میں موجود ہے۔

(۲) نیز رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

مَا کَانَ حَدِیْثًا یُّفْتَرٰی وَلٰکِنْ تَصْدِیْقَ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْہِ وَتَفْصِیْلَ کُلِّ شَیْءٍ ۔ پ ۱۳ ۔ یوسف ۔ ع ۱۲

یہ کوئی بناوٹ کی بات نہیں۔ اگلی کلاموں کی تصدیق کرتی ہے۔ اور ہر چیز کا مفصل بیان

ہے۔ یعنی کل اشیاء کا ذکر بالتفصیل قرآن پاک میں موجود ہے۔

(۳) نیز رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

تَفْصِيْلَ الْكِتَابِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ط ۔ پ ۱۱ ۔ یونس ۔ ع ۴

اور یہ قرآن مقدس لوح محفوظ میں جو کچھ لکھا ہے۔ سب کی تفصیل ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں۔

(۴) نیز لوح محفوظ کے متعلق رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

لَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتَابٍ مُّبِيْنٍ ۰ پ ۷ ۔ انعام ۔ ع ۷

نہیں ہے کوئی تر اور خشک چیز جو روشن کتاب میں نہ لکھا گیا ہو۔

تفسیر روح البیان میں ہے۔

هُوَ اللَّوْحُ الْمَحْفُوْظُ فَقَدْ ضَبَطَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْهِ جَمِيْعَ الْمَقْدُوْرَاتِ الْكَوْنِيَّاتِ الخ

یعنی اس آیت مبارک میں کتاب سے مراد لوح محفوظ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے تمام ہو سکنے والی چیزیں جمع فرمادیں۔ اور یہ علم اصول کا مسلّم مسئلہ ہے۔ کہ نفی عموم کا فائدہ دیتا ہے۔ تو اس آیت کریمہ میں بلا تخصیص جمیع رطب و یابس کل چیزیں مراد ہوں گی۔

(۵) نیز رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ ۔ پ ۱۴ ۔ نحل ۔ ع ۱۲

اے حبیب ہم نے آپ پر قرآن کریم اتارا جو ہر چیز کا روشن بیان ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ شئے کس چیز کو کہتے ہیں۔

كُلُّ شَيْءٍ مَوْجُوْدٍ فَهُوَ دَاخِلٌ فِي الشَّيْءِ

یعنی جو چیز موجود ہے۔ (چاہے موجود فی الخارج۔ موجود فی الذہن۔ موجود فی الخیال وغیرہ ہو۔) وہ داخل فی الشئی ہے۔ یعنی اس کو شئے کہا جائے گا۔ تو بدیں معنی لوح محفوظ بھی موجود ہے۔ اور لوح محفوظ بھی شَيْءٌ مِّنَ الْاَشْيَاءِ ہے۔ اور لوح محفوظ کے کل علوم قرآن کریم میں بالتفصیل موجود ہیں۔ اور قرآن کریم کے جملہ علوم رب تعالیٰ نے

اپنے حبیب کو متمہا (دفعتاً واحدۃً) سکھا دیئے ہیں۔

رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۔ پ ۲۷ ۔ الرحمٰن ۔ ع ۱

تو صاف ظاہر ہُوا۔ کہ رب العزت نے اپنے محبوب اکرم تاجدار عرب وعجم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو جمیع غیوب ماکان وما سیکون عطا فرمائے ہیں۔ اور لفظ (کُلّ) حرف سور ہے۔ اور عام لفظ ہے۔ کبھی خاص ہو کر استعمال نہیں ہوتا۔ اور احاطۂ حدین کے لئے آتا ہے۔ تو یہاں حدین ازل، ابد ہیں۔ تو معلوم ہُوا۔ کہ ان دونوں حدوں کے درمیان جو کچھ بھی ہے۔ تمام کا علم رب تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بدرجۂ اتم عطا فرمائے ہیں۔ اور آپ کے علم سے کوئی چیز بھی پوشیدہ نہیں۔

علاوہ ازیں تفسیر معالم التنزیل وحسینی میں ہے۔ آیت خَلَقَ الْاِنْسَانَ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم عَلَّمَهُ الْبَيَانَ یعنی بیان ماکان وما سیکون۔

نیز تفسیر خازن میں ہے۔

قِيْلَ اَرَادَ بِالْاِنْسَانِ مُحَمَّدٌ صلی اللہ علیہ وسلّم عَلَّمَهُ الْبَيَانَ یعنی بیان مَاكَانَ وَمَا سَيَكُوْنَ۔ ان آیات اور اقوال مفسرین سے صاف ظاہر ہوا۔ کہ رب تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک کو علم کلی عطا فرمایا ہے۔ بلکہ کلی کے ساتھ حضور ہی کا علم متصف کر سکتے ہیں۔ نہ کہ اللہ تعالیٰ کے علم کو۔ کیونکہ جَعَلَ الْكُلِّيَّاتِ وَالْجُزْئِيَّاتِ معلوم ہوا۔ کہ کلی مخلوق چیز ہے۔ اور ہر مخلوق حادث ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ قدیم ہے۔ اس کے علم کو کلی سے متصف قرار دینا بے دینی ہے۔ بلکہ حضور علیہ السلام کے علم ہی کو متصف قرار دے سکتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کا علم ورا من الکلی ہے۔

لا يعلم حقيقته الا الله ....

علاوہ ازیں مندرجہ ذیل آیت مبارک سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔ کہ منکرین علم غیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کافر ہیں۔

رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ قُلْ أَبِاللَّهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِئُونَ لَا تَعْتَذِرُوا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ۔ پ ۱۰۔ توبہ۔ ع ۸

اس آیت مبارک کا شان نزول ابن ابی شیبہ وابن جریر وابن منذر وابن ابی حاتم والبوشیخ امام مجاہد "تلمیذ خاص سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہم" فرماتے ہیں۔ کہ ایک شخص کی اونٹنی گم ہو گئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ فلاں جنگل میں فلاں جگہ موجود ہے۔ تو بے ایمان منافق نے کہا۔

يُحَدِّثُنَا مُحَمَّدٌ أَنَّ نَاقَةَ فُلَانٍ بِوَادِ كَذَا وَكَذَا وَمَا يُدْرِيهِ بِالْغَيْبِ

یعنی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں خبر دیتے ہیں۔ کہ اونٹنی فلاں جنگل میں فلاں جگہ ہے وہ غیب کیا جانے۔ تو رب تعالیٰ نے فرمایا۔

قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ

ضرور کافر ہو گئے تم پیچھے ایمان لانے کے۔ فقط منافق نے کہا۔ "وہ غیب کیا جانیں" تو رب تعالیٰ نے کافر فرمایا۔

آنکھ والا تیرے جوبن کا تماشہ دیکھے ؎ دیدۂ کور کو کیا نظر آئے کیا دیکھے

(تفسیر ابن جریر مطبع مصر۔ صفحہ ۱۵۰ جلد ۱۰، تفسیر درمنثور صفحہ ۲۵۴ جلد ۳)

احباب ملت! کتاب کی طوالت کی وجہ سے ان پانچ دلائل پر اکتفا کرتا ہوں۔ کیونکہ ہدایت صراط المستقیم کی طرف خود ذات کبریا کا کام ہے۔ جیسے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرماتا ہے۔

إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ۔ الخ

جس کو اللہ تعالیٰ وتبارک ہدایت فرمانا چاہے اس کے لئے اتنا بیان کافی ہے۔ منکرین علم غیب کی خدمت میں التماس ہے۔ کہ یا تو علم غیب کے قائل ہو جائیں یا قرآن کا انکار کیجئے۔

سرمد گلہ اختصار مے باید کرد ؛ یک کار ازیں دو کار مے باید کرد
یا تن برضائے دوست می باید داد ؛ یا قطع نظر زیار مے باید کرد

وَاللّٰہُ الْھَادِیْ وَ بِاللّٰہِ التَّوْفِیْق

تحقیق علوم قرآن۔

اب میں اللہ کی توفیق اور اعانت سے علوم قرآن کی تحقیق کرتا ہوں۔ کہ قرآن مقدس میں کتنے علوم ہیں۔ جن کا علم حضور کو عطا فرمایا گیا ہے۔

وَ بِاللّٰہِ التَّوْفِیْق

اَللّٰہُ نَاصِیْ ... قُلْ صَابِر

علوم قرآن کے متعلق حضرت سہل بن عبداللہ تستری ارشاد فرماتے ہیں۔

لِکُلِّ اٰیَۃٍ سِتُّوْنَ اَلْفَ فَھْمٍ وَمَا بَقِیَ مِنْ فَھْمِھَا اَکْثَرُ۔

"یعنی ہر آیت مبارک کے لئے ساٹھ ہزار فہم ہیں۔ یعنی ساٹھ ہزار علوم ہر آیت سے مفہوم ہوتے ہیں۔ اور جو علوم و فہم ہماری سمجھ میں نہیں آتے۔ وہ ساٹھ ہزار سے بھی زیادہ ہیں۔

وَقَالَ بَعْضُھُمْ اَلْقُرْاٰنُ یَحْوِیْ سَبْعَۃً وَسَبْعِیْنَ اَلْفَ عِلْمٍ وَمِائَتَیْ عِلْمٍ اِذْ لِکُلِّ کَلِمَۃٍ عِلْمٌ ثُمَّ یَتَضَاعَفُ ذٰلِکَ اَرْبَعًا لِکُلِّ وَاحِدٍ ظَاھِرٌ وَ بَاطِنٌ وَحَدٌّ وَمَطْلَعٌ۔

یعنی بعض علماء کرام ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ قرآن مقدس نے احاطہ کیا ہے۔ ستر ہزار دو سو قسم علوم پر۔ اس لئے کہ ہر ایک کلمہ میں ایک علم ہے۔ پھر اس میں سے چار علوم اور نکلتے ہیں اس لئے کہ ہر علم کے لئے ظاہر، باطن حد مطلع ہیں۔ اور ان میں ایک ایک علم مضمر ہے

علامہ ابوبکر ابن عربی اپنی کتاب قانون التاویل کے اندر تحریر فرماتے ہیں۔ کہ قرآن مقدس میں ساٹھ ہزار چار سو پچاس علوم ہیں۔ قرآن مقدس کے کلمات کے عدد کے مطابق۔ پھر ہر ایک کلمہ میں سے چار علوم اور مفہوم ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ ہر ایک کلمہ کا ظاہر باطن حد مطلع ہیں۔

وقال ابن مسعود رضی اللہ عنہ۔

مَنْ اَرَادَ عِلْمَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ فَلْیَتَدَبَّرِ الْقُرْاٰنَ۔

یعنی جو شخص علوم اولین و آخرین کو معلوم کرنا چاہے تو قرآن مقدس میں تدبر کرے کیونکہ قرآن مقدس میں سب کچھ ہے۔

رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

قُلْ لَّوْ کَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّکَلِمٰتِ رَبِّیْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ کَلِمٰتُ رَبِّیْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِہٖ مَدَدًا۔ پ ۱۶۔ کہف۔ ع ۱۲۔

اس آیت مبارک کی تفسیر میں ابن منذر ابن ابی حاتم نے حضرت مجاہد سے روایت کیا ہے۔ کہ آپ نے کلمات کا معنی علم فرمایا۔ کلمات ربی یعنی علم ربی۔

اور نیز ابن ابی حاتم نے حضرت قتادہؓ سے روایت کیا ہے۔

قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ کَلِمٰتُ رَبِّیْ یَقُوْلُ یَنْفَدُ مَاءُ الْبَحْرِ قَبْلَ اَنْ یَّنْفَدَ کَلَامُہٗ وَحِکْمُہٗ وَلِذٰلِکَ قَالَ عَلِیٌّ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ۔ لَوْ شِئْتُ لَاَوْقَرْتُ سَبْعِیْنَ بَعِیْرًا مِّنْ تَفْسِیْرِ فَاتِحَۃِ الْکِتَابِ

یعنی اگر میں چاہوں تو سورۃ فاتحہ کی تفسیر سے اتنا لکھوں کہ ستر اونٹ اس بوجھ کو بمشکل اٹھاویں۔

وَتَرْدِیْدُ رَسُوْلِ اللہِ صلی اللہ علیہ وسلم بسم اللہ الرحمن الرحیم عِشْرِیْنَ مَرَّۃً لَا یَکُوْنُ اِلَّا لِتَدَبُّرِ بَاطِنِ مَعَانِیْھَا وَاِلَّا فَتَرْجَمَتُھَا وَتَفْسِیْرُھَا ظَاھِرٌ فِیْ بَادِیْ الرَّاْیِ وَلَا یَحْتَاجُ مِثْلُہٗ صلی اللہ علیہ وسلم اِلٰی تَکْرِیْرٍ۔

یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بسم اللہ الرحمن الرحیم بیس مرتبہ تکرار کرنا فضول نہ تھا۔ بلکہ بسم اللہ الرحمن الرحیم کے باطنی معنوں کی فہم و تدبر کے لئے تھا۔ اور اگر ایسا نہ مانا جاوے کہ آپ کا تکرار باطنی معانی کے فہم کیلئے نہ تھا۔ تو پھر ترجمہ اس کا اور تفسیر اس کی بادی الرائی میں ظاہر ہے۔ اور علاوہ ازیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو کہ عالم کل ہیں۔ آپ کو تکرار کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ اس لئے بار بار پڑھنے سے نئے نئے معانی کی طرف اشارہ تھا۔

وَذَالِكَ لَا يَحْصُلُ بِمُجَرَّدِ تَفْسِيْرِ الظَّاهِرِ۔

اور بیہقی نے حضرت حسن سے روایت کیا ہے۔

قَالَ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِائَةً وَّاَرْبَعَةَ كُتُبٍ اَوْدَعَ عُلُوْمَهَا اَرْبَعَةً۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے علاوہ صحیفوں کے ایک سو چار کتابیں نازل فرمائی ہیں۔ جن کے علوم اللہ تعالیٰ نے چار کتابوں میں ودیعت رکھے ہیں۔ توراۃ۔ انجیل۔ زبور، قرآن پھر ان تینوں کے کُل علوم قرآن مقدس میں ودیعت رکھے گئے ہیں۔ اور

حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں۔

"کہ جو کچھ علماء کرام نے دین میں گفتگو کی ہے۔ وہ تمام گفتگو سنت کی شرح ہیں۔ اور سنت شرح ہے۔ قرآنِ مقدس کی"

اور نیز فرماتے ہیں۔

"کہ جو کچھ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ظاہر ہو چکا ہے۔ قولاً یا فعلاً وہ تمام مفہوم من القرآن ہیں"

حضرت سعید ابن جبیر رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں۔

"کہ جو بھی احادیثِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میرے پاس پہنچی ہیں۔ اس کا مصداق میں نے کتاب اللہ میں ضرور پایا ہے"

"اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں۔

"کہ جس قسم کی حدیث تم میرے پاس پیش کرو۔ میں اس کی تصدیق کتاب اللہ سے کروں گا" یعنی کتاب اللہ میں اس کا مضمون اجمالاً موجود رہتا ہے۔ جس کی شرح وہ حدیث ہے۔

اور نیز امام شافعی ارشاد فرماتے ہیں۔

"کہ کسی ایک شخص پر دین میں کوئی نازلہ نازل نہیں ہوتا۔ مگر کتاب اللہ میں اس کے لئے دلیل ہدایت موجود ہوتی ہے"

اور نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم

نے کہ میری امت اصل دین کو چھوڑ کر مختلف فرقے بن جائیں گے۔

كُلُّهَا ضَالَّةٌ مُضِلَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى النَّارِ۔

اور جب ایسا وقت آجاوے۔ تو

فَعَلَيْكُمْ بِكِتَابِ اللّٰهِ

"تو تم کتاب اللہ سے اعتصام پکڑو۔"

کیونکہ کتاب اللہ میں تمام حالات و واقعات و علوم گزشتہ حاضرہ آئندہ تمامہا موجود ہیں۔ اور وہ کتاب اللہ حبل اللہ المتین ہے۔ اور نور اللہ المبین ہے۔ اور اس میں شفا نافع ہے۔ ہر مرض کے لئے۔ اور جس نے کتاب اللہ سے تمسک پکڑا۔ وہ ضلالت سے بچا۔ اور نجات پائے گا۔ وہ شخص جس نے کتاب اللہ کی اتباع کی۔ (تمام لغویات لہویات، کفریات وغیرہ کل حالات سے) بشرطیکہ وہ اعوجاج کو پسند نہ کرے۔ اور دل میں زیغ اور میل نہ رکھے۔ اور جبکہ کل علوم قرآن پاک میں مندرج ہیں۔ اس لئے بعض ائمہ نے اس آیت مبارک سے استخراج کیا۔

الٓمّٓ ۝ غُلِبَتِ الرُّومُ

یعنی بیت المقدس مسلمان فتح کریں گے۔ سنہ ۵۸۳ھ میں۔

وَوَقَعَ كَمَا قَالَ

اور حضور علیہ السلام کی دعاء حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے لئے۔

اَللّٰهُمَّ فَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ وَعَلِّمْهُ التَّاوِيْلَ۔ وفی روایت اَللّٰهُمَّ عَلِّمْهُ الْحِكْمَةَ۔ وفی روایت اَللّٰهُمَّ آتِهِ الْحِكْمَةَ۔

صریح دلیل ہے۔ کہ قرآن پاک میں تمام علوم اولین و آخرین موجود ہیں۔ اور جس کو اللہ تعالیٰ فقہ فی الدین و حکمت عطا فرمادیں۔ وہ ان علوم کا استخراج کر سکتے ہیں۔ حضور علیہ السلام کی اس دعاء مبارک کے بعد کیا ہوا۔ رب تعالیٰ نے حضرت ابن عباسؓ کو وہ علوم و کمالات عطا فرمائے جیسے خود فرماتے ہیں۔

لَوْ ضَاعَ لِي عِقَالُ بَعِيْرٍ لَوَجَدْتُهُ فِي كِتَابِ اللّٰهِ۔

"یعنی ہر ہر ذرہ کا کتاب اللہ میں ذکر موجود ہے۔ اور ان کا علم کتاب اللہ سے مجھے حاصل ہے۔"

اس صریح دلائل و براہین کی وجہ سے علامہ ابن ابی الفضل مرسی ارشاد فرماتے ہیں۔

جَمَعَ الْقُرْاٰنُ عُلُوْمَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ بِحَیْثُ لَمْ یُحِطْ بِہَا عِلْمًا حَقِیْقَۃً اِلَّا الْمُتَکَلِّمُ بِہَا ثُمَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم۔

یعنی اولین و آخرین علوم پر قرآن حاوی ہے۔ اور ان علوم و کمالات پر مخلوق دنیا میں سے کوئی شخص بالکمال محیط نہیں ہو سکتا۔ ہاں خود رب تعالیٰ ان علوم پر محیط اور پھر لعطاء رب تعالیٰ رسول اللہ علیہ وآلہٖ وسلم محیط ہیں۔

وَبِالْجُمْلَۃِ فَالْعُلُوْمُ کُلُّہَا دَاخِلَۃٌ فِیْ اَفْعَالِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَصِفَاتِہٖ وَفِی الْقُرْاٰنِ شَرْحُ ذَاتِہٖ وَاَفْعَالِہٖ وَصِفَاتِہٖ۔

یعنی کل علوم ازل سے ابد تک تمامہا رب تعالیٰ کے افعال وصفات میں داخل ہیں۔ اور قرآن مقدس ذات، صفات، افعال رب تعالیٰ کا شرح ہے۔

وَھٰذِہِ الْعُلُوْمُ لَا نِہَایَۃَ لَہَا۔

اور یہ علوم یعنی ذات، صفات، تجلیات افعال یہ ایسے علوم ہیں۔ جن کے لئے کوئی انتہا نہیں۔ اور نہ ہم ان کا انتہا مان سکتے ہیں۔ اس لئے کہ پھر حد تناہی لازم آجائے گا۔ ذات وصفات رب تعالیٰ کے لئے۔ اور یہ محال ہے۔ اس لئے لامحالا یہ ماننا پڑے گا کہ ان علوم کے لئے انتہا نہیں۔ اور قرآن مقدس میں ان علوم کے لئے شرح ہے۔ تو ثابت و متحقق ہوا۔ کہ قرآن مقدس میں جمیع علوم اولین اور آخرین موجود ہیں۔

جیسے صاحب قصیدہ اِمالی فرماتے ہیں۔

جَمِیْعُ الْعِلْمِ فِی الْقُرْاٰنِ لٰکِنْ ٭ تَقَاصَرَ عَنْہُ اَفْہَامُ الرِّجَالِ

اور یہ کل علوم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تمامہا حاصل ہیں۔

جیسے براہین ماتقدم سے آپ پر عیاں ہوا۔ اس لئے آپ جملہ علوم غیبیہ کے عالم ہیں۔ اور نگاہ نبوت سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔ اور یہ ہے عقیدہ حقہ۔

اَللّٰہُ نَاصِرُ کُلِّ صَابِرٍ ۔ وَاللّٰہُ الْہَادِیْ ۔ وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْق۔

حصّہ دوم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ تَفَرَّدَ بِکَمَالِ وُجُوْدِهٖ فَفَاضَتِ الْمَعَارِفُ عَنْ
کَرَمِهٖ وَجُوْدِهٖ وَاَکْرَمَ عَبْدَ الضَّعِیْفَ بِاَنْوَارِ عُلُوْمِهٖ لِیَتَجَلّٰی
الْعَبْدَ الرَّاجِیْ الرَّحْمَةَ مَسَائِلَ خَفِیَّهٖ وَیُحْذَ امَاضَلَّ مِنْ خَلْقِهٖ
عَنْ مَوَاطِنِهٖ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ اَفْضَلِ
مَوْجُوْدِهٖ وَاَکْرَمِ وَدُوْدِهٖ الصَّادِقِ فِیْ وَعُوْدِهٖ وَاٰلِهِ الْاٰئِلِیْنَ
اِلَیْهِ فِیْ مَرَاتِبِ شُهُوْدِهٖ وَاَصْحَابِهِ الْفَائِزِیْنَ لَدَیْهِ بِالتَّمَسُّكِ
فِیْ مَرَاقِیْ صُعُوْدِهٖ وَاَحِبَّائِهِ الَّذِیْ تَمَسَّکُوْا بِقَوَانِیْنِ شَرْعِهٖ۔

امابعد

فقیر ابو الفیض و ابو محمد حبیب الرحیم ابن قاضی امیر عبداللہ ابن قاضی نصر اللہ ابن قاضی
محمد فضائل فاروقی مجددی نسباً قادری تعلماً و مشرباً جب مسائل اختلافیہ یعنی مسئلہ حاضر و
ناظر۔ علم غیب وغیرہ کی اثبات و توضیح سے فارغ ہوا۔ تو احباب نے بعض ان
مسائل کا جو ان مسائل ماتقدم کے معارض ہیں۔ توضیح کے لئے اصرار کیا۔ لہٰذا ان کے
اصرار پر چند انواع ذکر کرتا ہوں۔ تاکہ ان مسائل کی حقیقت اچھی طرح روشن ہو جائیں۔
اور اولی الالباب اس سے کماینبغی استفادہ حاصل کریں۔

وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَیْهِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْهِ اُنِیْبُ ۝ وھو حسبی
ونعم الوکیل۔ وما انا اشرع فی المقصود متوکلاً علی واھب
الخیر والجود۔

مسائلِ معارض

آگاہ ہو کہ بعض دقائق و حقائق و اسرار کے ساتھ رب تعالیٰ نے مقربین کو خاص
فرمایا ہے۔ ان کی درک سے اکثر اہل علم قاصر ہوتے ہیں۔ اور وہ مقربین عند اللہ تعالیٰ
کی طرف سے منع کئے گئے ہیں۔ (ظاہر کرنے سے) کیونکہ وہ اسرار فی نفسہ دقیق و دشوار
ہیں۔ مخلوق اس کی معرفت سے قاصر ہیں۔ چنانچہ میں ان دقائق کی توضیح پانچ انواع سے

کراتا ہوں۔ تاکہ سمجھنے کے لئے آسان ہو جاویں۔

اَلنَّوعُ الاَوَّلُ

یعنی قسم اوّل یہ ہے۔ کہ وہ چیز فی نفسہٖ فی حد ذاتہٖ اتنا دقیق شدید خفی ہو۔ کہ اکثر فہم ادراک کو درہم برہم کر دے۔ یعنی کھا جاوے۔ کَعَصْفٍ مَّاْکُولٍ کر دے اور اوہام۔ اذہان۔ افکار اس کی کنہ کے تصور سے مطلقاً عاجز رہ جاوے۔

فَیَخْتَصُّ بِدَرْکِہٖ الخَوَاصُّ مِنْ عِبَادِ اللّٰہِ

کیونکہ ان پر واردات الٰہی کے دروازے مفتوح ہوتے ہیں۔ اور کشف کے ذریعہ سے وہ اس چیز کے بھید کو جانتے ہیں۔ لیکن رب تعالیٰ کی طرف سے ان کو منع کیا گیا ہے۔

اَنْ لَا یُفْشُوْہُ اِلٰی غَیْرِ اَھْلِہٖ۔

یعنی نااہل کے سامنے اسرار ظاہر نہ کرو۔ کیونکہ وہ ارباب اس درک کے نہیں۔

فَیَصِیْرُ ذَالِکَ لِاِفْشَاءِ فِتْنَۃً عَلَیْھِمْ

یعنی وہ افشاء ان کے لئے فتنہ اور مصیبت بن جاوے۔ اور وہ ہلاکت میں پڑ جاویں۔

حَیْثُ تَقْصُرُ اَفْھَامُھُمُ الجَامِدَۃُ عَنِ الدَّرْکِ۔

اس لئے کہ وہ فہم جامدہ کی وجہ سے اس کے درک سے قاصر ہوں گے۔ اور ہلاکت میں واقع ہو جائیں گے۔ اسی لئے علماء ربانیین کو اس کے ظاہر کرنے سے منع کیا گیا ہے

مثلاً

مخفی رکھنا حقیقت روح کو مخلوق دنیا سے اور رکنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کے بیان سے۔ دلیل ہے۔ اس بات کی کہ روح کی حقیقت معلوم کرنا محال ہے۔

وَلَا تَظُنَّنَّ اِنَّ ذَالِکَ لَمْ یَکُنْ مَکْشُوْفًا لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

یعنی حضور سراپا نور حبیب کردگار احمد مختار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے شان اطہر میں یہ ظن پیدا کرنا۔ کہ حضور خود حقیقت روح کو نہیں جانتے تھے۔ صریح گمراہی ہے۔

فَاِنَّ مَنْ لَمْ یَعْرِفِ الرُّوْحَ الَّذِیْ بِہٖ قِوَامُ کُلِّ ذَاتٍ فَکَاَنَّہٗ لَمْ

يَعْرِفُ نَفْسَهٗ فَكَيْفَ يَعْرِفُ رَبَّهٗ -

کیونکہ روح کی حقیقت جس پر ہر ذات کا قوام مبنی ہے حضور نہیں جانتے - تو لازم آئے گا - کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اپنے وجود سے - بے خبر ہیں - تو جو شخص اپنے وجود کو نہیں جانتا - اپنے رب کو کیسے پہچانے گا - تو یہ تصور باطلہ حضور کی شان میں محال ہے - تو لامحالہ یہ ماننا پڑے گا - کہ حضور روح کی ہر کیفیت کو جانتے ہیں -

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا شان تو اعلیٰ و برتر ہے - بلکہ اولیاء کرام اور راسخین فی العلم بھی روح کی حقیقت کو بالکمال جانتے ہیں -

فَسَكَتُوْا عَمَّا سَكَتَ عَنْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ

لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلّم باوجود معدنِ علم اور ینبوعِ حکمت کے افشاءِ تر روح سے ساکت ہو گئے - تو اولیاء کرام اور راسخین فی العلم بھی اس چیز کے ظاہر کرنے سے ساکت ہو گئے - کہ جس سے حضور نے سکوت فرمایا - کیونکہ وہ مؤدب ہوتے ہیں - آدابِ شرع سے - اور بالفرض اگر روح وغیرہ صفات باری تعالیٰ جو اسرار میں سے ہیں - اور اس کے ورک سے انسان قاصر ہیں - حضور صلی اللہ علیہ وسلّم ظاہر فرماتے

لَنَفَرَ النَّاسُ عَنْ قَبُوْلِهٖ وَلَبَادَرُوْا بِالْاِنْكَارِ وَقَالُوْا هٰذَا عَيْنُ الْمُحَالِ

البتہ لوگ قبول کرنے سے نفور ہو جاتے - اور انکار میں جلدی کرتے اور فوراً کہتے کہ یہ حالات عین محال ہیں - تو نظام اسلام میں تعطل واقع ہو جاتا - اور تمام لوگ گمراہ ہو جاتے - الا القلیل - مگر کم لوگ حق پر قائم رہ جاتے - حالانکہ حضور علیہ السلام مخلوق کو سعادتِ اُخروی کی طرف بلا رہے ہیں - اور آپ رحمت اللعالمین ہیں -

فَكَيْفَ يَنْطِقُ بِمَا فِيْهِ هَلَاكُ الْاَكْثَرِيْنَ ۝

تو پھر آپ ان اسرار کو کیسے ظاہر فرما سکتے تھے - جس میں آپ کو سراسر ان لوگوں کے لئے ہلاکت نظر آ رہی تھی -

فَكَانَ ذَالِكَ فِيْ حَقِّهِمْ اَجْدَرُ وَاَوْلٰى -

تو یہ سکوت اور خاموشی ان اسرار کے ظاہر کرنے سے کافۃ الخلق کے حق میں اولیٰ اور

بہتر تھی۔ جو حضور علیہ السلام نے بہت سے اسرار میں کی۔ اور یہ آپ کی عین مہربانی تھی۔ جو آپ نے
تمام خلقت پر فرمائی۔

مثلاً

لذتِ جماع صبی کے سامنے اگر ذکر کیا جائے۔ لَمْ یَذُقْ دیکھا تو صبی لذتِ جماع کو معلوم
نہیں کر سکتا۔ کیونکہ وہ جماع پر قادر نہیں۔ اسی طرح عنین اگر اس کے سامنے بھی اسی طرح ذکر
کیا جائے۔ لَمْ یَفْهَمْهَا تو اس کو نہیں سمجھ سکتا۔ کیونکہ وہ اتیان علی النساء پر قادر نہیں۔
اسی طرح باپ کا اپنے معصوم بچے سے تدبیر منزل کا یقین کرنا۔ حالانکہ معصوم بچہ تدبیر منزل
کے قوانین پر قادر نہیں۔

هٰكَذَا حَالُ الْاَسْرَارِ فِیْ حَقِّ عَامَّةِ النَّاسِ

فقط یہی حال ہے۔ عام لوگوں کا اسرار کے سمجھنے میں۔ اس لئے حضورؐ نے خود بھی
بعض دقیق اسرار ظاہر نہ فرمائے۔ اور راسخین فی العلم اور اولیاء کرام کو ظاہر فرمانے
سے منع فرما دیا۔ اور جب قریش کو یہودیوں نے کہا۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے
اصحاب کہف، ذوالقرنین، روح تینوں کے متعلق پوچھ لو۔ اگر تینوں کے متعلق جواب
دے یا تینوں سے ساکت ہو جاوے تو نبی نہیں۔ اور اگر بعض سے جواب دے
اور بعض سے ساکت ہو جائے۔ تو وہ اللہ کا نبیؐ ہے۔ تو حضورؐ نے دو قصّے ان کو
بیان فرما دیئے۔ وَاَبْهَمَ اَمْرَ الرُّوْحِ اور روح کو حضورؐ نے مبہم رکھا۔ کیونکہ وہ
تورات میں بھی مبہم ہے۔

نتیجہ:-

پس بعض اسرار جن کو حضورؐ نے ظاہر نہ فرمایا۔ اس قسم ما نقدمہ میں سے ہیں۔
اس لئے آپ نے خود بھی ظاہر نہ فرمائے۔ اور اولیاء کرام اور راسخین فی العلم کو ظاہر کرنے
سے منع فرما دیا۔ نہ اس لئے کہ آپ ان کو جانتے نہ تھے۔

نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ هٰذِهِ الْعَقِیْدَةِ الْكَاسِدَةِ۔

وَاللّٰہُ الْهَادِیْ — وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْقِ — اَللّٰہُ نَاصِرٌ عَلٰی صَابِرٍ

النوع الثانی :-

آگاہ ہو کہ بعض ان خفیات میں ایسی خفی اشیاء ہیں - جو فی نفسہٖ مفہوم اور فی حد ذاتہٖ معلوم ہیں - اور اس کے درک سے فہم قاصر نہیں - لیکن پھر بھی رب تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام اور صدیقین اور اولیاء کرام اور علماء راسخین کو ظاہر کرنے سے منع فرمایا ہے -

لَا یَفُوْہُ بِالْاَنْبِیَاءِ وَالصِّدِّیْقِیْنَ ٥

کیونکہ وہ ایسے خفیات ہیں - کہ انبیاء ، صدیقین ، اولیاء کرام ، راسخین صرف انہی کو رمز رساں نہیں - کیونکہ وہ معرفت حقیقیہ میں راسخ ہوتے ہیں - اور ان پر کبھی تزلزل نہیں آسکتا -

وَلٰکِنْ یَفُوْہُ بِاَکْثَرِ الْمُسْتَمِعِیْنَ بِالْاِفْتِتَانِ فِیْ دِیْنِہٖ -

لیکن اکثر مستمعین اس کی سمجھ سے قاصر ہیں - اور ان کا کسی فتنہ میں واقع ہو جانا یقینی امر ہے - کیونکہ وہ اکثر مستمعین دو حالتوں سے خالی نہیں - یا وہ جاہل ہوں گے - تو ان کے سامنے ذکر کرنا تو رابط فی الکفر ہے -

مِنْ حَیْثُ لَا یَشْعُرُ -

یا وہ عالم ہوں گے - تو وہ عالم بھی ان کے سمجھنے سے عاجز ہے -

مثلاً

جیسے بالغ اپنے معصوم بچے کو مصالح بیت - تدبیر منزل کے قوانین سمجھانے سے عاجز ہے - اور جیسے صبّاغ نجار کے دقائق صناعت سے عاجز ہے - اور جیسے خود نجار اپنے تمام قوانین صناعت کے سمجھنے سے عاجز ہے - اسی طرح جو لوگ دُنیا کے خیالات میں مشغول ہوں - اور یا ان علوم میں مشغول ہوں - کہ جو معرفۃ اللہ کے قبیلے سے نہ ہو تو وہ لوگ معرفت امور الٰہی کے سمجھنے سے عاجز و قاصر ہوتے ہیں - جیسے بہت سے جاہل لوگ جو کسی قسم کا ہنر صناعت وغیرہ کاریگری نہیں جانتے - وہ صناعت کی تفہیم و سمجھ سے قاصر و عاجز ہیں - تو یہ نوع ثانی بھی من وجہ خفی ہے - اور سمجھنا دشوار ہے - اس لئے رب تعالیٰ نے ظاہر کرنا منع فرما دیا -

مثلاً

۱۔ سِرِّ قدر :۔

جس کے ظاہر کرنے سے حضورؐ نے اہل علم۔ اولیاء کرام کو منع فرمایا ہے۔ کیونکہ اس کے سمجھنے سے اکثر لوگ عاجز ہیں۔ اور یہ امر بعید از عقل نہیں۔ کہ ایک حقیقت فی نفسہٖ بعض خلق کے لئے مضر ہو۔ اور بعض کیلئے مضر نہ ہو۔ مثلاً نورِ شمس مضر ہے۔ ابصار خفافیش کیلئے مگر اور خلق کے لئے مضر نہیں۔

کما فی لامیہ :۔

اَیُّھَا الْجَاعِلُ قَوْلِیْ عَبَثًا ؛ اِنَّ طِیْبَ الْوَرْدِ مُؤْذٍ بِالْجُعَلِ

(ومصمہ)

وَکَذَالِکَ سِرُّ الْقَدْرِ لَوْ اُفْشِیَ اَیْ اُظْھِرَ اَوْھَمَ اَکْثَرَ الْخَلْقِ عِجْزًا فِیْ قُدْرَۃِ اللّٰہِ تَعَالٰی۔

یعنی اگر سرِ قدر کو ظاہر کیا جاوے تو اکثر خلق وہم میں گرفتار ہو جاوے۔ اور اللہ تعالیٰ کی قدرت میں عجز کی قائل ہو جاوے۔ کیونکہ ان کے عقل وہ حالات معلوم نہیں کر سکتے۔ کہ جن حالات سے انکا وہم و شک دُور ہو جائے۔ اسی لئے حضورؐ نے ان لوگوں کو جو قدر میں گفتگو کر رہے تھے۔ منع کر دیا۔ اور فرمایا اَبِھٰذَا اُمِرْتُمْ کیا تم کو ان مسائل میں بحث کرنے کے لئے امر کیا گیا ہے۔ نہیں تم اپنے عبادات وغیرہ مسائل جن میں خفیات نہیں۔ مامور ہوں۔

فَلِذَالِکَ جَآءَ الْاَمْرُ بِالْکِتْمَانِ۔

۲۔ سِرِّ قیامت :۔

اگر قیامت کا وقت مقررہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر فرما دیتے۔

مثلاً

اگر حضورؐ یوں فرماتے کہ قیامت میرے تشریف لے جانے کے بعد ایک ہزار سال کو یا کچھ کم و بیش آوے گی۔

کیونکہ بالکنایہ ذکر کرنے سے مصالح عبادیں ظاہر فوائد ہوتے ہیں۔ اور اشارات سے سامع کے لئے ایک عجیب پُر لطف کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ جو نہایت اقوا و غلبہ ہوتی ہے۔ سامع کے لئے بہ نسبت صراحتاً ذکر کرنے کے۔ اس لئے بالکنایہ ان اشیاء کا ذکر کیا جاتا ہے

مثلاً۔

۱۔ قَالَ قَائِلٌ لَقِیْتُ اَسَدًا یعنی رَجُلاً شُجَاعًا

یعنی قول قائل کا کہ میں شیر کو ملا۔ یعنی ایک بہادر شجاع آدمی کو ملا۔ تو قول قائل کا اس کنایہ میں جو اس نے کی۔ ایک عجیب رمز ہے۔ جو کہ اَوّل وَہلت میں طبیعت فوراً اس کنایہ کے سُننے کی طرف مائل ہو جاتی ہے۔ بہ نسبت صریح لفظ لانے کی۔ کیونکہ شجاع انسان کے ساتھ ملنا کوئی بڑی بات نہیں۔ جس میں طبیعت اول وہلت میں مائل ہو جائے۔

(۔۔۔۔۔۔)

اس لئے ان اشیاء کی خوبی بڑھانے کے لئے ان اشیاء کو بالکنایات ذکر کیا جاتا ہے

۲۔ رَأَیْتُ فُلَانًا یُقَلِّدُ الدُّرَّ فِیْ اَعْنَاقِ الْخَنَازِیْرِ۔

یعنی میں نے فلاں آدمی کو دیکھا۔ جو کہ خنازیر کے اعناق میں موتیوں کا ہار ڈال رہا تھا۔ تو جب محققین کامل عمیق نظر سے اس کنایہ میں غور کرے گا۔ تو فی اَوّل وَہلت فوراً معلوم کر لے گا۔ کہ وہ شخص اس قبیلہ کا ہے۔ جو کہ اس کے پاس نہیں۔ اور نہ اُس کے یہاں خنزیر ہے۔ تو فوراً معلوم کر لے گا۔ کہ یہ کلام بالکنایہ ہے۔ اور دُر سے مراد علم و حکمت ہے اور خنازیر سے مراد جُہّال و ملاؤ ہیں۔ اور تعلیق سے لبث اور فائدہ مراد ہے۔

مطلب:۔

یعنی میں نے فلاں آدمی کو دیکھا۔ جو جواہر زواہر نکات علم غیر اہلہ کے سامنے ظاہر کرتا تھا۔

(۔۔۔۔۔۔)

جو لطافت و لذت محقق کے لئے اس کنایہ میں ہے۔ صراحت میں نہیں۔ اس لئے ان اشیاء کو مزین کرنے کے لئے بالاستعارہ ذکر کیا جاتا ہے۔

—— * ——

(۳) جیسے حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔

"کہ حالتِ نماز میں جو شخص امام سے رکوع سجدہ میں اپنے سر کو پہلے اٹھائے"۔

صَارَ رَأْسُهُ رَأْسَ حِمَارٍ

یعنی اس کی شکل ولون مثل حمار کے ہو جائے گا۔ تو یہ کنایہ ہے۔ جس سے فی الحقیقت یقیناً یہ مراد نہیں۔ کہ مومن مسلمان جب ایسا کرے گا۔ تو یقیناً اس کا سر مثل حمار کے ہو جائیگا۔ بلکہ یہ کنایہ و رمز ہے۔ جو کہ حضور علیہ السلام نے اشارہ فرمایا۔ بلادت وحمق کی طرف۔ یعنی امام کے ساتھ اقتدا بھی کرنا اور امام سے تقدم بھی کرنا۔

فَاِنَّهُمَا مُتَنَاقِضَانِ تو یہ کنایہ ہے۔ اور جو بلاغت اس میں ہے صراحت میں نہیں۔

(۴) جیسے بہت سے مسائل میں حضورؐ نے لا ادری فرمایا۔

مثلاً

مَا اَدْرِیْ اَعُزَیْرٌ نَبِیٌّ اَمْ لَا وَمَا اَدْرِیْ اَتُبَّعٌ مَلْعُوْنٌ اَمْ لَا وَمَا اَدْرِیْ ذُوالْقَرْنَیْنِ نَبِیٌّ اَمْ لَا۔

یعنی میں یہ نہیں جانتا کہ حضرت عزیر نبی ہے یا نہیں۔ اور میں یہ بھی نہیں جانتا۔ کہ تبع ملعون ہے یا نہیں۔ اور میں یہ بھی نہیں جانتا۔ کہ ذوالقرنین نبی ہے۔ یا نہیں۔

([illegible])

تو یہ کنایہ ہے۔ اور فی اَدْرِی وَلَہت اس میں سے ایک عجیب کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ جو کہ صراحت میں وہ کیفیت نہیں۔

مطلب:۔

وَقَوْلُ الْمَسْئُوْلِ لَا اَدْرِیْ وَلَا اَعْلَمُ لَا یَضَعُ مِنْ قَدْرِہٖ بَلْ دَلِیْلٌ عَلٰی کَمَالِ مَعْرِفَتِہٖ۔

یعنی مسئول عنہ کا یہ قول کہ میں نہیں جانتا۔ اور یا میں عالم نہیں ہوں۔ یہ قول اس کی قدر و منزلت میں ذرہ بھر فرق نہیں ڈالتا۔ بلکہ لا ادری ولا اعلم کا کہنا اس کی کمال معرفت و

علم کی دلیل قاطع ہے۔

خلاصہ:۔ یعنی ادری واعلم تو محقق کامل فی اَوَّلِ وَہلت معلوم کر لیتا ہے۔ کہ اتنا عظیم جنید عالم لا ادری کہہ رہا ہے۔ تو اس میں کوئی کنایہ ضرور ہے۔ کیونکہ اہل بلاغت و فصاحت اپنی زبان سے اپنی ستائش نہیں کرتے۔ تو یقیناً یہ عالم ہے۔ اور جانتا ہے۔ اور پھر حضور علیہ السلام جو کہ منبع علم اور ینبوع حکمت ہے۔ آپ کے شان اطہر میں لا ادری کیسے ممکن۔ تو لامحال یہ کہنا پڑے گا۔ کہ یہ کنایہ ہے۔ اور ادری واعلم کی طرف اشارہ ہے۔

تنبیہ:۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا۔ کہ ایسے کنایات میں محقق کامل ہی اصل مقصد کو معلوم کر سکتا ہے۔ اور عوام الناس ان کنایات میں محقق کامل کے استنباط پر عمل کریں۔ ورنہ ہلاکت میں پڑ جائیں گے۔ جیسے معتزلہ، مخذولیہ، رادندیہ ان کنایات و خفایا کے عدم فہم کی وجہ سے گمراہ ہو گئے۔ جیسے کتب کلام میں تفصیل موجود ہے۔

وان کنت طالباً فلیرجع الیہا

تحقیق المقام:۔

یہ کیسے معلوم ہوگا۔ کہ اس کلام میں یہ رمز و کنایہ کی طرف اشارہ ہے۔ (آگاہ ہو) کہ یہ کنایہ یا تو دلیل عقلی سے معلوم ہوگا۔ یا دلیل شرعی سے

دلیل عقلی سے اس طرح معلوم ہوگا۔

بِأَنْ يَكُونَ حَمْلُهُ عَلَى الظَّاهِرِ غَيْرَ مُمْكِنٍ۔

یعنی منطوق لفظ سے صاف ظاہر مطابق عقل ہو۔ کہ اس کلام کا اس مقام میں ظاہری معنی محال ہیں۔

مثلاً

كَقَوْلِهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قَلْبُ الْمُؤْمِنِ بَيْنَ أُصْبُعَيْنِ مِنْ أَصَابِعِ الرَّحْمٰنِ۔

یعنی جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

"مومن کا دل اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں کے درمیان میں ہے۔ حالانکہ جب مومن کا دل کھول کر دیکھا جاتا ہے"

لَمْ نَجِدْ فِیْھَا اَصَابِعَ۔

تو وہاں انگشت ظاہراً بالکل نظر نہیں آتیں۔

فَعَلِمَ اَنَّھَا لَیْسَتْ عِبَارَۃً عَنْ جِسْمٍ مَخْصُوْصٍ بِصِفَاتٍ مَخْصُوْصَۃٍ۔

پس یہاں سے بخوبی معلوم ہوا۔ کہ انگشت سے یہاں جسم مخصوصہ لصفات مخصوصہ مراد نہیں۔

بَلْ کِنَایَۃٌ عَنْ مَعْنًی آخَرَ۔

بلکہ یہ کنایہ ہے۔ اور اس میں اشارہ ہے۔ دوسرے معنی کی طرف

وَھِیَ الْقُدْرَۃُ

اور وہ معنی قدرت ہے۔ وہ قدرت جو (انگشت کا سر اور روح ہے۔)

مطلب:-

یعنی مومن کا دل اللہ تعالیٰ کی قدرت کے درمیان ہے۔ لیکن فی اوّل وہلت سامع کے فہم کے لئے لفظ انگشت کے لانے میں آسانی تھی۔ اس لئے لفظ قدرت کا کنایہ اصابع لایا گیا۔ فافہم۔

دلیلِ شرعی

سے کیوں کہ اگر اس کنایہ کو اپنے ظاہری معنی چھوڑ دیا جائے۔ تو ظاہری معنے کا استعمال کرنا وہاں ممکن ہو۔

لٰکِنْ یُرْوٰی مِنْ طُرُقٍ صَحِیْحَۃٍ اَنَّہٗ اُرِیْدَ بِہٖ غَیْرُ الظَّاھِرِ

لیکن بہ صحیح طرق سے روایت مستندہ موجود ہو کہ اس عبارت میں یہاں ظاہری معنی مراد نہیں۔ بلکہ معنی آخر مراد ہے۔

كما قال الله تعالىٰ

أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَسَالَتْ أَوْدِيَةٌ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَابِيًا وَمِمَّا يُوقِدُونَ عَلَيْهِ فِي النَّارِ ابْتِغَاءَ حِلْيَةٍ أَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِثْلُهُ كَذَٰلِكَ يَضْرِبُ اللَّهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ فَأَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَاءً وَأَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ

یعنی اس آیت مبارک میں اگر ظاہری معنی مراد لیا جائے۔ تو ممکن ہے۔ لیکن طرق صحیح سے اس آیت مبارک کا معنی یوں مروی ہے۔

یعنی

اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ سے قرآن مقدس مراد ہے۔ جو کہ حضور علیہ السلام پر آسمان سے نازل ہوا۔ اور مشابہت ان دونوں میں یہ ہے۔ کہ ان دونوں کے ذریعہ سے حیات حاصل ہوتی ہے۔ اور معاش اور معاد میں مصالح عباد ان دونوں پر موقوف ہیں۔ اور اَوْدِیَۃٌ سے مراد اس آیت میں (دل) ہے۔ کیونکہ بعض دل اپنی وسعت کے لحاظ سے کثیر شے کے متحمل ہوتے ہیں۔ مثل وسیع وادی کے جو کثیر پانی کے لئے متحمل ہوتی ہے۔ اور بعض دل کم چیز کے متحمل ہوتے ہیں۔ مثل صغیر وادی کے۔ جو کم پانی کے لئے متحمل ہوتی ہے۔ اور بعض دل ایسے بھی ہوتے ہیں۔ جو کسی چیز کے بھی متحمل نہیں ہو سکتے۔ مثل اُس وادی کے کہ جس میں قیعان ہو۔ پس یہ مثال رب تعالیٰ نے قرآن اور علم کے لئے پیش کیا جس میں عاقل کے لئے ایک عجیب راز ہے۔ اور (زَبَدًا) سے مراد اس آیت مبارک میں کفر اور شبہات باطلہ ہیں۔ جو کہ وجہ قلب پر واقع ہوتے ہیں۔ تو قرآن مقدس اور علم سے کفر اور شبہات باطلہ محو ہو جاتے ہیں۔ اور وجہ قلب اس جاگ سے بالکل صاف ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ سیلاب سے تمام جاگ، گندگی وغیرہ عفوفات وادی سے خارج ہو جاتے ہیں۔ اور کوئی جاگ اور گندگی مستقر وادی میں بالکلیہ باقی نہیں رہتی۔ ہر قسم کی عفونت سے وادی صاف ہو جاتی ہے۔ اسی طرح وہ علم جو مستنبط من القرآن ہے۔ کفر اور شبہات باطلہ کو دل

سے خارج کرتا ہے۔ کسی شک وشبہ کے لئے وہاں مستقر نہیں رہتا۔ دل آئینہ کی طرح صاف و روشن ہوجاتا ہے۔

وَالْهِدَایَتُ الَّتِی تَنْفَعُ النَّاسَ تَمْکُثُ فِی الْقَلْبِ ؕ

اور ہدایت جو مخلوق کے لئے نافع ہے۔ اس کا مستقر قلب ہوجاتا ہے۔ جیسے کہ وادی میں صاف پانی کے لئے مستقرات ہوتے ہیں۔

مثال آخر :-

اور جیسے بنی آدم سونا، چاندی، لوہا وغیرہ اشیاء کو صاف کرنے کے لئے اور مجلّٰی وروشن کرنے کے لئے آگ میں ڈالتے ہیں۔ تاکہ ان کا میل وخبث جل جاوے اور وہ خبث جاگ ہوتی ہے۔ جوکہ آگ کے زور سے باہر آجاتی ہے۔ اور جوہر خالص اپنے مستقر میں صاف رہ جاتا ہے۔

تنبیہ :- رب تعالےٰ نے قرآن مقدس کی مثال پانی کے ساتھ دی۔ کیونکہ اس میں مخلوق کے لئے حیات، نبر ید منفعت ہیں۔ اسی طرح قرآن مقدس کے نزول میں حیات، نبرید، منفعت ہے۔ مخلوق کے لئے۔ اور نیز رب تعالیٰ نے قرآن مقدس کی مثال دی آگ کے ساتھ۔ کیونکہ آگ میں اضاءت، اشراق، احراق ہیں۔ اسی طرح قرآن مقدس میں اضاءت، اشراق، احراق ہے۔ یعنی جیسے پانی سے مردہ زمین زندہ ہو جاتی ہے۔ اسی طرح قرآن مقدس کے ذریعہ مردہ دل زندہ ہوجاتے ہیں۔ اور جیسے آگ سے تمام میل خبث جل جاتا ہے۔ اور خالص جوہر باہر آجاتا ہے۔ اسی طرح قرآن مقدس کے ذریعہ سے کفریات شبہات جل جاتے ہیں۔ اور خالص مومن باہر آجاتا ہے۔ تو ایسی مثالیں رب تعالیٰ قرآن پاک میں عبرت کے لئے ذکر فرماتا ہے۔

وَتِلْکَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۚ وَمَا یَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ

(پ۔ ۲۰۔ عنکبوت۔ ع ۴)

حاصل کلام

تو ایسے کنایات میں وہی معنی مراد لیا جاوے گا۔ جو عند المحققین قابل قبول ہو۔ وہ نہیں جانتے ان کنایات واسرار کو مگر محققین کاملین۔ اور عوام الناس جوکہ زیور علم سے

مزین نہیں - اور لاعلمی کی وجہ سے بعض کنایات جن میں (لا ادری) وغیرہ موجود ہے - حضور علیہ السلام کی شان میں لاعلمی کی طرف منسوب کرتے ہیں - یہ ان کی جہالت اور کم علمی کی دلیل ہے - ان کنایات کے سمجھنے میں محققِ کامل کی اتباع کرے - تاکہ ورطۂ ضلالت میں واقع نہ ہو جائے -

وَاللّٰہُ الْھَادِی　　وَ بِاللّٰہِ التَّوْفِیْق　　اَللّٰہُ نَاصِحُ کُلِّ صَابِر

النوعِ الرابع

آگاہ ہو کہ علم دو قسم ہے -

۱- علم اجمالی

۲- اور علم تفصیلی -

علم اجمالی کا درجہ علم الیقین ہے - اور علم تفصیلی کا درجہ حق الیقین ہے -

مثلاً

انسان متمثل فی عینہ دُور سے نظر آنے لگا - اور یا تاریک رات میں معلوم ہونے لگا - لیکن کما ینبغی تمیز معلوم نہ ہو تو یہ ایک نوع علم ہے - جس کو علم اجمالی کہتے ہیں -

فَاِذَا رَاٰہُ بِالْقُرْبِ -

اور اس کے قریب جانے کے بعد اور یا تاریکی دُور ہو جانے کے بعد جب وہ چیز بالکلیہ صاف ممیزاً نظر آ جائے - اور یقین ہو جائے کہ یہ انسان ہے - تو دوم نوع علم ہے - جس کو علم تفصیلی کہتے ہیں - علم اجمالی مثل پوست کے ہے - اور علم تفصیلی مثل مغز و لب کے ہے - اور نیز علم اجمالی مثل ظاہر کے ہے - اور علم تفصیلی مثل باطن کے ہے -

نیز ان دونوں علموں میں کوئی خاص قسم کی مغائرت نہیں ہوتی - بلکہ علم تفصیلی - علم اجمالی کے لئے طلب استکمال ہے - جب تک علم تفصیلی حاصل نہ ہو تو علم اجمالی مکمل نہیں ہوتا -

مثلاً

إذْ قَدْ يَصْدُقُ الْإِنْسَانُ بِوُجُوْدِ الْمَرَضِ ۰

یعنی انسان مرض کی تکلیف وکیفیت کو جانتا ہے - اور اس کے باوجود کی تصدیق کرتا ہے - لیکن حق الیقین تب حاصل ہوتا ہے - کہ جب یہ انسان خود اسی مرض میں گرفتار ہو جاوے - اور تکلیف کا ذائقہ اپنے وجود سے چکھ لے تو پھر یہ علم تب مکمل ہو جاتا ہے -

مثالِ آخر :-

اسی طرح انسان وجود عشق کی تصدیق کرتا ہے - اور امارات نشانات سے اس کو جانتا ہے - لیکن حق الیقین وجود عشق کا تب حاصل ہوتا ہے - جب وہ انسان خود اس مرض عشق میں گرفتار ہو جائے - تب وہ علم مکمل ہو جاتا ہے -

★

اسی طرح انسان مرض موت کے سکرات کو بالاجمال جانتا ہے - لیکن موت کے سکرات وغیرہ حالات کا اکمل علم جب حاصل ہوتا ہے - کہ جب وہ انسان خود اس مرض موت میں گرفتار ہو جائے اور اس کے ذائقہ کو چکھ لے - تو یہ مرتبہ حق الیقین کا ہے - اور حق الیقین کا درجہ بعد الوقوع حاصل ہوتا ہے -

مثلاً

ایک انسان کو بھوک لگ رہی ہے - تو وہ انسان بھوک کے علاج کو بالکل جانتا ہے - لیکن جو علم قبل از اکل حاصل ہوتا ہے - وہ غیر ہے - اس علم کا جو بعد از اکل حاصل ہوتا ہے - تو جو ادراک اول میں ہے - وہ ادنیٰ ہے - اور جو ادراک ثانی میں ہے - وہ افزاو افضل ہے - اسی طرح علوم دین ظاہرہ بمنزلہ پوست کے ہے - اور علوم غیبیہ باطنیہ بمنزلہ مغز کے ہے - جب تک مغز نہ ہو تو پوست تام نہیں ہو سکتا - بلکہ ناقص رہتا ہے - اسی طرح علوم غیبیہ باطنیہ جب تک بوجہ اکمل حاصل نہ ہوں - تو علوم ظاہرہ تام و مکمل نہیں ہو سکتے - جیسے کہ مغز ولب کے بغیر پوست تام نہیں ہو سکتا۔

نتیجہ

انبیاء عظام کو علوم غیبیہ بالکمال اس لئے دیئے جاتے ہیں ۔ تاکہ ان کے
علوم ظاہری مکمل ہو جاویں ۔ اور کسی قسم کی علمی کمی باقی نہ رہے ۔ اور ان کو حق الیقین
حاصل ہو جائیں ۔ کیونکہ معمولی نقص بھی عنداللہ نبوت میں محال ہے ۔

فلِہذَا الاَجلِ یُعطٰی عُلُومُ الغَیبِیَّۃِ لِلاَنبِیَاءِ لِیَتَّضِحَ
کُلَّ الاَشیَاءِ لَدَیہِم ۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَھلِ التَّسلِیمِ ۔

وَاللہُ الھَادِی   وَبِاللہِ التَّوفِیق   اَللّٰھُمَّ نَاصِرَ کُلِّ صَابِر

اَلنَّوعُ الخَامِس

آگاہ ہو کہ زبان دو قسم ہے ۔

۱ ۔ زبان حال

۲ ۔ زبان مقال

زبان مقال کیا چیز ہے ۔ یہ وہ چیز ہے ۔ جس کے لئے نغمہ مخصوصہ ہے ۔

یُمَیِّزُھَا السَّمعُ

جیسے اس کے لئے صورت مخصوصہ ہے ۔

یُمَیِّزُھَا البَصَرُ ۔

زبان حال کیا چیز ہے ۔ یہ وہ چیز ہے ۔

مَا اَنبَاءَ عَن حَالٍ قَامَ بِہٖ وَلَو لَم یَکُن نُطقًا ۔

یعنی

ایسی حالت سے خبر دے جو کہ زبان حال پہ دال ہو ۔ اگرچہ بالنطق نہ ہو ۔

فَالقَاصِرُ الفَھمِ قَائِمٌ بِالظَّاھِرِ وَلَا یَتَجَاوَزُہٗ

یعنی ایسا شخص جو بلید ہو اور دقائق حقائق کے فہم سے قاصر ہو وہ ظاہر پر
قائم ہوتا ہے ۔ اور اس ظاہری معنی سے متجاوز نہیں ہوتا ۔

وَيَعْتَقِدُهُ نُطْقًا بِالْحَقِيقَتِ

یعنی وہ بلید اس حال کو جو زبان حال پر دال ہو۔ حقیقتاً نطق تصور کرتا ہے۔ حالانکہ وہاں نطق حقیقی مراد نہیں ہوتی۔ بلکہ اشارہ ہوتا ہے۔ ایک ایسے حال کی طرف جو کہ زبان حال پر دال ہوتا ہے۔ مگر وہ جامد اپنی بلادت کی وجہ سے اس بھید کو نہیں سمجھتا اور غلطی کا مرتکب ہو جاتا ہے۔

مثلاً

فَقَالَ لَهَا وَلِلْأَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا أَوْ كَرْهًا۔ قَالَتَا أَتَيْنَا طَائِعِيْنَ ۝

جیسے بلید الذہن اس آیت مبارک کی سمجھ سے قاصر ہے۔

إِلَى أَنْ يَقْدِرَ لَهُمَا حَيَاةً مَخْلُوقَةً وَعَقْلًا وَفَهْمًا لِلْخِطَابِ وَيُقَدِّرُ خِطَابًا مِنْ صَوْتٍ وَحَرْفٍ بِحَيْثُ تَسْمَعُهُ الْأَرْضُ وَالسَّمَاءُ فَتُجِيبُ بِحَرْفٍ وَصَوْتٍ۔

یعنی وہ بلید اس آیت مبارک کے فہم سے اس طریق پر عاجز ہے۔ کہ پہلے زمین و آسمان کے لئے عقل، فہم، حیات مخلوقہ ثابت کرے گا۔ اور ان میں خطاب کا مادہ مانے گا۔ اور پھر حروف و اصوات سے خطاب ثابت کرے گا۔ اس طریق پر کہ وہ خطاب زمین و آسمان سن رہے ہیں۔ اور حروف و اصوات سے جواب دیتے ہیں۔

وَالْعَارِفُ يَعْلَمُ إِنَّ ذَالِكَ لِسَانُ الْحَالِ

اور عارف کامل جانتا ہے۔ کہ اس آیت مبارک میں زبان حال سے خطاب و جواب مراد ہے نہ کہ زبان مقال سے۔ یعنی یہ خبر ہے۔ اس بات کی کہ زمین و آسمان مسخر ہے بالضرورہ اور محتاج ہے تسخیر کی طرف۔

مثلاً

وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ

یعنی بلید الذہن اس آیت مبارک میں محتاج ہے۔ اس بات کی طرف۔ کہ اولاً

جمادات کے لئے حیات، عقل، نطق، اصوات و حروف کے ساتھ ثابت کرے تاکہ
وہ اصوات و حروف کے ساتھ
سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ بِحَمْدِہٖ کہے۔ اور ان کی تسبیح محقق ہو جائے اور بصیر
جانتا ہے۔ کہ اس آیت مبارک میں نطق لسانی بحرف و صوت مراد نہیں۔
بَلْ اُرِیْدُ بِہٖ کَوْنُہٗ مُسَبِّحًا بِوُجُوْدِہٖ وَ مُقَدِّسًا بِذَاتِہٖ وَ شَاھِدًا
بِوَاحِدَانِیَّۃِ اللّٰہِ تَعَالٰی۔
پس یہ اور اس کے مانند اور امثال وجوہ کتب کلام میں بکثرت موجود ہیں۔ لیکن اختصار
کے لئے ترک کرتا ہوں۔
وان کنت طالباً فلیرجع الیھم
تعبیر ہے لسان حال سے۔ لسان مقال کے ساتھ جو ذوالبصائر ہے۔ وہ ان اسرار
کو جانتے ہیں۔ اور جامدین علی الظواہر ان اسرار کو معلوم نہیں کر سکتے۔ بلکہ ان کے لئے
ان اسرار کی فہم میں حصّہ نہیں۔
وَلِذٰلِکَ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَلٰکِنْ لَّا تَفْقَھُوْنَ تَسْبِیْحَھُمْ
یعنی تمہاری وسعت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بات پیدا ہی نہیں کی کہ تم ان حقائق کو معلوم
کر سکو۔ کیونکہ اصل فقہ کیا ہے۔
فَھْمُ اَشْیَاءِ خَفِیَّۃٍ۔
یعنی علم شاہد کے ذریعہ سے علم غائب کی طرف توصل۔ اور یہ توصل عارفین کاملین
کا حصّہ ہے۔ جو ان کو رب تعالیٰ کی طرف سے الہاماً عطا فرمایا گیا ہے
آمدم بر سر مطلب
تو جہاں قرآن مقدس میں یا احادیث مطہرہ میں حضور علیہ السلام کے علم غیب کی
نفی کی گئی ہے۔ وہ کل تعبیرات ہیں۔ زبان حال کا زبان مقال کے ساتھ۔ لیکن جامدین
علی الظواہر علماء نے ان کو حقیقی نفی سمجھ لیا۔ اور حضور علیہ السلام کے علوم غیبیہ کا انکار کر بیٹھے
حالانکہ وہ اسرار ہیں۔ اور اسرار کے سمجھنے میں عارفین کاملین کا اتباع ضروری ہے۔

مثلاً

لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ

تو بلید الذہن اس آیت مبارک میں حقیقی نفی سمجھ بیٹھے۔ حالانکہ یہ سر ہے۔ اور امر آخر کی طرف اشارہ ہے۔ تو اصل معنے یہ ہوا۔

اَیْ لَا يَعْلَمُ الْغَيْبَ اِلَّا بِاِعْلَامِ اللّٰهِ

یعنی زمین و آسمان والوں میں بالاستقلال غیب کوئی نہیں جانتا۔ مگر بعد از اعلام جانتے ہیں۔ اسی طرح امور خمسہ وغیرہ نفی کی آیات واحادیث کو لیجئے۔ کہ یہ کل اسرار ہیں۔ اور ہر ایک میں معنی امر آخر کی طرف اشارہ ہے۔

ان اسرار کو عارفین کاملین کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اس لئے ان اسرار کے سمجھنے میں عارفین کاملین کی اتباع ضروری ہے۔ اور یہ تمام خفایات علم مکاشفہ کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ اور قول اس میں نہایت طویل ہے۔

اِذْ هُوَ بَحْرٌ لَا سَاحِلَ لَهٗ وَقَفَ لَدَيْهِ الْفُحُوْلُ وَتَحَيَّرَتْ فِيْهِ الْعُقُوْلُ فَلَا نَخُوْضُ فِيْهِ وَقَدْ اِنْ كَشَفْتُ سِرَّ عُلُوْمِ الْغَيْبِ بِهٰذِهِ الْاَنْوَاعِ الْخَمْسَةِ فَالْحَقُّ اَحَقُّ اَنْ يُّتَّبَعَ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ وَعِلْمُهٗ اَتَمُّ وَاَحْكَمُ۔

اب میں بعون اللہ الصمد اس مضمون کو چند قواعد کے ساتھ ختم کرتا ہوں۔ تاکہ طالب کو حصول مطلب میں سہولت ہو۔

وَبِاللّٰهِ التَّوْفِيْقُ وَاللّٰهُ

الْهَادِيْ اَللّٰهُ نَاصِرُ

كُلِّ صَابِرٍ

قاعدہ

١۔ قرآن کریم میں جہاں علم غیب کا اطلاق ذات واجب الوجود پر واقع ہوا ہو۔ اور اللہ تعالیٰ کے لئے خاص کیا گیا ہو۔ اور اس کے ماسوا سے نفی کیا گیا ہو تو اس علم غیب

سے غیب الغیب، غیب مطلق - ذاتی - دائمی - ابدی جمیع علوم غیبیہ قدیمی مراد ہوگا۔

ب - جہاں علم غیب بندوں کے لئے ثابت کیا گیا ہو۔ کہ اللہ کے بندے بھی علم غیب جانتے ہیں - اور یا کسی پیغمبر نے فرمایا ہو کہ میں علم غیب جانتا ہوں - تو وہاں غیب اضافی، مجازی، حادث، عطائی غیر مستقل علم غیب مراد ہوگا۔

الف کی مثال :-

رب تعالیٰ فرماتا ہے -

وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ

ترجمہ :-

اگر میں غیب جانتا ہوتا تو بہت خیر جمع کر لیتا - (پارہ ۹ - رکوع ۱۳ - سورہ اعراف)

وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا اِلَّا هُوَ -

ترجمہ :- اور اس کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں - جن کو بجز اس کے اور کوئی نہیں جانتا۔

اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ

ترجمہ :- بے شک اللہ ہی کو قیامت کی خبر ہے - (پ ۲۱ - رکوع ۱۳ - سورہ لقمان)

ان جیسی تمام وہ آیات جن میں علم غیب کی بندوں سے نفی کی گئی ہے - غیب الغیب غیب مطلق ذاتی مراد ہے - ان علوم غیبیہ کے بحر ذخار کی بندوں سے نفی کی جا رہی ہے

ب کی مثال

رب تعالیٰ فرماتا ہے -

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا

ترجمہ :- اے نبی ہم نے تم کو وہ علوم سکھائے - جن کو تم نہیں جانتے تھے - اور تم پر اللہ کا بڑا فضل ہے - (پارہ ۵ - رکوع ۱۴ - سورہ نسا)

عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ -

ترجمہ :- وہ غیب جاننے والا ہے - اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا - مگر اپنے

پسندیدہ رسولوں کو۔ (پارہ ۲۹ - سورہ جن - رکوع ۲)

اِنِّیْ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۔

ترجمہ :- یعقوب علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ میں اللہ کی طرف سے وہ جانتا ہوں۔ جو تم نہیں جانتے۔

وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ

اور وہ بھی غیب بتانے پر بخیل نہیں۔ (پارہ ۳۰ - سورہ تکویر - رکوع ۲)

تفسیر۔

ان جیسی آیات میں جہاں علم غیب بندوں کے لئے ثابت ہے۔ تو وہاں عطائی۔ غیر مستقل۔ حادث۔ اضافی علم غیب مراد ہے۔ کیونکہ مخلوق کا علم اللہ تعالیٰ کے علم کے مقابلہ میں ایک قطرہ ہے۔ سات سمندروں میں سے۔ کما سبق

قاعدہ ۲۰

الف ۔ جہاں حضور علیہ السلام سے کہلوایا گیا ہے۔ کہ ان کو کہو کہ مجھے خبر نہیں کہ میرے اور تمہارے ساتھ کیا ہوگا۔ یعنی مجھے اپنے اور تمہارے انجام کی خبر نہیں۔ کہ کیا ہوگا۔ تو وہاں قیاس حساب، اندازہ نجوم، رمل وغیرہ مراد ہوگا۔ یعنی میں حساب یا قیاس سے یہ نہیں جانتا

ب ۔ جہاں حضور نے فرمایا کہ میں انجام سے خبردار ہوں۔ اور قرآن شریف نے آپ کو خبردار کرنے کا اعلان فرمایا ہو تو وہاں وحی کے ذریعہ علم دینا مراد ہوگا۔

الف کی مثال

وَمَا اَدْرِیْ مَا يُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِكُمْ (پارہ ۲۶ سورہ احقاف - رکوع ۱)

ترجمہ :- اور میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا۔ اور تمہارے ساتھ کیا

وَمَا كُنْتَ تَدْرِیْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ

ترجمہ :- اور اسی طرح سے ہم نے آپ کی طرف اپنے حکم سے قرآن نازل کیا۔ اس سے پہلے تفصیل وار آپ کیا جانتے تھے۔ کہ کتاب کیا ہے۔ اور ایمان کیا ہے۔

(پارہ ۲۵ - سورہ شوریٰ رکوع ۵)

تفسیر

یعنی آخرت کے معاملات، قیاس، حساب، نجوم، رمل، اٹکل سے معلوم نہیں ہو سکتے۔ میں رسول ہوں۔ رسول کی عقل تمام مخلوقات سے بہت زیادہ ہوتی ہے لیکن ان واقعات کو میں عقل سے نہیں جانتا۔ کیونکہ یہ معاملات عقل سے بلند و بالا ہیں ان واقعات کو میں نے وحی کے ذریعہ سے معلوم کر لیا۔ اور ان واقعات و حالات کا علم مجھ کو وحی کے ذریعہ سے بدرجہ اتم دیا گیا۔ لیکن میں باذن اللہ وہ حالات و واقعات بیان کرتا ہوں۔ جن کا مجھ کو ظاہر کرنے کا حکم ہے۔

جیسے رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰۤى اِلَیَّ وَ مَاۤ اَنَا اِلَّا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ۔ پ ۲۶ ع ۱۱ احقاف

ترجمہ:۔ میں پیروی نہیں کرتا مگر اس کی جو میری طرف وحی ہوتی ہے۔ اور میں نہیں۔ مگر ظاہر ڈرانے والا۔ تو جب میری عقل انتہائی درجہ کمال پر ہے۔ اور ان اشیاء کو میں اس کامل عقل سے معلوم نہیں کر سکتا۔ تو تم کیسے معلوم کر سکتے ہو تو اس لئے ان معاملات میں عقل پر زور نہ دیا کرو۔

نتیجہ:۔ اس آیت کی تفسیر سے معلوم ہوا کہ آخرت کی نجات وغیرہ وحی سے معلوم ہوتی ہیں۔ جو حضورؐ پر آتی ہے۔ یہاں درایت کی نفی ہے۔ نہ کہ مطلق علم کی۔ جیسے دوسری آیت مبارک میں ہے۔

"کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن ایمان کو، عقل قیاس اندازی سے معلوم نہیں کیا۔ بلکہ وحی ہی کے ذریعہ سے معلوم فرمایا۔" یہاں درایت کی نفی ہے۔ نہ کہ مطلق علم کی نبوت سے پہلے حضور عبادت کرتے تھے۔ ایمان سے خبردار تھے عیسیٰ علیہ السلام ماں کی گود میں توحید رسالت سے واقف تھے۔ آپ نے مہد میں اپنی قوم سے فرمایا۔

قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ ؕ اٰتٰىنِیَ الْكِتٰبَ وَ جَعَلَنِیْ نَبِیًّا ۔

ترجمہ:۔ میں اللہ کا بندہ ہوں۔ مجھے اس نے کتاب دی نبی بنایا۔

(پارہ ۱۶۔ سورہ مریمؑ۔ رکوع ۵)

جب عیسیٰ علیہ السلام مہد میں رب سے بے خبر نہیں تو جو حبیب اللہ ہوں۔ وہ کیسے بے خبر ہوں گے۔ معلوم ہوا۔ کہ آیت میں نفی درایت کی ہے۔ نہ کہ مطلق علم کی۔ اگر نفی کی آیات میں درایت کی نفی نہ مانی جائے۔ اور مطلق علم کی نفی مان لی جائے۔ تو قرآن کریم کی آیات میں تعارض پیدا ہو جائے گا۔ اور یہ محال ہے۔

رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ۔

ترجمہ :۔ اے محبوبؐ ہم نے آپ کو کوثر دے دیا۔ پارہ ۳۰ سورہ کوثر رکوع ۲۳)

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ

ترجمہ :۔ اے محبوب ہم نے آپ کا ذکر بلند کیا۔ پارہ ۳۰ سورہ الم نشرح رکوع ۱۹)

تفسیر۔ ان آیات سے معلوم ہوا۔ کہ حضورؐ کو انجام کا علم عطا فرمایا گیا ہے۔ اور آپ تمام قدیمہ، جدیدہ حادثہ واقعات کو جانتے ہیں۔

بقول الفقیر

رسید بہ کنہ حقیقت نماندہ ذرہ ازو ؛ بجانبِ کہ چوں نماند از نظر متعلم او

قاعدہ ۳

الف ۔ قرآن کریم میں جہاں حضور علیہ السلام سے فرمایا گیا ہے۔ کہ ان کو کہو کہ میں اپنے اور تمہارے نفع کا مالک نہیں ہوں۔ تو وہاں اللہ کے بغیر مرضی ملکیت مراد ہے

ب ۔ جہاں فرمایا گیا ہو کہ حضور غنی کر دیتے ہیں۔ وہاں بعطائے الٰہی غنی کرنا اور دنیا مراد ہے۔

الف کی مثال

رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

۱۔ وَمَآ اُغْنِيْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ط

ترجمہ :۔ اور میں تم سے اللہ کی کوئی بات (بلا) دفع نہیں کر سکتا۔

۲۔ مَا كَانَ يُغْنِيْ عَنْهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا حَاجَةً فِيْ نَفْسِ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف عطا وغیرہ منسوب فرمایا گیا ہے۔ تو ان میں باذن الٰہی غنی کرنا اور دینا مراد ہے۔

نتیجہ :-

معلوم ہوا۔ کہ نفی کی آیات میں یہ مراد ہے۔ کہ حضورؐ نے فرمایا۔ کہ میں اللہ کی مرضی کے بغیر کچھ نہیں کر سکتا۔ اور اثبات کی آیات میں اللہ کی مرضی کے موافق حضورؐ غنی فرماتے ہیں۔ دولت مند کرتے ہیں۔ یعنی حضورؐ اللہ کی مرضی سے غنی کرتے ہیں۔ اور جہاں اللہ کی مرضی نہ ہو۔ نہیں کرتے۔ کیونکہ آپ کا اپنا وجود نہیں۔ بلکہ آپ فنافی اللہ ہیں۔

یقول الفقیر

فشاند دست و تقسیم کنند نعمتِ رب ؛ ازیں سبب ملقّب بہ لقبِ قاسم

قاعدہ ۱۷

ا۔ قرآن حکیم میں جہاں نبی سے کہلوایا گیا ہے۔ کہ ان کو کہو کہ ہم تم جیسے بشر ہیں تو ان آیات کا مطلب یہ ہے۔ کہ میں خالص بندہ ہونے میں تم جیسا بشر ہوں۔ کہ جیسے تم نہ خدا ہو۔ نہ خدا کے بیٹے۔ نہ خدا کے شریک۔ تو ایسے ہی ہم نہ خدا ہیں۔ نہ خدا کے بیٹے اور نہ خدا کے شریک بلکہ اس کے خالص بندے ہیں۔

ب۔ اسی طرح قرآن کریم میں جہاں نبی کو بشر کہنے پر کافر فرمایا ہے۔ اور بشر کہنے والوں کو کافر کہا گیا ہے۔ تو ان آیات کا مطلب یہ ہے۔ کہ جو نبی کی اہانت کرنے کے لئے بشر کہے یا ہمسری اور برابری کا دعویٰ کرتے ہوئے انہیں بشر کہے یا محض اپنے جیسا بشر سمجھے یعنی جیسے ہم بشر ہیں۔ نبی نہیں۔ ایسے تم محض بشر ہو۔ نبی نہیں وہ کافر ہے۔

الف کی مثال

رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

(۱) قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ

ترجمہ :- اے نبی کہہ دو کہ میں بھی تمہارے جیسا ایک آدمی ہوں۔ فرق صرف یہ ہے

کہ میری طرف وحی کیا جاتا ہے۔ (پارہ ۱۶ سورہ کہف رکوع ۳)

۲۔ قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ إِنْ نَّحْنُ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَاءُ مِنْ عِبَادِهٖ۔

ترجمہ:۔ ان کے رسولوں نے کہا۔ ضرور ہم بھی تمہارے جیسے آدمی تو ہیں۔ لیکن اپنے بندوں میں سے اللہ جس پر چاہتا ہے۔ (نبوت دے کر) کرم کرتا ہے۔ پارہ ۱۳ سورہ ابراہیم ع ۲)

تفسیر

ان جیسی تمام آیات سے ثابت ہوا۔ کہ نفی الٰہ بننے کی ہے۔ اور اثبات بشریت کی۔ یعنی ہم خدا نہیں ہیں۔ اللہ کے خالص بندے ہیں۔

ان آیات سے یہ ثابت کرنا کہ پیغمبر ہمارے جیسے بشر ہیں۔ بڑی سخت گمراہی ہے۔ کیونکہ قرآن بعض بعض کے لئے مفسر و موضح ہے۔

رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

۱۔ وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا طَائِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ إِلَّا أُمَمٌ أَمْثَالُكُمْ۔

ترجمہ:۔ اور جتنے حیوانات زمین پر چلتے پھرتے اور جتنے پرندے اپنے دونوں بازوؤں سے اڑتے پھرتے ہیں۔ سب تمہارے ہی جیسے امتیں ہیں۔

(پارہ ۷۔ سورۃ انعام۔ رکوع ۱۰)

۲۔ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ط

ترجمہ:۔ اس کے نور کی مثال ایسی ہے۔ کہ جیسا کسی طاق میں چراغ ہو۔

(پارہ ۱۸۔ سورۂ نور۔ رکوع ۱۲)

ان آیات میں رب تعالیٰ نے تمام جانوروں کو انسانوں کی مانند فرمایا۔ حالانکہ انسان اشرف المخلوقات ہے۔ طائر کبھی بھی انسان کے برابر نہیں ہو سکتے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نور مطہر کو طاق اور چراغ کے ساتھ تشبیہ دی۔ حالانکہ کہاں طاق اور چراغ اور کہاں اللہ کا نور۔

اور کہاں اللہ کا نور۔

ان آیات کی وجہ سے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ انسان جانوروں کی طرح ہے۔ نہ طاق اور چراغ کی طرح۔ اسی طرح مذکورہ بالا آیات کی وجہ سے یہ نہیں کہا جا سکتا۔ کہ علم انسان نبی کی طرح ہیں۔ یہ تمثیل و تشبیہ تو اس کو واضح کرنے کے لئے اور سمجھانے کے لئے ہے

نتیجہ :۔ معلوم ہوا۔ کہ اگر اول الذکر آیتوں میں وہی معنی (جو کہ وہابی وغیرہ کرتے ہیں۔) مراد لیا جائے تو مؤخر الذکر آیت میں بھی جہاں اللہ نے اپنے نور کو طاق و چراغ کے ساتھ تمثیل دی ہے۔ یہی معنی مراد لینا پڑے گا۔ اور یہ محال و کفر ہے۔ تو تحقیقی معنی آیات کا وہ ہے۔ جو کہ ہم نے اوپر ذکر کر دیا۔

لقول الفقیر

بشر بشر حقیقت نہ یار مانر سد ٭ ازاں سبب کہ برآمد بلباس بشری

ب کی مثال :۔

۱۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

فَقَالُوْٓا اَبَشَرٌ یَّهْدُوْنَنَا فَكَفَرُوْا وَتَوَلَّوْا وَّاسْتَغْنَى اللّٰهُ ط

پس کافر یہی کہتے رہے کہ کیا آدمی ہم کو ہدایت کریں گے۔ سو انہوں نے کفر کیا۔ اور منہ موڑ لیا۔ پس اللہ نے بھی ان کی پرواہ نہ کی۔

(پارہ ۱۸۔ سورہ تغابن۔ رکوع ۱۵)

۲۔ قَالَ لَمْ اَكُنْ لِّاَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهٗ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ط

ترجمہ :۔ شیطان نے کہا۔ میں ایسا نہ تھا۔ کہ ایسے بشر کو سجدہ کروں کہ جس کو تو نے خشک مٹی خمیر دی ہوئی سے بنایا۔

(پارہ ۱۴۔ سورہ حجر۔ رکوع ۳)

۳۔ فَقَالَ الْمَلَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ط

ترجمہ :۔ تو اس قوم کے کافر سرداروں نے۔ جنہوں نے کفر کیا تھا۔ (یہ کہا) کہ

وغیرہ ان چیزوں کو جہاں رب تعالیٰ کے ساتھ خاص کیا گیا ہے۔ وہاں حقیقی دائمی مستقل، غیر محدود مراد ہوگا۔

مثلاً

اللہ تعالیٰ ہر چیز کا مالک ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں۔ وہ چیزیں جو آسمانوں اور زمینوں میں ہیں۔ یا اللہ کے سوا کسی کو وکیل نہ بناؤ۔ تو وہاں مراد حقیقی دائمی مستقل مالک اور مستقل وکیل ہے۔

ب۔ جب ان مذکورہ بالا اشیاء کی نسبت بندوں کی طرف کی جائے۔ تو وہاں مراد عارضی، مجازی، عطائی غیر مستقل مراد ہوگا۔

الف کی مثال۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

۱۔ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ؕ۔

ترجمہ:۔ اللہ ہی کافی گواہ ہے۔

۲۔ وَكَفٰى بِرَبِّكَ وَكِيْلًا ؕ۔

ترجمہ:۔ آپ کا رب کافی وکیل ہے۔

۳۔ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ

ترجمہ:۔ نہیں ہے حکم مگر اللہ تعالیٰ کا۔

۴۔ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ۔

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ ہی کی ملکیت ہیں۔ وہ چیزیں جو آسمانوں اور زمین میں ہیں۔ ۵۔ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ؕ

ترجمہ:۔ اور اللہ کافی حساب لینے والا ہے۔

تفسیر:۔ ان جیسی تمام آیات میں حقیقی گواہ، حقیقی وکیل، حقیقی حاکم، حقیقی مالک حقیقی حساب لینے والا مراد ہے۔ یعنی اللہ کے سوا حقیقی مالک، حقیقی حاکم وغیرہ کوئی نہیں۔ وہی ہر چیز کا حقیقی مالک و مختار ہے۔

*

(رب کی مثال) رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

۱۔ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا۔

ترجمہ۔ آج تو اپنے نفس پر خود ہی کافی حساب لینے والا ہے۔

۲۔ وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ فَاحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ ؕ

ترجمہ:۔ اور جب تم لوگوں کے درمیان حکومت (فیصلہ) کرو، تو انصاف کے ساتھ کرو۔

۳۔ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَاۗءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۔

ترجمہ:۔ اور حرام ہیں تم پر شوہر والی عورتیں سوا ان کے جن کے تم مالک ہو۔

تفسیر

ان جیسی تمام آیات میں مجازی، عارضی، غیر مستقل، ملکیت، حکومت، حساب لینا۔ بندوں کے لئے ثابت ہے۔ یعنی اللہ کے بندے عارضی طور پر حاکم مالک وغیرہ ہیں۔ جیسے سمیع بصیر وغیرہ اللہ تعالےٰ کی صفتیں ہیں۔

رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ۔

ترجمہ۔ اللہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔ اور بندوں کی بھی صفتیں ہیں۔ فرماتا ہے۔

فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا۔

ترجمہ:۔ ہم نے انسان کو سننے والا۔ دیکھنے والا بنایا

معلوم ہوا۔ اللہ کا سننا، دیکھنا دائمی، مستقل، ذاتی غیر محدود ہے۔ اور بندوں کا دیکھنا سننا عارضی، عطائی محدود غیر مستقل ہے۔ اسی طرح اللہ کی مالک وغیرہ صفتیں ذاتی ہیں۔ اور بندوں کی مالک وغیرہ صفتیں عارضی ہیں۔

فافهم ولا تكن من الممترين

٭

گیارھویں شریف

بشکن بتِ غرور کہ در دین عاشقانہ ٭ یک بُت کہ بشکنند بہ از صد عبادتست

ایصال ثواب بارواح بزرگان دین یا عام احیاء و اموات مسلمین خواہ بطور قرأت سورۂ قرآنیہ ہو یا بطور دعا و صدقہ و خیرات یا بطور اطعام طعام وغیرہ وغیرہ۔ ایک فعل خیر ہے۔ اور وَافْعَلُوا الْخَيْرَ حکم قرآنی ہے۔ اور احادیث صحیحہ میں اس کا ثبوت کافی ووافی ہے۔

حدیث صحیح میں ہے۔

قال سعد للنبی صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ اُمِّیْ تُوُفِّیَتْ اَنَا مُتَصَدِّقٌ عَنْهَا قَالَ نَعَمْ۔

ترجمہ:۔ حضرت سعدؓ نے حضورؐ کی خدمت میں عرض کی۔ کہ تحقیق میری والدہ وفات پاگئی ہے۔ اس کی طرف سے صدقہ دینا چاہتا ہوں۔

حضورؐ نے ارشاد فرمایا۔ بے شک صدقہ کر۔ تیرا صدقہ پہنچے گا۔

وَعَنْ انس رضی اللہ عنہ سائل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا نَتَصَدَّقُ عَنْ مَوْتَانَا وَنَحُجُّ عَنْهُمْ وَنَدْعُوْا لَهُمْ هَلْ يَصِلُ ذٰلِكَ اِلَيْهِمْ قَالَ نَعَمْ اِنَّهٗ يَصِلُ اِلَيْهِمْ وَيَفْرَحُوْنَ كَمَا يَفْرَحُ اَحَدُكُمْ بِالطَّبَقِ اِذَا اُهْدِيَ اِلَيْهِ۔

حضرت انسؓ نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا۔ کہ ہم اپنے مردوں کی طرف سے صدقہ کرتے ہیں۔ حج کرتے ہیں۔ ان کے لئے دعا کرتے ہیں۔ آیا ان کو پہنچتا ہے یا نہیں۔ حضورؐ نے جواباً فرمایا۔ ہاں تحقیق ان کی طرف پہنچتا ہے۔ وہ اس سے ایسے خوش ہوتے ہیں۔ جیسا کہ تمہارا ایک فرد طبق ہدیہ سے (جب اس کو دیا جائے۔) خوش ہوتا ہے۔

٭

نیز حدیث شریف بخاری و مسلم میں ہے۔

انه صلی اللہ علیہ وسلم ضحی بکبشین املحین احدھما عن نفسہٖ
والآخر عن امته ای جعل ثوابه لھم وھذا تعلیم بینه علیه
الصلوٰۃ والسلام بان الانسان ینفعه عمل غیرہٖ والاقتداء بهٖ
علیه السلام ھو الاستمساک بالعروۃ الوثقی کذافی روح البیان

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بہت اچھے موٹے تازے دو دُنبوں
کی قربانی کی۔ ایک اپنی ذات مبارک کے لئے اور ایک تمام امت کے لئے۔ یعنی اس کا
ثواب حضورؐ نے اپنی تمام امت کے واسطے بخش دیا۔ اور یہ عظیم تعلیم تھی۔ جس کو حضور
اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بیان فرمایا۔ اور واضح کیا۔ کہ انسان کو دوسرے
انسان کا عمل خیرات صدقات میں سے نفع پہنچاتی ہیں۔ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم
کے ذات اقدس کے ساتھ تمسک کرنا ایک ایسے قوی وسیلہ کو پکڑنا ہے۔ جو کبھی
نہ ٹوٹے گا۔

اس حدیث شریف سے ثابت ہوا۔ کہ خود حضور سرور کائنات علیہ السلام نے اپنے
زندہ مردہ غائب کل امت کے لئے ایصال ثواب فرمایا۔ اور دوسروں کو ایصال ثواب
کرنے کا حکم دیا۔

حضرت سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المیت لو کان مسلما فاعتقتم
عنه او تصدقتم عنه او حججتم عنه بلغه ذالک۔ رواہ ابوداؤد

ترجمہ۔ کہ فرمایا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میت اگر مسلمان
ہو۔ تو اگر تم اس کی طرف سے غلام آزاد کرو۔ یا صدقہ ادا کرو۔ یا اس کی طرف سے حج ادا
کرو۔ تو البتہ ان کا ثواب اس کو پہنچے گا۔ یا پہنچایا جائے گا۔

روح البیان میں ہے۔

عن الحسن البصری رضی اللہ تعالیٰ عنه قال رأیت علیا کرم اللہ وجهه

يُضَحِّي بِكَبْشَيْنِ فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عليه وسلم اَوْصَانِيْ اَنْ اُضَحِّيَ عَنْهُ۔

ترجمہ:۔ حضرت حسن بصری سے روایت ہے۔ کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا۔ کہ انہوں نے دو دنبے قربانی کئے۔ اور حضرت علیؓ نے فرمایا۔ کہ مجھ کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم وصیت فرما گئے ہیں۔ کہ ان کی طرف سے قربانی کروں۔

اسی بنا پر علماء کرام صلحاء عظام نے ایصال ثواب پر اجماع فرمایا۔

جیسا کہ رحمت الامہ میں ہے۔

اَجْمَعُوْا عَلٰى اَنَّ الْاِسْتِغْفَارَ وَالدُّعَاءَ وَالصَّدَقَةَ وَالْحَجَّ وَالْعِتْقَ يَنْفَعُ الْمَيِّتَ وَيَصِلُ اِلَيْهِ ثَوَابُهٗ۔

علماء کرام کا اجماع اس بات پر ہے۔ کہ استغفار دعا۔ صدقہ۔ حج اور غلام آزاد کرنا غرض ہر قسم کے خیرات مبرات میت کو نفع پہنچاتی ہیں۔ اور ان کا ثواب اللہ تعالیٰ ان کو پہنچاتا ہے۔

ہدایہ شریف میں ہے۔

اَلْاَصْلُ فِيْ هٰذَا الْبَابِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَهٗ اَنْ يَّجْعَلَ ثَوَابَ عَمَلِهٖ لِغَيْرِهٖ صَلٰوةً اَوْ صَوْمًا اَوْ صَدَقَةً اَوْ غَيْرَهَا عِنْدَ اَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ۔

کہ اصل اس باب میں یہ ہے کہ انسان اپنے عمل کا مختار ہے۔ وہ اپنے عمل کا ثواب نماز۔ روزہ۔ صدقہ وغیرہ کل اعمال خیر سے جس کو چاہے دے سکتا ہے۔ (اہلسنت والجماعت کے نزدیک)

اور بحر الرائق میں اس مسئلہ کو بیان فرما کر لکھا ہے

اِعْلَمْ اَنَّهٗ لَا فَرْقَ بَيْنَ اَنْ يَّكُوْنَ الْمَجْعُوْلُ لَهٗ مَيِّتًا اَوْ حَيًّا۔

ترجمہ:۔ یعنی جان تو اے مخاطب کہ نہیں فرق اس بات میں کہ جس کو ثواب پہنچایا جاتا ہے۔ وہ مردہ ہے یا زندہ یعنی دونوں برابر ہیں۔ چاہے مردہ کو پہنچاؤ چاہے زندہ کو پہنچاؤ۔ دونوں کو پہنچے گا۔

بارہویں شریف اور گیارہویں شریف وغیرہ میں جو نیاز نذر بغرض حصول ثواب و نفع احیاء و اموات کی جاتی ہے۔ وہ ایصال ثواب شرعی کی ایک قسم ہے۔ جس کا انکار

مضامین قرآن وحدیث اجماع امت کی مخالفت ہے - اور معتقدات معتزلہ میں
داخل وشامل -

روح البیان میں ہے -

قَالَ الشیخ تقی الدین ابو العباس مَنْ اِعْتَقَدَ اِنَّ الْاِنْسَانَ
لَا یَنْفَعُ اِلَّا بِعَمَلِہٖ فَقَدْ خَرَقَ الْاِجْمَاعَ -

اس بات کا اعتقاد کہ انسان کو اس کے ہی عمل نفع دیتے ہیں - خارق اجماع
ہے - شرح عقائد نسفیہ میں ہے -

دُعَاءُ الْاَحْیَاءِ لِلْاَمْوَاتِ وَصَدَقَتُھُمْ عَنْھُمْ نَفْعٌ
لَھُمْ خِلَافًا لِلْمُعْتَزِلَۃِ -

زندہ لوگ جو مردوں کے لئے دعا کرتے ہیں - ان کی طرف سے صدقہ
دیتے ہیں - اس میں روحوں کے لئے نفع ہے - اس مسئلہ میں معتزلہ کا اختلاف
ہے - لہذا گیارہویں شریف شرعاً کسی طرح ممنوع نہیں ہو سکتی - ایصال ثواب باعث
اجر و منافع کثیرہ ہے - اور ایصال ثواب اہل سنت والجماعت کا اتفاقی مسئلہ ہے
ایصال ثواب میں شرعاً کسی زمانہ یا مکان کی تخصیص و تقلید لازمی و ضروری نہیں
ہے - بہ تعین وقت و بغیر تعین ہر وقت ہر جگہ سے میت کو صدقہ و ثواب پہنچایا ہے
بعض اوقات اور جگہوں میں خصوصیت پائی
جاتی ہے - کہ ان میں امید زیادہ ثواب ہوتی ہے - اور ایصال ثواب کرنے والے
کو زیادہ برکت کی توقع ہے -

جیسا کہ موطا امام محمدؒ میں بروایت ابن مسعودؓ مذکور ہے - کہ حضور اقدس
سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بلالؓ کو یہ ہدایت فرمائی تھی - کہ
اے بلالؓ دو شنبہ کا روزہ ترک نہ کیا کرو - کیونکہ وہ میری پیدائش کا دن ہے اور
ایک حدیث میں موجود ہے - کہ خود حضور اقدس سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم
نے شہدائے بدر کی زیارت اور ایصال ثواب کے لئے دعا فرمائی ہے -

اس حدیث شریف سے ایصالِ ثواب کے لئے۔ تاریخ ویوم کا تعین ثابت ہوتا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں موجود ہے۔

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ جَاءَتْ اِمْرَءَۃٌ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ذَھَبَ الرِّجَالُ بِحَدِیْثِکَ فَاجْعَلْ لَنَا مِنْ نَفْسِکَ یَوْمًا نَاْتِیْکَ فِیْہِ تُعَلِّمُنَا مِمَّا عَلَّمَکَ اللّٰہُ فَقَالَ اجْتَمِعْنَ فِیْ یَوْمِ کَذَا وَکَذَا فِیْ مَکَانِ کَذَا وَکَذَا فَاجْتَمَعْنَ فَاَتَاھُنَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَعَلَّمَھُنَّ مِمَّا عَلَّمَہُ اللّٰہُ (بخاری کتاب الاعتصام)

حضرت ابو سعیدؓ سے روایت ہے۔ کہ ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اور عرض کی یارسول اللہ۔ مرد تو آپ سے حدیث سن کر لے جاتے ہیں۔ لہٰذا ہمارے لئے بھی آپ کوئی دن مقرر فرمادیں۔ کہ ہم عورتوں کو اس دن میں علوم شرعیہ کی تعلیم فرمادیں۔ تو آنحضرت نے ارشاد فرمایا۔ کہ تم لوگ فلاں فلاں دن فلاں فلاں جگہ جمع ہوجایا کرو۔ چنانچہ عورتیں ان دنوں ان مکانوں میں جمع ہوتیں اور حضور ان کو تعلیم فرماتے۔

اصل یہ ہے۔ کہ لزوم و التزام میں فرق ہے۔ یہی ایک شے منجانب شارع لازم نہیں۔ لیکن اہل اسلام نے۔ ان مصالح کی بنا پر اس کا التزام کرلیا ہے۔ اس التزام میں کوئی قباحت نہیں۔ کیونکہ فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے۔

مَنْ سَنَّ سُنَّۃً حَسَنَۃً فَلَہٗ اَجْرُھَا وَاَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِھَا۔

جس شخص نے دین میں کوئی اچھا طریقہ ایجاد و مقرر کیا۔ اس کو اس کا اور اس شخص کا اجر ملے گا۔ جو اس پر قیامت تک عمل کرے۔ چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے ایسے بہت سے مفید طریقے دین میں اضافہ کئے۔ پس اگر اس قسم کے اضافے۔ بدعت سیئہ مان لیا جائے۔ تو یہ حامیان اسلام و جلیل القدر صحابہ کرام بدعتی ہوئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نماز تراویح باجماعت مقرر فرمایا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جمعہ شریف کی اذان ثانی مقرر فرمائی۔ پس کیا کوئی ایمان دار لوگ ان کو بدعتی کہہ سکتے ہیں۔ غرض امور مباحہ کے لئے اوقات وہئیات کی تعیین تخصیص مصالح دین سے ہیں۔ فرائض وقتیہ کی طرح امور مباحہ کے لئے اوقات مقرر کرنا اشد ضروری ہیں۔ ورنہ تو مسلمانوں کو سخت دشواریاں پیش آتیں

فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ جَعَلَ لَنَا الدِّیْنَ یُسْرٌ وَّاسِعَۃٌ۔

معتبر کتاب حدیث ترمذی شریف میں رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم عالی موجود ہے۔ کہ اگر رات کا معینہ ورد قضا ہو جائے۔ پھر دن میں ظہر سے پہلے پڑھ لیا جائے۔ تو عمل رات کے اعمال میں شمار ہو گا۔

نیز کتب صحاح میں بروایت صحیحہ موجود ہے۔ کہ عتبان ابن مالک صحابی رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فقط اسی لئے اپنے گھر بلایا۔ کہ ان کے گھر کے ایک معین گوشہ میں نماز پڑھیں۔ اور وہ اس کو اپنی نماز کے لئے مقرر و معین کر لیں حضور نے تشریف لانے کا وعدہ کیا۔ اور تشریف فرما ہو کر اس صحابی کی خواہش کے مطابق ان کے گھر میں نماز پڑھ کر نماز کی جگہ مقرر فرما دی۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد قبا جانے کے لئے ہفتہ کا روز معین کر دیا تھا۔

اوراسیطرح امیر و ابن الحاج وغیرہما محدثین عظام نے نقل فرمایا۔ اور شاہ عبد العزیز نے زبدۃ النصائح میں تحریر فرمایا ہے۔

کَمَا ذَکَرَ الْعَلَّامَۃُ الْعَیْنِیْ فِیْ شَرْحِ الصَّحِیْحِ الْبُخَارِیْ وَاسْتَدَلَّ بِہٖ عَلٰی تَعْیِیْنِ الْاَیَّامِ لِلْاَعْمَالِ۔

یہ تعیین التزام کے تحت ہیں تھی۔ لزوم نہ تھا۔ تو امت متعلمہ نے بھی اپنے معلم سے سبق سیکھا۔ اور اسی وجہ سے ہر ایک امر مباح یا مستحب میں وہ وقت مقرر کر سکتے ہیں۔ تاکہ یہ امر مباح و مستحب سہولیت کے ساتھ ادا ہو جائے۔ کیونکہ

مَارَاٰہُ الْمُسْلِمُوْنَ حَسَنًا فَھُوَ عِنْدَ اللّٰہِ حَسَنٌ

جس چیز کو اہل اسلام بہتر سمجھتے ہوں۔ وہ چیز اللہ تعالیٰ کے دربار اقدس میں

یعنی حضرت صدیق اکبرؓ تبرک اور حصول خیر کے ارادہ سے دوشنبہ کے روز مرنے کی تمنا کیا کرتے تھے۔ کیونکہ اس روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف ہوئی تھی۔ پس اس اعتبار سے اُس دن کو اُور دنوں پر فضیلت حاصل ہے۔

دیکھئے۔ یہاں تین باتیں ثابت ہوئیں۔

اول۔ یہ کہ وفات سے بھی اس وقت یا دن یا تاریخ کو فضیلت حاصل ہوتی ہے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ کے کسی مقبول و برگزیدہ بندہ کا وصال ہوتا ہے۔

دوئم۔ یہ کہ وہ فضیلت اس کے جتنے ہم نام اوقات یا تاریخیں آتی ہیں ان میں بھی پائی جاتی ہے۔

سوئم۔ یہ کہ افضل اوقات میں جو کام ہوتا ہے۔ اس میں خیر و برکت ہوتی ہے

جناب حاجی امداد اللہ صاحب مرحوم مہاجر مکی رسالہ فیصلہ ہفت مسئلہ میں فاتحہ مروجہ کی بابت تخصیص و تعیین یوم اور سورۂ خاص جیسے فاتحہ اور سامنے کھانا رکھ کر ہاتھ اٹھانا۔ پانی رکھنا اور تقسیم کرنا۔ ان سب امور کے جواز کے وجوہ لکھ کر فرماتے ہیں۔ یہ امور مذموم نہیں ہو سکتے۔

اس کے بعد لکھتے ہیں۔

"اور گیارھویں حضرت غوث پاک قدس سرہٗ کی دسواں، بیسواں، چہلم ششماہی سالانہ وغیرہ وغیرہ طریق الیصال ثواب کے اسی قاعدہ جواز پر مبنی ہیں۔"

تحقیق بدعت

بدعت ہر نئے امر کو کہتے ہیں۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔

۱۔ بدعت سیئہ ممنوع ہے۔ جو کلیتاً خلاف اصول شریعت ہو۔ اس کی کوئی اصل کسی طور سے شرع مقدس میں نہ پائی جائے۔ یہی بدعت ضلالت کہلاتی ہے جس کا مرتکب فاسق و گنہگار ہوگا۔

۲۔ اس کے علاوہ وہ امور مروجہ اہل اسلام جن کا ثبوت بہ ہیئت کذائی قرون

اولی میں نہ تھا - اور مجموعی حیثیت سے ثابت نہیں - لیکن ان کی کذا کا وجود اصلی شرعی ہے - وہ بدعت مستحنہ ہے -

مثلاً تدوین علوم وکتب وعمارات مدرسہ وتزئین مساجد وغیرہ وغیرہ -

احیاء العلوم میں ہے -

فَاِنَّ اَفْرَادَ الْمُبَاحَاتِ اِذَا اجْتَمَعَتْ کَانَ ذٰ الْمَجْمُوْعِ مُبَاحًا

مباح کے افراد جب مجتمع ہو جائیں گے - تو مجموعہ بھی مباح ہوگا - اور اسی میں ہے -

فَاِذَا لَمْ یَحْرُمِ الْاٰحَادُ فَمِنْ اَیْنَ یَحْرُمُ الْمَجْمُوْعُ -

جب احاد حرام نہ ہو - پس مجموعہ کہاں سے حرام ہوگا - اس قسم کے واقعات اور احادیث کتب دینیہ میں بکثرت موجود ہیں -

مگر حسب قول مسلم

"یک من علم را دہ من عقل باید"

قاعدہ ۱-

نَعْضُ الْعِبَادَاتِ یَجُوْزُ بِالضَّرُوْرَۃِ اِیْصَالُ ثَوَابِہَا اِلَی الْاَمْوَاتِ فِیْ یَوْمِ الْوِصَالِ -

قضیہ وقتیہ مطلقہ ہے - اہل سنت کا دعویٰ ہے - کہ قضیہ مذکورہ صادق ہے - ورنہ تو اس کی نقیض صادق آئے گی - جو ممکنہ وقتیہ ہے -

نقیض

قضیہ وقتیہ مطلقہ لَا شَیْءَ مِنَ الْعِبَادَاتِ یَجُوْزُ اِیْصَالُ ثَوَابِہَا اِلَی الْاَمْوَاتِ فِیْ یَوْمِ الْوِصَالِ بِالْاِمْکَانِ - وَھٰذَا کَاذِبٌ بِالْبَدَاھَۃِ قَوْلُنَا عَلیٰ ثَوَابِ اُوْصِلَ اِلَی الْاَمْوَاتِ فِیْ یَوْمِ الْوِصَالِ جَائِزٌ بِالضَّرُوْرَۃِ فَافْھَمْ وَلَا تَکُنْ مِنَ الْمُسْرِعِیْنَ -

در چشم ایں سیاہ دلاں صبح کاذب است
در روشنی اگر ید بیضا شود کسے

قال الحافظ

فقیہ مدرسہ دے مست بود وفتویٰ داد ؛ کہ مے حرام ولے بہ زمال اوقافست

مسئلہ نداءِ غیر اللہ۔

واضح رہے کہ بزرگانِ دین کو تکلیف اور مصیبت کے وقت میں ندا کرنا۔ ندا حالت حیات میں ہو یا بعد از ممات، حاضر ہو یا غائب) ہر حالت میں جائز اور مباح امر ہے۔ اللہ کے پیارے اللہ کے حکم سے بندوں کی حاجتیں پوری کرتے ہیں۔ اور مشکلیں حل کرتے ہیں۔ دور و نزدیک ہر جگہ سے مافوق الاسباب مشکل کشائی اور مدد کرتے ہیں۔ جملہ اہل سنت والجماعت کے مقتدر علماء کرام اور مشائخ عظام اس جواز کے قائل اور معتقد ہیں۔ چنانچہ قرآن حکیم اس کا اعلان فرما رہا ہے۔

قرآن حکیم سے ثبوت

رب العزت فرماتا ہے۔

(۱) فَقُلْنَا اضْرِبْ بِعَصَاكَ الْحَجَرَ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا۔

ترجمہ :۔

ہم نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا۔ اے موسیٰ اپنے عصا کو پتھر پر مار۔ انہوں نے مارا تو اس سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے۔

(پارہ ۱۔ سورۂ بقرہ۔ رکوع ۷)

تفسیر۔

جب بنی اسرائیل سین کا بیابان طے کر کے رفیدیم پہنچے۔ تو اس ریگستان میں پانی نہ تھا۔ لوگ موسیٰ علیہ السلام سے جھگڑنے لگے۔ کہ ہم کو پانی دو۔ تاکہ پیویں۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے خدا سے فریاد کی۔ کہ میں ان سے کیا کروں۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ سے

فرمایا۔ کہ میں نے تم کو لوگوں کے لئے دافع البلاء بنایا ہے۔ لوگوں کے آگے جا۔ اور بنی اسرائیل کے بزرگوں کو اپنے ساتھ لے اور اپنا عصا جو دریا پر مارا تھا۔ اسی چٹان پر مار۔ اس سے پانی نکلے گا۔ موسیٰ علیہ السلام نے یہی کیا۔ اس چٹان سے بارہ چشمے بہہ نکلے۔

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو براہ راست پانی نہ دیا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو ان کے لئے دافع البلاء بنایا۔ اور موسیٰؑ نے ان کو پیاس کی آفت سے نجات دلائی۔

اس سے معلوم ہوا۔ کہ اللہ کے مقبول بندے بحکم الٰہی مافوق الاسباب پیاس کی آفت دور کرتے ہیں۔

(۲) اَنْ یَّاْتِیَکُمُ التَّابُوْتُ فِیْهِ سَكِیْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَبَقِیَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَاٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓىِٕكَةُ۔ ط

ترجمہ:۔ تمہارے پاس وہ صندوق آئے گا۔ کہ جس میں تمہارے رب کی طرف سے تسکین اور کچھ تبرکات ہیں۔ جن کو موسیٰؑ اور ہارونؑ چھوڑ گئے ہیں۔ اس کو فرشتے اٹھالائیں گے۔ (پارہ ۲ ۔ ع ۱۶ ۔ سورہ البقر)

تفسیر:۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے بنی اسرائیل کو صندوق شہادت جس کو تابوت سکینہ کہتے ہیں۔ عطا فرمایا تھا۔ جس میں حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کے تبرکات تھے۔ اور اللہ عز وجل کی طرف سے انہیں حکم تھا۔ کہ جنگ میں اسے اپنے سامنے رکھیں۔ ان تبرکات کی برکت سے فتح ہوگی۔

اس آیت کی تفسیر سے معلوم ہوا۔ کہ مقبولان خدا کے تبرکات ان کی وفات کے بعد دافع البلاء ہیں۔

(۳) وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْیِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ۔ ط

(اور میں مادر زاد اندھے اور کوڑھے کو اچھا کر دیتا ہوں۔ (یعنی تندرست کر دیتا ہوں۔) اور خدا کے حکم سے مردوں کو بھی زندہ کر دیتا ہوں۔

(پارہ ۳ ۔ رکوع ۱۳ ۔ آل عمران)

تفسیر

حضرت عیسیٰ کلمۃ اللہ کو اللہ تعالیٰ نے دافع البلاء بنایا۔ وہ اللہ کے حکم سے اندھے اور کوڑھے کو جو کہ بہت بُری مرض ہے؟ اچھا کر دیتے ہیں۔

(۴) قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا۔ ط

ترجمہ :۔ جبرئیل نے حضرت مریمؑ سے کہا۔ کہ میں تو تمہارے رب کا بھیجا ہوا ہوں۔ کہ تم کو پاکیزہ لڑکا دوں۔

(پارہ ۱۶۔ سورۃ مریم رکوع ۵)

تفسیر۔ حضرت جبرئیل کو اللہ عزوجل نے مافوق الاسباب وہ طاقت عطا فرمائی ہے کہ وہ باذن اللہ بندوں کی حاجتیں پوری کرتے ہیں۔ یعنی جبرئیل اللہ تعالیٰ کے حکم سے لڑکا بخشتے ہیں۔

(۵) وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ۔

ترجمہ :۔ اور زلیخا نے تو حضرت یوسفؑ پر ارادہ (بد) کر لیا تھا۔ اور حضرت یوسفؑ بھی ارادہ کر لیتے۔ اگر اپنے رب کی دلیل نہ دیکھتے۔

(پارہ ۱۲۔ سورۃ یوسف۔ رکوع ۱۳)

تفسیر :۔ مقبولان بارگاہ ایزدی رب تعالیٰ کی براہین ہیں۔ جس کا ذکر اس آیت مبارک میں ہے۔ زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام کو سات کوٹھڑیوں میں بند کر کے اپنی حاجت روائی کرنا چاہی۔ یوسفؑ نے حضرت یعقوب علیہ السلام کو سامنے دیکھا کہ آپ اشارہ سے منع فرما رہے ہیں۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے مصر کی بند کوٹھڑیوں میں یوسف علیہ السلام کی امداد کی۔ اور ان کو ارادہ گناہ سے بچا لیا۔ تو اس تفسیر سے معلوم ہوا۔ کہ اللہ والے دُور سے بھی مافوق الاسباب دافع البلاء اور مُشکل کُشا ہیں۔

(۶) اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا۔ ط

ترجمہ :۔ جاؤ۔ میرا کرتہ میرے باپ کے مُنہ پر ڈال دو۔ وہ بینا ہو جائے گا۔
(پارہ ۱۳۔ سورۃ یوسف۔ رکوع ۳)

(۷) فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِيْرُ اَلْقٰهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا۔ ط

ترجمہ:۔ جب خوشخبری دینے والے نے آکر قمیص حضرت یعقوب علیہ السلام کے منہ پر ڈالی۔ تو وہ فوراً بینا ہو گئے۔

(پ ۱۳ - رکوع ۴ - سورۂ یوسف)

تفسیر۔ فراق یوسف میں حضرت یعقوب علیہ السلام نابینا ہو گئے تھے۔ آنکھوں سے نور جاتا رہا تھا۔ یوسف علیہ السلام نے ان کی اس مصیبت کو اپنے پیراہن کے ذریعہ دور فرمایا۔ اور اُن کی مشکل کشائی کی۔

معلوم ہوا۔ کہ بزرگان دین جس طرح چاہیں۔ جب چاہیں اور جس چیز سے چاہیں۔ (قمیص کوئی خاص نہیں۔) مافوق الاسباب امداد کر سکتے ہیں۔

سوال۔ بہت دفعہ پیغمبر والوں نے کسی کو دعا یا بددعا دی۔ مگر قبول نہ ہوئی۔ پھر وہ دافع البلاء و مشکل کشا کیسے ہوئے۔

جواب۔ بزرگان دین اللہ کے حکم سے مشکل کشا ہیں۔ جب اللہ کی مرضی نہ ہو۔ وہاں مشکل کشائی نہیں کرتے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی رضا اسی میں ہوتی ہے۔ غرض بزرگان دین باذن اللہ مشکل کشا، دافع البلاء ہیں۔ اور یہ ہے عقیدہ حقہ۔

تحقیق لفظِ دُعا۔

دُعا۔ دَعْوٌ یا دَعْوَتٌ سے مشتق ہے۔ جس کے معنی پکارنا یا بلانا ہے قرآن مقدس میں یہ لفظ کئی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ جیسے پکارنا، بلانا، دعا کرنا، پوجنا قرآن شریف میں جہاں جہاں یہ لفظ استعمال ہوا ہے۔ اس مقام پر ماقبل اور مابعد کو دیکھ کر جو معنی مناسب حال ہوں۔ وہی معنی مراد لیا جاوے گا۔ اگر ان معانی مذکورہ بالا میں سے کسی ایک معنی کو خاص کر کے اسی کو ہر آیت میں مراد لیا جائے۔ تو قرآن مقدس کا اصلی مفہوم (یعنی مقصود) فوت ہو جائے گا۔ یعنی قرآن شریف میں تعارض پیدا ہو جائیگا اور یہ محال ہے۔ اس لئے جو معنی جس مقام کے مناسب ہوگا۔ وہ معنی مراد لیا جاوے گا۔

(فافہم)

رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

(۱) وَالرَّسُوْلُ یَدْعُوْکُمْ فِیْ اُخْرٰکُمْ ط

ترجمہ:- اور تم کو پیچھے سے رسول پکار رہا تھا۔

(پارہ ۴ - رکوع ۷)

۲- لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَکُمْ کَدُعَآءِ بَعْضِکُمْ بَعْضًا۔

ترجمہ:- اے مسلمانو! رسولؐ کے پکارنے کو آپس میں ایک دوسرے کے پکارنے جیسا نہ سمجھو۔

ان جیسی تمام آیات میں (لفظ دعاء) کا معنیٰ پکارنا ہی ہوگا۔ کیونکہ ماقبل ومابعد سے یہی معنیٰ مناسب ہے۔

(۱) وَادْعُوْا شُهَدَآءَکُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ٥

ترجمہ:- اور خدا کے سوا جس قدر تمہارے حمایتی ہوں (مدد کے لئے) بلالو۔ اگر تم سچے ہو۔

(پارہ ۱ - رکوع ۳)

(۲) وَادْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ

ان جیسی آیات میں لفظ دعاء کے معنیٰ بلانے کے ہیں۔ کیونکہ دوسرے معنیٰ نہیں بن سکتے

(۱) اِنَّ رَبِّیْ لَسَمِیْعُ الدُّعَآءِ۔

ترجمہ۔ بے شک میرا رب دعا کا سننے والا ہے۔

(پارہ ۱۳ - رکوع ۱۸)

(۲) رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ

ترجمہ:- اے رب میرے دعا کو قبول کرلے۔

ان جیسی تمام آیات میں دعا کے معنیٰ دعا مانگنا ہیں۔ دیگر معنیٰ محال ہیں۔

(۱) اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ عِبَادٌ اَمْثَالُکُمْ ط

ترجمہ:- جنہیں تم خدا کے سوا پوجتے ہو۔ (وہ بھی تو) تم جیسے بندے ہیں۔

(۲) وَ اِنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰہِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰہِ اَحَدًا۔

ترجمہ :۔ بے شک مسجدیں اللہ کی ہیں۔ تو اللہ کے ساتھ کسی کو نہ پوجو۔

(پارہ ۲۹۔ رکوع ۱۱ سورۂ جن)

ان جیسی تمام آیات کہ جن میں اللہ تعالیٰ کے سوا غیر کو دعا کو (شرک و کفر قرار دیا گیا ہے۔ یا اس پر زجر کیا گیا ہے۔ ان سب میں دعا کے معنیٰ عبادت (یعنی پوجنا مراد ہے) قرآن کریم میں دوسری جگہ اس مضمون کی بخوبی وضاحت رب تعالیٰ نے خود فرمائی ہے

(۱) هُوَ الْحَيُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ط

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ط

ترجمہ :۔ وہی ہے زندہ اس کے سوا کوئی بھی معبود نہیں۔ پھر اسی کو پوجو۔ (خاص اسی کی بندگی کرتے ہوئے) سب خوبیاں اللہ ہی کو ہیں۔ جو تمام جہان کا پرورش کرنے والا ہے۔

(۲) قُلْ اِنِّيْ نُهِيْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

ترجمہ :۔ کہہ دو۔ مجھ کو تو ان چیزوں کی عبادت سے منع کر دیا گیا ہے۔ جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو۔ (پارہ ۲۴۔ ع ۱۲)

ان آیات میں لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ نے اور اَعْبُدُ نے صاف ظاہر کر دیا۔ کہ یہاں دعا سے مراد غیر اللہ کی عبادت کرنا (یعنی پوجنا مراد ہے۔) نہ کہ پکارنا۔ تو معلوم ہوا کہ خدا کے سوا غیر کو پوجنا شرک ہے۔ ان آیات نے ان تمام آیات کی شرح کر دی۔ جہاں غیر اللہ کی دعا کو شرک فرمایا گیا ہے۔ اور بتا دیا۔ کہ وہاں دعا سے مراد عبادت کرنا پوجنا مراد ہے۔ اگر غیر اللہ کو پکارنا شرک ہوتا۔ تو جن آیتوں میں پکارنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ان سے ان آیات کا تعارض ہو جاتا ہے۔ اور قرآن کریم میں تعارض محال ہے۔ اس لئے محققین علماء ممانعت کی آیتوں میں دعا کے معنے عبادت کرتے ہیں۔

لفظ دعا کے دو معنے ہیں۔

۱۔ لغوی

۲۔ اصطلاحی

لغوی معنی پکارنا
اصطلاحی معنے عبادت ہیں۔

قرآن کریم میں جہاں دعا کی اجازت ہے۔ وہاں لغوی معنے پکارنا مراد ہیں۔ اور جہاں غیر اللہ کی دعا سے ممانعت ہے۔ وہاں اصطلاحی معنی عبادت (پوجنا) مراد ہے۔

مثلاً

صلوٰۃ کے لغوی معنے دعا ہیں۔ اور اصطلاحی معنی نماز۔

قرآن کریم میں اقیموا الصلوٰۃ میں صلوٰۃ سے مراد نماز ہے۔ صلّوا علیہ میں صلوٰۃ سے مراد دعا ہے۔ قرآن کریم میں جہاں بھی صلوٰۃ کا لفظ آیا ہے۔ اگر وہاں صرف لغوی معنی پکارنا لیا جائے۔ تو اسلام کا ایک عظیم رکن فوت ہو جائے گا۔ یعنی نماز۔ پھر تو ہر شخص یہی کہے گا۔ صلوٰۃ کا معنی پکارنا ہے۔ اس لئے اللہ کو صرف پکارو۔ اور کوئی خاص ترکیب کی عبادت مراد نہیں۔ اور یہ محال ہے۔

تو لامحالہ ممانعت کی آیتوں میں عبادت (پوجنا) مراد لیا جائے گا۔ یعنی کسی کو خدا سمجھ کر نہ پکارو۔

رب العزت فرماتا ہے۔

وَمَنْ يَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهاً اٰخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ۔

ترجمہ:۔ اور جس نے اللہ کے سوا اور معبود کو پکارا۔ کہ جس کے لئے اس پر کوئی سند نہیں تو اس کا حساب اس کے رب کے پاس ہے۔

(پارہ ۱۸، رکوع ۶)

اس آیت مقدس سے صاف ظاہر ہوا۔ کہ پکارنے سے، خدا سمجھ کر پکارنا مراد ہے۔ اور اللہ کے مقبول بندوں کو مظہر عون الٰہی سمجھ کر پکارنا مستحسن ہے۔ قرآن حکیم شاہد عدل ہے۔

کما سبق

تحقیق مقام

رب تعالیٰ نے مُردہ، زندہ، غائب، حاضر، دُور، نزدیک کسی قسم کا قید نہیں لگایا۔ کہ ان شرائط کے ماتحت تم پکار سکتے ہو۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے عام اجازت عطا فرمائی ہے۔ مردہ۔ زندہ۔ غائب۔ حاضر۔ دور۔ نزدیک۔ مافوق الاسباب سنانے کے لئے ہر طرح پکار سکتے ہو۔ ہاں معبود سمجھ کر نہ پکارو۔ یہ شرک ہے۔ اگر محض پکارنا ہی شرک قرار دیا جائے۔ تو اپنے گھر سے قید لگا کر حاضر۔ غائب وغیرہ کا سوال پیدا کیا جائے تو بالکل باطل ہے۔ اس لئے کہ قرآن کریم نے کہیں بھی قید نہیں لگائی۔ اور ممانعت کی آیتوں میں دعا سے مراد عبادت ہے۔ اور اگر دُور، غائب مردوں کو پکارنا شرک قرار دیا جائے۔ تو معاذ اللہ سب بزرگان دین مُشرک ہو جائیں گے۔

مثلاً

حضرت عمرؓ نے حضرت ساریہؓ کو مدینہ منورہ سے پکارا۔ حالانکہ وہ نہاوند میں تھے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ بنایا۔ اور تمام مخلوق کو پکارا۔ آپ کی آواز تمام دُور و نزدیک لوگوں کو سنائی دی۔ اور قیامت تک تمام پیدا ہونے والوں رُوحوں نے آپ کی آواز کو سُنا۔ قرآن پاک شاہد ہے۔ اور ہم حضور علیہ السلام کو پنجگانہ نماز میں پکارتے ہیں۔

السلام علیک ایہا النبیؐ اگر یہ شرک قرار دیا جائے۔ تو ہر نمازی نماز ختم ہونے سے قبل خارج از اسلام ہو جائے۔

آج کل سائنس کا دَور دَورہ ہے۔ ہم تمام دُور کے لوگوں کو ریڈیو کے ذریعے پکارتے ہیں۔ اور لوگ سُنتے ہیں۔ اگر یہ سوال پیدا کیا جائے۔ کہ ریڈیو میں بجلی کی طاقت ایک سبب ہے۔ اور اس سبب کے ماتحت اُسے سُننا شرک نہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ نبوت اور ولایت کے نور کی طاقت ایک سبب ہے۔ لہٰذا

یہ بھی شرک نہیں۔ اور اگر مُردوں کو پکارنا شرک ہو تو ہم حضور علیہ السلام کو نماز میں پکارتے ہیں۔ اور قبرستان میں یوں سلام کرتے ہیں۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ دَارَ قَوْمٍ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ ط

نیز حضرت صالح علیہ السلام نے اور حضرت شعیب علیہ السلام نے ہلاکت کے بعد قوم کو پکارا۔

رب تعالے فرماتا ہے۔

فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دَارِهِمْ جٰثِمِیْنَ فَتَوَلّٰی عَنْهُمْ وَقَالَ یٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّیْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِیْنَ ط

ترجمہ:۔ پھر تو ان کو زلزلہ نے آلیا۔ سو اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے پھر صالح نے اُلٹا پھیر کر (یہ) کہا کہ اے قوم بیشک میں تو تمہیں اپنے رب کا پیغام پہنچا چکا اور تمہیں نصیحت کر چکا تھا لیکن تم تو نصیحت کرنے والوں کو پسند ہی نہیں کرتے تھے

(پارہ ۸ سورۂ اعراف۔ رکوع ۱۷)

حضرت شعیب علیہ السلام کا واقعہ رب تعالی فرماتے ہیں۔

فَتَوَلّٰی عَنْهُمْ وَقَالَ یٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّیْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ فَكَیْفَ اٰسٰی عَلٰی قَوْمٍ كٰفِرِیْنَ ط

ترجمہ:۔ پھر ان سے شعیب علیہ السلام نے منہ پھیرا۔ اور (یہ) کہا۔ کہ اے قوم میں تو تم کو اپنے رب کا پیغام پہنچا چکا اور تمہیں نصیحت بھی کر چکا تھا۔ پھر اب منکروں پر میں کیا افسوس کروں۔

(پارہ ۹۔ سورۂ اعراف۔ رکوع ۱)

تفسیر

ان آیات سے واضح ہوا۔ کہ ان دونوں جلیل القدر پیغمبروں نے قوم کی ہلاکت کے بعد ان سے کلام کیا۔ خود حضور سرورِ کائنات علیہ السلام نے یوم بدر کفار سے جو جنگ میں

ہلاک ہو گئے۔ پکار کر کلام کیا۔ اور حضرت فاروق کے عرض کرنے پر حضور نے فرمایا۔ کہ تم ان مُردوں سے زیادہ نہیں سُنتے۔ تو اگر مُردوں کو پکارنا شرک ہوتا تو یہ جلیل القدر رسول سب مرتکب شرک تھے۔ تو لامحالہ یہی کہنا پڑے گا۔ مردوں کو پکارنا کوئی شرک نہیں اور حاجت روائی کے لئے پکارنا جائز و مستحسن ہے۔

ہم پہلے ثابت کر آئے ہیں۔ کہ بزرگان دین دافع البلاء اور مشکل کشا ہیں۔ اور دُور سے سن سکتے ہیں۔ خواہ نور نبوت سے ہوں۔ یا نور ولایت سے۔

جیسا کہ مسئلہ حاضر و ناظر میں بیان کیا گیا ہے۔ قرآن پاک شاہد ہے۔ کہ بزرگان دین وفات کے بعد سُنتے ہیں۔ اور جواب بھی دیتے ہیں۔ (اور خاص خاص کو محسوس بھی ہوتا ہے۔

رب العزت فرماتا ہے۔

وَاسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَا اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ ؕ

ترجمہ :- اے حبیب پوچھ دیکھ ان رسولوں سے کہ جن کو تجھ سے پہلے بھیجا گیا تھا۔ کہ کیا اللہ کے سوا ہم نے اور بھی معبود پرستش کے لئے بنائے تھے۔

(پارہ ۲۵ سورہ زخرف۔ رکوع ۱۰)

نتیجہ :- حضور علیہ السلام کے عہد مبارک میں انبیاء وفات پا چکے تھے لیکن اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے۔

"کہ اے حبیب! ان سے پوچھ لو کہ کیا خدا کے سوا کوئی اور معبود ہے؟" پوچھا اس سے جاتا ہے۔ جو سن سکتا ہو۔ اور جواب بھی دے سکتا ہو۔ اس تحقیق سے معلوم ہوا۔ کہ اللہ والے بعد از وفات سُنتے اور بولتے ہیں۔ شب اسرٰے ان متوفی رسولوں نے حضور کے ساتھ نماز میں شمولیت کی۔ اور حجۃ الوداع میں حضور کے ساتھ حج بھی کیا۔

صریح احادیث اس مسئلہ پر دال ہیں۔

نیز قرآن پاک شاہد ہے۔ کہ بزرگانِ دین بعد از وفات زندوں کی مدد کرتے ہیں
رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ

ترجمہ :۔ اس وقت کو یاد کرو۔ کہ جب اللہ نے پیغمبروں سے عہد لیا۔ کہ جب میں تم کو کتاب اور دانائی دوں۔ پھر جو کچھ تمہارے پاس ہوں۔ اس کی تصدیق کے لئے رسول تمہارے پاس آئے۔ تو تم اُس پر ایمان لانا۔ اور اس کی مدد کرنا۔

(پارہ ۳۔ سورۃ آلِ عمران۔ رکوع ۱۷)

تفسیر :۔

رب تعالیٰ نے روزِ میثاق انبیاء کرام سے دو عہد لئے۔

۱۔ کہ جب حبیب اللہ تشریف لائیں۔ تو اُن پر ایمان لانا

۲۔ ان کی مدد کرنا۔

جب حضور علیہ السلام تشریف لائے۔ تو ان پیغمبران عظام میں سے کوئی بھی ظاہراً موجود نہ تھا۔ جو آپ پر ایمان لاتے۔ اور آپ کی مدد کرے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ اس ایمان اور امداد سے روحانی ایمان اور امداد مراد ہے۔ چنانچہ حضور تشریف لائے تو تمام انبیاءؑ روحانی ایمان لائے۔ اور روحانی امداد کی۔ شبِ اسریٰ سب انبیاء نے بیت المقدس میں آپ کی امامت میں نماز ادا کی۔ اور حجۃ الوداع بھی آپ کی شمولیت میں ادا کیا۔
موسیٰ علیہ السلام نے ہماری امداد کی۔ پچاس سے پانچ نمازیں کرادیں۔ یہ ہے روحانی ایمان اور روحانی امداد اور اب بھی وقتاً فوقتاً امداد کرتے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس عہد کے پورا کرنے کے لئے اخیر وقت میں ظاہراً تشریف لائیں گے۔ تو اگر روحانی امداد تسلیم نہ کی جائے۔ تو یہ عہد روحانی جو کہ انبیاء علیہم السلام سے لیا گیا ہے۔ لغو قرار پائے گا۔ اور یہ محال ہے۔

خلاصہ:- اس تحقیق سے ثابت و روشن ہوا۔ کہ جہاں قرآن کریم
میں دعاء کے بعد دشمن خدا کا ذکر ہو۔ یا دعا پر رب تعالیٰ کی ناراضگی کا اظہار ہو۔ یا دعا
کا فاعل کافر ہو۔ یا دعا کرنے والوں کو اللہ تعالےٰ نے مشرک، کافر یا گمراہ فرمایا ہو
تو وہاں دعا سے مراد عبادت، پوجنا مراد ہوگا۔ نہ کہ محض بلانا، پکارنا۔

۲- جہاں قرآن کریم میں یہ ذکر ہے۔ کہ مردے نہیں سنتے۔ یا آپ ان کو
نہیں سنا سکتے۔ تو وہاں دل کے مردے۔ دل کے اندھے بہرے مراد ہوں گے
کیونکہ اگر وہاں اندھے بہرے مردے سے یہی مردے وغیرہ مراد لئے جائیں۔
تو قرآن کریم میں تعارض پیدا ہو جائے گا۔ اور یہ محال ہے۔ کما سبق

نتیجہ:- بالاتفاق جملہ اہل الاسلام بزرگان دین سنتے، دیکھتے اور
مافوق الاسباب روحانی امداد کرتے ہیں۔

کما قال مولانا الرومیؒ۔

اولیاء راہست قدرت از الٰہ ❊ تیر جستہ باز گردانند ز راہ

احادیث سے ثبوت۔

علامہ حصن حصین لسند صحیح حدیث شریف نقل فرماتے ہیں۔ جب کسی کی کوئی چیز گم
ہو جائے یا کوئی تکلیف اور مصیبت پیش آئے۔ تو وہ ان الفاظ سے ندا کرے۔

۱- یَا عِبَادَ اللّٰہِ اَعِیْنُوْنِیْ - یَا عِبَادَ اللّٰہِ اَعِیْنُوْنِیْ - یَا عِبَادَ اللّٰہِ اَعِیْنُوْنِیْ

۲- اور علامہ حصن حصین دوسری حدیث شریف لسند صحیح نقل فرماتے ہیں۔

مَنْ کَانَتْ لَہٗ ضَرُوْرَۃٌ فَلْیَتَوَضَّأْ فَیُحْسِنْ وُضُوْئَہٗ وَصَلّٰی رَکْعَتَیْنِ
ثُمَّ یَدْعُوْا۔

ترجمہ:- جب کسی کو ضرورت پیش آئے۔ تو بس وضو کرے۔ اور اچھا وضو کرے
(یعنی وضو کے ہر فرض سنت وغیرہ کو احتیاط سے پورا کرے۔ اور پھر اس وضو سے دو
رکعت نماز حضور قلب سے ادا کرے۔ پھر یہ دعا پڑھے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ وَاَتَوَجَّہُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ نَّبِیِّ

الرَّحْمَةِ یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ اَتَوَجَّهُ بِكَ اِلٰی رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ هٰذِهٖ لِتُقْضٰی لِیَ اَللّٰهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِیَّ -

ترجمہ :- اے اللہ تعالیٰ ابھی تیرے دربار اقدس میں عاجزی پیش کرتا ہوں - اور متوجہ ہوتا ہوں - تیری طرف تیرے حبیب کے وسیلہ سے جو کہ مجسم رحمت ہے - یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں تیرے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ کے دربار اقدس میں اپنی اس حاجت کے پورا کرنے کے لئے پیش ہوتا ہوں - تاکہ اللہ تعالیٰ میری حاجت کو پورا فرمائے - اے اللہ اس میں حضورؐ کی شفاعت میرے لئے منظور فرما -

حدیث نمبر ا میں لفظ یا عباد اللہ تین مرتبہ تکرار ہے - اور وہ بھی غائب بندوں کو مخاطب کرتے ہوئے من حیث المکان اور زمان - اور حدیث نمبر ۲ میں لفظ یا محمدؐ کے ساتھ نفس مسئلہ نداء غیر اللہ کو اچھی طرح روشن - صحیح ثابت اور متحقق قرار دیتا ہے -

۲ - صحابہ رضی اللہ عنہم نے حضور اقدس سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے دار فنا سے تشریف لے جانے کے بعد بھی اس مطہر دعاء کو ہماری بصارت چشم کے لئے ظاہر فرما دیا تو معاذ اللہ اگر بعد وصال حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم یا محمدؐ کہنا حرام و شرک ہوتا تو جلیل القدر اصحابہ اس عمل کو کیوں جاری فرماتے -

۳ - علامہ قاضی عیاض اپنی کتاب شفا میں نقل فرماتے ہیں -

اِنَّ عَبْدَ اللّٰهِ اِبْنَ عُمَرَ خَدِرَتْ رِجْلُهٗ فَقِیْلَ لَهٗ اُذْكُرْ اَحَبَّ النَّاسِ اِلَیْكَ یَزُلْ عَنْكَ فَصَاحَ یَا مُحَمَّدَاهُ -

ترجمہ :- تحقیق حضرت عبد اللہ ابن عمرؓ کے پاؤں میں سوج آگئی - ان سے کہا گیا کہ جو تم کو تمام انسانوں سے زیادہ محبوب ہو - اس کو یاد کرو - تو تمہاری تکلیف جاتی رہے گی - پس انہوں نے بلند آواز سے کہا - یا محمداہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

حضرت امام شافعیؒ نے حضرات اہلبیت کرامؓ کے قبور سے "میا" کے ساتھ

ندا فرمایا۔ جس کو مُلّا علی قاری نے نقل فرمایا ہے۔

ارشاد فرماتے ہیں۔

یَا اَھْلَ بَیْتِ رَسُوْلَ اللّٰہِ حُبُّکُمْ فَرْضٌ مِنَ اللّٰہِ فِی الْقُرْآنِ اَنْزَلَہٗ کَفَاکُمْ مِنْ عَظِیْمِ الْقَدْرِ اِنَّکُمْ مَنْ لَمْ یُصَلِّ عَلَیْکُمْ لَاصَلٰوۃَ لَہٗ۔

ترجمہ:۔ کہ اے اہل بیت رسول اللہ کہ تمہاری محبت فرض ہے۔ اللہ کی جانب سے اس کو اس نے قرآن شریف میں نازل کیا۔ تمہاری عظمت شان کے لئے یہ بات کافی ہے۔ کہ جس نے تم پر قصداً درود شریف نہ پڑھا۔ اس کی نماز نہیں ہوئی۔

حضرت نابغہ رضی اللہ عنہ کا مشہور شعر کتاب الاستیعاب میں موجود ہے۔ جس میں صاف اور صریح طور پر مزار اقدس سے نداء ہے۔

فَیَا قَبْرَ النَّبِیِّ وَیَا صَاحِبَیْہِ ؁ اَلَا یَا عَوْنَنَا لَا تَسْمَعُوْنَا

صاحب مواہب سیدی علی ابن وفا کے شعر نقل فرماتے ہیں۔

اَلَا یَا صَاحِبَ الْوَجْہِ الْجَمِیْلِ ؁ سَئَلْتُکَ مَا بَقِیْتُ وَاَنْتَ رُوْحِیْ

ترجمہ:۔ اے روشن چہرے والے میں آپ سے مانگتا رہوں گا۔ جب تک زندہ رہوں گا۔ آپ میری روح ہیں۔

علامہ بصیری صاحب قصیدہ بردہ ارشاد فرماتے ہیں۔

یَا اَکْرَمَ الْخَلْقِ مَالِیْ مَنْ اَلُوْذُبِہٖ ؁ سِوَاکَ عِنْدَ حُلُوْلِ الْحَادِثِ الْعَمَمِ

ترجمہ:۔ اے تمام مخلوق سے بزرگ تر مصیبت اور حوادث کے اترنے کے وقت آپ کی ذات اقدس کے سوا کون ہے۔ کہ جس سے میں پناہ لوں۔

علامہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اپنے قصیدہ طیب النغم میں ارشاد فرماتے ہیں۔

وَصَلّٰی عَلَیْکَ اللّٰہُ یَا خَیْرَ خَلْقِہٖ ؁ وَیَا خَیْرَ مَاْمُوْلٍ وَیَا خَیْرَ وَاھِبٍ

وَیَا خَیْرَ مَنْ یُرْجٰی لِکَشْفِ رَزِیَّۃٍ ؁ وَمَنْ جُوْدُہٗ قَدْ فَاقَ جُوْدَ السَّحَائِبِ

ترجمہ :۔ خدا آپ پر رحمتیں نازل فرمائے ۔ اس کی مخلوق میں سب سے بہتر اور اے
بہتر تمام امیدواروں سے اور اے بہتر ان لوگوں سے کہ جن سے مصیبت دور کرنے
کی امید کی جاتی ہے ۔ اور اے وہ کہ جن کا جود بارشوں کے جود سے فوقیت لے گیا۔

علاوہ ازیں اور بھی متعدد احادیث اور اقوال بزرگان دین اس مسئلہ کے جواز پر
دال ہیں ۔ لیکن بوجہ اختصار ترک کرتا ہوں ۔

مذکورہ بالا حوالہ جات سے ثابت ہو گیا ۔ کہ نداء غیر اللہ جائز اور مباح مندوب
امر ہے ۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور اہلبیت کرام کو تکلیف اور مصیبت کی
حالت میں پکارنا شرعی حکم سے ثابت ہے ۔ پس حضورؐ کے فرزند محترم سیدی و مولائی
عبدالقادر جیلانی جو کہ تمام اولیاء کرام کے سردار ہیں ۔ اور جن کا ارشاد عالیہ ہے ۔

قَدَمِیْ ھٰذِہٖ عَلٰی رَقَبَۃِ کُلِّ وَلِیِّ اللّٰہِ ۔

اور جن کا ارشاد عالیہ ہے ۔

یَدِیْ عَلٰی مُرِیْدِیْ کَالسَّمَاءِ عَلَی الْاَرْضِ ۔

جن کا سلسلہ تمام سلسلوں کا مرکز اور اصل ہے ۔ اسے

یَا شَیْخ سَیِّدْ عَبْدُ الْقَادِرْ جِیْلَانِیْ شَیْئًا لِلّٰہِ

کہہ کر پکارنا ہر طرح جائز اور صحیح ہے ۔ اور سلسلہ قادریہ میں یہ ذکر عجیب التاثیر
اور جامع البرکات مانا گیا ہے ۔ جس کو میں نے اپنے سلسلہ میں اپنے معمول کے مطابق
درج کیا ہے ۔

اب میں یا شیخ سید عبدالقادر جیلانی کے بارہ میں فقہا کرام کے چند اقوال درج
کرتا ہوں ۔ فقہ شریف کی حنفیہ کی کتابوں میں فتاوی خیریہ معتبر اور صحیح کتاب ہے ۔ اس
میں مرقوم ہے ۔

اَمَّا قَوْلُھُمْ یَا شَیْخ عَبْدُ الْقَادِرْ فَھُوَ نِدَاءٌ وَاِذَا اُضِیْفَ اِلَیْہِ
شَیْئًا لِلّٰہِ فَھُوَ طَلَبُ شَیْءٍ اِکْرَامًا لِلّٰہِ فَمَا الْمُوْجِبُ
لِحُرْمَتِہٖ ۔

ترجمہ :۔ اہل اسلام کا قول یا شیخ عبدالقادر ایک ندا ہے۔ اور جب اس کے ساتھ شیئاً للہ ملا دیا جائے۔ پس وہ اکراماً للہ طلب شے ہے۔ پس اس کے حرام ہونے کا کونسا موجب ہے۔ کوئی نہیں۔

علامہ شاہ ولی اللہ صاحب اپنی کتاب انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

"بعض اصحاب طریقہ قادریہ برائے حصول مہمات ختم بایں طور میکنند۔ اول دو رکعت نفل بعد ازاں یک صد و یازدہ بار کلمۂ تمجید و یک صد و یازدہ بار شیئاً للہ یا شیخ عبدالقادر جیلانی خوانند۔

ترجمہ :۔ بعض اصحاب طریقہ قادریہ مشکلات کے حل کرنے کے لئے اس طریقہ پر ختم کرتے ہیں۔

"اول دو رکعت نفل پڑھتے ہیں۔ بعد ازاں ایک سو گیارہ مرتبہ کلمہ تمجید پڑھتے ہیں۔ بعد ازاں ایک سو گیارہ مرتبہ یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ پڑھتے ہیں"۔ اور اس طرح ختم کے ذریعہ سے اُن کی مرادیں پوری ہو جاتی ہیں۔ اور طبقات جسامیہ میں خواجہ کلال صاحبزادہ خواجہ باقی باللہ علیہما الرحمۃ حضور سیدنا غوث اعظم علیہ الرحمۃ کے مناقب میں تحریر فرماتے ہیں۔

"وخود زیادہ بدیں چہ منقبت باید بود کہ خواص وعوام حرمین الشریفین یاد ویں را عقب یاد پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم میدارند و در پیش آمدن ہر امر التجا بدرگاہ رسول اللہ از و استعانت می جوئیند و ہر کہ در آں مقامین طیبین است بہ شیئاً للہ یا شیخ عبدالقادر ملتزم ومترنم است۔

ترجمہ :۔ اس سے زیادہ اور آپ کی کیا تعریف ہوگی۔ کہ خواص وعوام حرمین طیبین آپ کی یاد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کرتے ہیں۔ اور وہ ہر مصیبت کے پیش آنے پر ان سے مدد مانگتے ہیں۔ اور حضور کے دربار اقدس میں سرکار غوثیت مآب رحمۃ اللہ علیہ کو وسیلہ پیش کرتے ہیں۔

اور صاحب بہجۃ الاسرار نے حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے نقل فرمایا ہے اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اخبار الاخیار میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔ کہ خود شیخ فرماتے ہیں۔ کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ سے مانگو۔ میرے وسیلہ سے مانگو۔ تو تمہاری حاجت بر آری ہوگی۔

اور نیز فرماتے ہیں۔ کہ جو کوئی مصیبت میں مجھ سے امداد طلب کرے۔ تو اس کی مصیبت دور ہو جائے۔

نیز فرماتے ہیں۔ کہ جو شدت غم میں میرے نام سے پکارے۔ اس سے وہ شدت اور غم دور ہو جاوے۔ اب میں مضمون کو ختم کرتا ہوں۔ کیونکہ عاقل کے لئے اشارہ کافی ہے۔

انشاء اللہ

حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فیض الی یوم القیامہ جاری و ساری رہے گا۔ اور ہم قادری غلام کل قیامت کے روز میدان حشر میں اپنے آقا و مولیٰ کے لوائے غوثیت کے زیر سایہ ہوں گے۔

ے

تہی دستان قسمت را چہ سود از رہبر کامل
کہ خضر از آب حیواں تشنہ مے آرد سکندر را

و اللہ الھادی

و باللہ التوفیق

اللہ ناصر

علی

صابر

تصوف ـــــ شریعت ـــــ طریقت

★ / تصوف کی کیا تعریف ہے۔ صوفی کسے کہتے ہیں۔ شریعت اور طریقت میں کیا فرق ہے۔

تصوّف :۔ دل کی صفائی اور ظاہر و باطن میں حضور اقدس سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل پیروی اور احکامِ شریعت کی کامل پابندی کا نام ہے۔

صُوفی :۔ اس کو کہتے ہیں۔ جس نے اپنے آئینہ دل کو ظلماتِ شہوات لذاتِ نفسانیہ سے مصفیٰ و مجلّی کر لیا ہو۔ اور اس کی ہر حرکت و سکون اور افعال و اقوال قانونِ شریعت اسلامیہ کے عین مطابق ہو۔ لیکن جو شخص ایک قدم بھی شریعت سے پیچھے ہٹا۔ اور پابندیٔ شریعت کو اس نے چھوڑ دیا۔ اور حرام کو اپنے حق میں حلال سمجھ لیا۔ وہ کلیتہً صوفی حق آگاہ نہیں ہو سکتا۔ بلکہ وہ خائب خاسر اور گمراہ ہے۔ صوفیت کی اُس کو ہوا بھی نہیں لگی۔ اگرچہ بظاہر لباسِ صوفیانہ ہو۔ آسمان تک اُڑ جاتا ہو۔ اور پانی پر چل سکتا ہو۔ یہ سب اس کے شعبدے ہیں۔ کرامت نہیں۔ کفار بھی اس قسم کے شعبدے دکھایا کرتے ہیں۔ جس کو عربی زبان میں استدراج کہتے ہیں۔ کرامت تو صرف منبع حق سے صادر ہوتی ہے۔

حضرت مولانا نورالدین جامی قدس سرہٗ السامی فرماتے ہیں۔ اگر صد ہزار خوارق عادات بر ایشاں ظاہر شود۔ چوں نہ ظاہر ایشاں موافق احکام شریعت است نہ باطن ایشاں موافق آداب طریقت باشد آں از سبیل مکر و استدراج خواہد بود۔

(نفحات الانس صفحہ ۱۹)

ترجمہ :۔ اگر ایسے شخص سے جس کا نہ ظاہر احکامِ شریعت کے مطابق ہو۔ اور نہ باطن آدابِ طریقت کے موافق ہو۔ اگر کوئی کام ظاہر ہو جائے۔ جو خوارق عادات سے ہوں۔ تو وہ مکر اور استدراج ہے۔ کرامت نہیں۔

حضرت غوث صمدانی محبوب یزدانی مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔

"خوارق عادات اگر از ولی موصوف باوصاف ولایت ظاہر گردد کرامت گویند اگر از مخالف شریعت صادر شود استدراج۔

(لطائف اشرفیہ ص١٣٦)

ترجمہ :- اگر خرق عادت ولی سے ظاہر ہو۔ جو اوصاف ولایت سے موصوف ہو اس کو کرامت کہتے ہیں۔ اور اگر مخالف شریعت سے ظاہر ہو۔ اس کو استدراج کہتے ہیں۔

حضرت ابو عبداللہ محمد ابن خفیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

اَلتَّصَوُّفُ تَصْفِیَۃُ الْقُلُوْبِ وَ اِتِّبَاعُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی الشَّرِیْعَۃِ

(طبقات کبراء امام شعرانی صفحہ نمبر ١٢٠)

ترجمہ :- تصوف یہ ہے۔ کہ دل کو صاف کیا جائے۔ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کی پیروی کامل ہو۔

حضرت سیدی و مولائی جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

وَ اِتِّبَاعُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی الشَّرِیْعَۃِ۔

ترجمہ :- تصوف شریعت میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کا نام ہے۔

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ ارشاد فرماتے ہیں۔

"بعض گمراہوں نے صوفیوں کا لباس پہن لیا ہے۔ اور اپنے آپ کو صوفی کہلاتے ہیں۔ حالانکہ صوفیوں سے ان کو کچھ تعلق نہیں" اور یہ صوفی گمراہ لوگ کہتے ہیں۔ کہ ہم خدا تک پہنچے ہوئے ہیں۔ اور شریعت کی پابندی تو صرف عوام کے لئے ہے۔ صوفی شریعت سے بے نیاز ہیں۔ ایسے گمراہ صوفیوں کا یہ قول خالص الحاد اور زندقہ ہے۔ کیونکہ

ہر امر و نہی کی حفاظت کرنا۔ اگر تم سے حدودِ شریعت میں کسی قسم کا خلل آیا۔ تو جان لے کہ تو فتنہ میں پڑا ہوا ہے۔ اور شیطان تیرے ساتھ کھیل رہا ہے۔ تو فوراً حکمِ شریعت کی طرف آ۔ اور اس سے لپٹ جا۔ اور اپنی خواہشات نفسانی کو چھوڑ دے۔

کیونکہ

کُلُّ حَقِیْقَتٍ لَا تُصَدِّقُہٗ بِالشَّرِیْعَۃِ فَھِیَ بَاطِلٌ (طبقات الاولیاء ۱۲۱)

ترجمہ۔ جس حقیقت کو شریعت تصدیق نہ فرمائے۔ وہ باطل ہے۔ ان تصریحات اولیاءِ کرام سے ثابت ہُوا۔ کہ

۱۔ تصوف حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کی کامل پابندی کا نام ہے۔

۲۔ جو شخص شریعتِ اسلام کی پابندی کرتا ہے۔ اور سنتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور آدابِ طریقت کو اپنے اوپر لازم کر لیتا ہے۔ وہ صوفی ہے۔

وہ لوگ جو صوفیت کا جامہ پہن کر صوفی بنے ہوئے ہیں۔ اور احکامِ خدا اور رسول کی پابندی نہیں کرتے۔ اور کہتے ہیں۔ کہ ہمیں نماز، روزہ سے کیا کام۔ ہماری نماز یہی چرس بھنگ اور ناچنا گانا ہے۔ ان کو تو طریقت کی ہوا بھی نہیں لگی۔ واصل بخدا ہونا تو علیحدہ بات ہے۔ کیونکہ

خلافِ پیغمبر کسے رہ گزید ٭ کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

شریعت:۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے راستے کو شریعت کہتے ہیں۔ یہی وہ راستہ ہے۔ جس کا منتہا اللہ رب العزت جل مجدہٗ ہے۔ اور جس پر چل کر انسان خدا تک پہنچتا ہے۔

قرآنِ مقدس کا اعلان ہے۔

اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ۔

ترجمہ۔ اسی سیدھی راہ پر اللہ تعالیٰ ملتا ہے۔ یہی وہ راہ ہے۔ جس کا مخالف گمراہ و بے دین ہے۔

قرآن شریف میں ارشاد ہے۔

أَنَّ هَٰذَا صِرَاطِي فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝

ترجمہ :- اے محبوب تم فرماؤ۔ یہ شریعت میری سیدھی راہ ہے۔ اس کی پیروی کرو۔ اس کے سوا اور راستوں پر نہ جاؤ۔ کیونکہ وہ تمہیں خدا کی راہ سے جدا کر دیں گے۔ اللہ تمہیں اس کی تاکید فرماتا ہے۔ تاکہ تم متقی بن جاؤ۔

ان آیات سے معلوم ہوا۔ شریعت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی وہ راستہ ہے۔ جس سے وصول الی اللہ ہوتا ہے۔ اور حقائق اشیاء کا انکشاف ہوتا ہے۔ اسی طرح طریقت بھی اس راہ ہی کا نام ہے۔ اور اس کا شریعت سے جدا ہونا محال ہے۔ شریعت ایک چشمہ ہے۔ اور طریقت اسی چشمہ سے نکلا ہوا ایک دریا ہے۔ جس کو ہر لحظہ اس کی ضرورت و حاجت ہے۔ شریعت درخت ہے۔ اور طریقت اس کا پھل ہے۔ درخت کے بغیر پھل کا ہونا ناممکن ہے۔ اس لئے طریقت ہر آن شریعت کی محتاج ہے۔ اور جو شخص طریقت کو شریعت سے جدا مانتا ہے۔ وہ بندۂ شیطان ہے۔

شعر

علم باطن ہمچو مسکہ، علم ظاہر ہمچو شیر ✤ کے بود بے شیر مسکہ کے بود بے پیر پیر

معلوم ہوا۔ کہ طریقت نام ہی شریعت کا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی راہ پر چلنا اور شریعت اسلام کا پورا پورا احترام کرنا اور اپنی ہر حرکت و سکون کو شریعت اسلام کا پابند بنا لینا یہی طریقت اسلام ہے۔ جس طریقت کو شریعت محمدیہ جائز قرار نہ دے۔ وہ طریقت ہی نہیں ہے۔ بلکہ شیطان کی راہ ہے۔

اللہ تعالیٰ

ہم سب کو شیطانی راستوں سے بچائے۔ اور صراط مستقیم پر قائم و دائم رکھے۔

آمین

پیر کے اوصاف :-

پیر میں چار شرائط کا ہونا ضروری ہے۔ اگر ان میں سے ایک شرط کی بھی کمی ہو تو بیعت صحیح نہ ہوگی۔ اگر کسی نے دھوکے یا ناواقفیت کی بنا پر کسی ایسے پیر کے ہاتھ پر بیعت کر لی ہو۔ جو ان چاروں شرطوں کا پابند نہ ہو۔ یا ان چاروں میں سے ایک شرط بھی اس کے پیر میں نہ پائی جاتی ہو تو اس کو سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ میں بیعت نہ ہوا۔ اس کو پھر کسی جامع شرائط سے بیعت ہونا چاہیئے۔

وہ چار شرطیں یہ ہیں۔

شرطِ اول :-

یہ کہ شیخ و مرشد کا سلسلہ بالاتصال صحیح حضور علیہ السلام تک پہنچا ہو۔ بیچ میں کہیں منقطع نہ ہوگیا ہو۔ بعض لوگ بیعت محض بخیال وراثت اپنے باپ دادا کے سجادے پر بیٹھ جاتے ہیں۔ یا لوگ انہیں صاحب سجادہ بنا لیتے ہیں۔ یا کسی سے وہ بیعت ہوئے۔ مگر انہیں شیخ کی طرف سے اجازت و خلافت نہ ملی تھی۔ بغیر اجازت مرید کرنا شروع کر دیا ہو۔ یا سلسلہ جاری تھا مگر بیچ میں کوئی اُٹھ ایسا ہو کہ جو بوجہ انتفائے بعض شرائط قابلِ بیعت نہ رہا۔ اس سے جو شاخ چلی وہ بیچ میں منقطع ہو گئی۔ ان سب صورتوں میں اتصال نہ ہوگا۔

شرطِ دوئم :-

یہ ہے۔ کہ پیر سُنی صحیح العقیدہ ہو۔ بدمذہب و گمراہ کا سلسلہ شیطان تک پہنچے گا۔ حضور تک نہیں۔

شرطِ سوئم :-

یہ ہے۔ کہ پیر عالم ہو۔ علم عقائد فقہ سے واقفیت رکھتا ہو۔ اور ضروریاتِ دین کے مسائل تحقیق کے ساتھ مریدوں کو بیان

کر سکتا ہو۔ بلکہ یہ اشد ضروری ہے۔ کہ عقائد اہلسنت سے پورا واقف ہو۔ سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ فقیر بے علم مثل مرغ بے پر کے ہے۔ کہ پرواز نہیں کر سکتا۔ اور ہر وقت خطرہ میں ہے۔ اور فرماتے ہیں۔ کہ بے علم زاہد شیطان کا مسخرہ ہے۔ شیطان اس کی تاک میں رہتا ہے اس کی بے علمی سے فائدہ اٹھا کر اس کو ورطۂ ضلالت میں ڈال دیتا ہے۔ لہٰذا پیر کے لئے علم "عقائدِ کامل" کا ہونا ضروری ولازمی ہے۔

شرطِ چہارم:۔

یہ کہ پیر فاسق معلن نہ ہو۔ یعنی اعلان کے ساتھ فسق فجور نہ کرتا ہو۔ نماز ترک کرنا۔ فرض روزے بلا عذر شرعی چھوڑنا۔ باجے بجانا یا سننا۔ سر کے بال کندھوں سے نیچے مثل عورتوں کے بڑھانا۔ سونے کی انگوٹھی پہننا۔ داڑھی منڈانا یا حد شریعت سے کم کرنا۔ ریشمی لباس پہننا۔ ناچ دیکھنا۔ طائفوں میں بیٹھنا۔ مرغ بازی بٹیر بازی کرنا۔ غیر عورتوں میں بے پردگی سے جانا۔ ان میں نشست وبرخاست رکھنا بھنگ۔ چرس۔ افیون وغیرہ کے اعلانیہ مشاغل رکھنا۔ یہ سب فسق بالاعلان ہے اور ایسے لوگوں سے بیعت ناجائز اور حرام ہے۔ بلکہ شیخ کے لئے اشد ضروری ہے کہ وہ جامع عالم ہو۔ حضور علیہ السلام کی سیرت وصورت کا کامل نمونہ ہو۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پاک زندگیوں کا پیکر ہو۔

پئے نیک مرداں بباید شتافت ٭ کہ ہر کس ایں سعادت طلب کرد یافت
ولیکن تو دنبال دیو خسی ٭ ندانم کہ در صالحان کے رسی

علاوہ ان چہار شرائط کے اور بھی شرائط ہیں۔ جن کو امام غزالی رضی اللہ عنہ نے اپنی کتاب احیاء میں درج فرمایا ہے۔ ان میں سے بعض کو رفاہ عامہ کے لئے درج کرتا ہوں۔ تاکہ طالب صادق کو مطلب کے حصول میں دقت نہ رہے

وباللہ التوفیق

رضا اور تابعداری کے لئے ہوتے ہیں۔ خواہشاتِ نفسانیہ کا اس میں مطلقاً دخل نہیں ہوتا۔

اور تواضع اس آیت مبارک سے مفہوم ہے۔

وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ

یعنی تواضع نرمی حلیمی مومنین کے لئے اتنی ہو۔ جیسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام میں تھی۔ یعنی جو اوصاف حضور کے لئے تھے۔ تو آپ کے خلفاء اور جانشینوں کے لئے بھی ان اوصاف کا موجود ہونا ضروری ہیں۔

اور حسنِ خلق اس آیت مبارک سے مفہوم ہے۔

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ۔

یعنی رحمت لین طبع حسن خلق حسن معاملت وغیرہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اوصافِ حمیدہ ہیں۔ اس لئے آپ کے جانشینوں میں بھی ان کا ہونا ضروری ہے۔

اور زہد اس آیت مبارک سے مفہوم ہے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ ثَوَابُ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا

یعنی جن کو اللہ تعالٰے نے علم عطا فرمایا ہے۔ ان کے نزدیک ایمان باللہ اور عملِ صالحہ اور دنیا کو آخرت پر قربان کرنا تمام اشیاء سے اولیٰ اور بہتر ہے۔ یعنی جو کچھ بھی ان کے پاس ہے۔ سب اللہ کے لئے ہے۔

الحاصل جن علماء ربانیین میں یہ علامات پائی جائیں۔ وہ علماء آخرت ہیں سے ہیں

(اتحاف صفحہ ۲۲۴۔ ج ۱)

حضرت عبداللہ سہیل تستریؒ فرماتے ہیں۔

اَلنَّاسُ كُلُّهُمْ مَوْتٰى اِلَّا الْعُلَمَاءُ وَالْعُلَمَاءُ سُكَارٰى اِلَّا الْعَامِلِيْنَ وَالْعَامِلُوْنَ مَغْرُوْرُوْنَ اِلَّا الْمُخْلِصِيْنَ وَالْمُخْلِصُوْنَ عَلٰى وَجَلٍ حَتّٰى يَعْلَمَ بِمَا يُخْتَمُ لَهُمْ بِهٖ۔

یعنی تمام لوگ مردے ہیں۔ (حق کی شنوائی سے) مگر علماء اور علماء مسکور ہیں۔ مگر وہ
جو اپنے علم پر عمل کرے اور عمل کرنے والے عالم مغرور ہیں۔ مگر وہ عالم جو مخلص ہیں
اور مخلصین وجل میں ہیں۔ یہاں تک کہ نہ معلوم کرے اس بات کو کہ آخر خاتمہ کیسے
ہوگا۔ (اتحاف صفحہ ۳۶۲ جلد ا مصری)

نیز امام غزالیؒ سے کسی نے سوال کیا۔ کہ ہر ایک عالم پند و نصیحت کرنے والا یہ
کہتا ہے۔ کہ میں حق پر ہوں۔ اور تم کو اللہ کی تابعداری کی طرف بلاتا ہوں۔ تو حضورؒ ہم کو
کیسے معلوم ہوگا۔ کہ فلاں عالم حق کی طرف بلا رہا ہے۔ اور فلاں نہیں۔ آپ نے ارشاد
فرمایا کہ اس عالم حقانی میں تین نشانات کا ہونا ضروری ہے۔ اگر اس میں یہ تین نشانات
پائے گئے تو یقین کرو کہ تم کو اللہ کی طرف بلا رہا ہے۔ نہ کہ اپنے نفس کی طرف۔

۱۔ جب تم اس عالم کا وعظ نصیحت سنو۔ یہاں تک کہ تمہارے دلوں میں اللہ
اور اس کے رسول کا عشق اور محبت پیدا ہو جاوے پھر ایک اور عالم باعمل اسی
قرب وجوار میں یا دور سننے میں آئے کہ فلاں مقام میں بھی ایک عالم باعمل ہے اور
وہ بھی مخلوق خدا کی رہنمائی کر رہا ہے۔ اور مخلوق کو ضلالت سے ہدایت کی طرف
بلا رہا ہے۔ اور وعظ نصیحت اس کا نہایت عجیب تاثیر رکھتا ہے۔ تو اگر وہ پہلا عالم
جس کا وعظ پند تم سن چکے ہو۔ اس بات کے سننے سے خوش ہو جائے۔ اور اللہ
تعالیٰ کا شکر بجالائے کہ رب تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔ کہ رب تعالیٰ اپنے
حبیب پاک کی امت میں ایسے ایسے عالم باعمل پیدا فرماتا ہے۔ کہ امتِ مرحومہ کو
ضلالت سے نور ہدایت کی طرف بلاتے ہیں۔ اور اس عالم کے وعظ نصیحت پر
خوشی کا اظہار کرے۔ تو تم یقین کرو۔ کہ یقیناً یہ اللہ کا نیک بندہ ہے۔ اور تم کو اللہ
تعالیٰ کی تابعداری کی طرف بلا رہا ہے۔ نہ کہ اپنی تابعداری کی طرف۔

۲۔ جب کبھی ایسے فاسق فاجر لوگ جو شریعت سے دور ہوں۔ لیکن اس
عالم باعمل کے جانی مالی بدنی درہمی وغیرہ خدمت کرنے والے ہوں۔ اور یا وقت
کے حاکموں میں سے ہو۔ اس عالم کی مجلس میں آجائے۔ اور ان کے آنے سے پہلے

اپنے حسن کی معذوریت کا۔ خصوصاً صاحب سوال ملی الملأ ہو۔

۲۔ اور اگر وہ عالم اپنے متبعین میں سے کوئی بات معلوم کرے۔ اور وہ مرید جواب دے۔ تو جواب تشدد اور سختی سے نہ دے۔ بلکہ ادب و احترام سے جواب دے تاکہ اُس پر شاق نہ گزرے۔

۳۔ اور اگر وہ عالم کسی عذر کی وجہ سے سوال کا جواب نہ دے سکے تو جواب طلب کرنے میں الحاح نہ کرے۔

۴۔ اور اگر وہ عالم کسی کام کے لئے قیام کرے۔ تو تم اس کو بٹھلانے کے لئے اُس کا دامن نہ پکڑو۔ کیونکہ یہ فعل منجر ہے۔ تضجر و تبرم کی طرف اور یہ مذموم فعل ہے۔ اور ادب سے خلاف ہے۔

۵۔ اگر وہ عالم کوئی مخفی بات تمہارے سامنے عیاں کرے تو اس بھید کو طشت از بام نہ کرو۔ یعنی غیر کے سامنے ذکر مت کرو۔

جیسے ابن عباس سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں۔

"کہ ایک دن میرے والد نے مجھ کو فرمایا۔ کہ امیر المومنین تم کو اپنا مشیر بناتا ہے اور اصحابہ کی مجلس میں مشورہ دینے کے لئے بلاتا ہے۔ تو مجھ سے تین خصلتیں یاد کر اور ان پر عمل کر۔

۱۔ اِتَّقِ لَا يُجَرِّبَنَّ عَلَيْكَ كِذْبَةً

۲۔ وَلَا تُفْشِيَنَّ لَهُ سِرًّا

۳۔ وَلَا تَغْتَابَنَّ عِنْدَهُ أَحَدًا ؁

علامہ شعبی فرماتے ہیں۔ کہ ان خصلتوں میں سے ایک خصلت پر عمل کرنا دس ہزار خصلتوں سے افضل ہے۔

۶۔ اور اس عالم ربانی کی مجلس میں بیٹھ کر کسی کی غیبت مت کرو۔ چاہے اس عالم کی طرف خطاب ہو۔ چاہے کسی غیر کی طرف۔ نہ تصریحاً نہ تعریضاً۔

۷۔ اس عالم ربانی کی عسرت اور سقوط کل یا بعض احوالوں میں مت طلب کرو۔

کیونکہ اس میں رقابت پائی جاتی ہے - اور یہ مذموم فعل ہے -

۸ - اگر وہ عالم کبھی حق سے پھسل جاوے - اور پھر عذر کرے کہ واقعی مجھ سے یہاں غلطی ہوگئی - تو اس کے عذر کو قبول کرو - کیونکہ انسان سے غلطی ہو جاتی ہے -

۹ - اور تم پر لازم ہے - کہ تم اس عالم ربانی کی تعظیم وتکریم وتوقیر کرو - صرف اللہ تبارک وتعالیٰ کی رضا کے لئے - نہ کبھی اور علیت کے لئے - لیکن یہ تعظیم وتکریم کب تک کرو - جب تک وہ عالم حقوق اللہ کی حفاظت کرتا ہو - اور آداب شرح سے مؤدب اور مزین ہو -

۱۰ - اور اس عالم کی مجلس میں اس عالم کی جانب پشت کر کے مت بیٹھو - کیونکہ یہ ادب سے خلاف ہے -

۱۱ - اور ایسے ہی اس عالم سے اوپر مت بیٹھو - مگر عذر شرعی سے بیٹھنا جائز ہے

۱۲ - اگر اس عالم کو کوئی حاجت (دینی یا دنیوی) در پیش ہو تو ہر ایک مقتدی پر لازم ہے - کہ اس کی حاجت برآری میں کوشش کرے - اور خدمت میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کرے -

فَهٰذِهٖ اِثْنَا عَشَرَ جُمْلَةً تَضَمَّنَتِ الْاٰدَابَ وَكَشَفَتْ عَنْ وَجْهِ الْحَقِّ النِّقَابَ -

ترجمہ

یہ بارہ ۱۲ جملے ہیں -

جس میں کل آداب مضمر ہیں - حق پر چلنے کے لئے صرف عمل درکار ہے -

ہم نے حق کے چہرہ سے نقاب ہٹا دیا - اب عیاناً تمام آداب نظر آرہے ہیں -

وَاِنْ كُنْتَ صَادِقًا فَلْيَعْمَلْ بِهِمْ -

(اتحاف السادۃ المتقین)

(صفحہ نمبر ۳۱۸ - جلد ۱)

―――★―――

استعانت واستمداد از اولیاء کرام :۔

حضور اقدس سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی امتِ مکرمہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے بعض پاک نفوس بھی پیدا فرمائے ہیں۔ جن کی برکت سے امت پر رحمت فرماتا ہے۔ ان کی طفیل بارشیں برسائی جاتی ہیں۔ قحط سالیوں کی مصیبتیں دفع ہوتی ہیں۔ انہیں کی بدولت دشمنوں پر نصرت اور ظفر حاصل ہوتی ہے۔ انہیں کی برکت سے عذاب اور آفات دفع کئے جاتے ہیں۔

حدیث شریف میں وارد ہے۔

یُسْقٰی بِھِمُ الْغَیْثُ وَیُنْصَرُ بِھِمْ عَلَی الْاَعْدَاۗءِ وَیُصْرَفُ عَنْ اَھْلِ الشَّامِ بِھِمُ الْعَذَابُ۔

ترجمہ :۔ انہیں ابدالوں کی وجہ سے مینہہ برستا ہے۔ دشمنوں پر مدد دی جاتی ہے۔ اور انہیں کے باعث شام والوں سے عذاب دفع ہوتا ہے۔

حدیث شریف میں شام کی خصوصیت نہیں۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں۔

"تخصیص باہلِ شام بجہت قرب وجوار ومزید ارتباط ایشاں خواہد بود۔ والا برکت ونصرت ایشاں عالم را شامل است خصوصاً کسے کہ استنصار واستعانت کند"

ترجمہ :۔ حدیث شریف میں اہلِ شام کی خصوصیت قرب وجوار کی وجہ سے ہے۔ ورنہ ان کی برکت ومدد سارے عالم کو شامل ہے۔ خصوصاً ان کے لئے جو کہ ان سے مدد واستعانت طلب کریں۔

(اشعۃ اللمعات)

ابن عساکر نے عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا۔ کہ اللہ تعالیٰ کے تین سو بندے قلب آدم پر ہیں۔ اور چالیس ایسے ہیں۔ کہ ان کے قلوب قلب موسیٰ پر اور سات ایسے ہیں۔ جن کے قلوب قلب ابراہیم پر اور پانچ ایسے

ہیں۔ جن کے قلوب قلب جبرائیل پر اور تین ایسے ہیں۔ کہ ان کے قلوب قلب میکائیل پر اور ایک ایسا ہے۔ کہ اس کا قلب قلب اسرافیل پر ہے۔ علیہم الصلوٰۃ والسلام جب اس ایک کا وصال ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان تین میں سے کسی کو ان کا قائم مقام کرتا ہے۔ اور جب ان تین میں سے کسی کا انتقال ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان پانچ میں سے کسی کو ان کی جگہ عنایت فرماتا ہے۔ اور جب پانچ میں سے کسی ایک صاحب کی رحلت ہوتی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ سات میں سے کسی کو ان کے رتبہ پر فائز کرتا ہے۔ اور سات میں سے کوئی صاحب پردہ فرما جائے۔ تو ان کی جگہ اللہ تعالےٰ چالیس میں سے کسی صاحب کو ممتاز فرماتا ہے۔ اور جب چالیس میں سے کوئی صاحب داعی اجل کو لبیک کہے۔ تو ان تین سو میں سے کوئی ان کی کرسی پر متمکن ہوتا ہے۔ اور جب ان تین سو میں سے کوئی صاحب چشم ال ظاہر کو اپنے دید جمال سے محروم فرمائے تو اللہ تعالےٰ ان کا مقام عام مسلمانوں سے کسی خوش نصیب کو مرحمت فرماتا ہے۔ یہ وہ گروہ ہے۔ جن کی بدولت اس امت کی بلائیں دفع ہوتی ہیں۔ اور رحمت نازل ہوتی ہے

حضرت مُلّا علی قاری مکی علیہ الرحمت فرماتے ہیں۔

کُلُّ مَنْ یُسْتَمَدُّ فِی حَیَاتِہٖ یُسْتَمَدُّ بَعْدَ وَفَاتِہٖ

(حاشیہ مشکوٰۃ)

ترجمہ:۔ جس سے زندگی میں مدد لی جا سکتی ہے۔ بعد از وفات بھی مدد مانگی جا سکتی ہے۔

امام شافعی علیہ الرحمت فرماتے ہیں۔

قَبْرُ مُوْسٰی الْکَاظِمِ تِرْیَاقٌ مُجَرَّبٌ لِاِجَابَۃِ الدُّعَاءِ۔

(مرقات شرح مشکوٰۃ)

ترجمہ:۔ موسیٰ کاظم کی قبر دعا کے لئے مجرب ہے۔

امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ خیرات الحسان میں فرماتے ہیں۔

لَمْ یَزَلِ الْعُلَمَاءُ وَ ذُوالْحَاجَاتِ یَزُوْرُوْنَ قَبْرَالْاِمَامِ اَبُوْحَنِیْفَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ

وَيَتَوَسَّلُوْنَ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى فِيْ قَضَاءِ حَوَائِجِهِمْ وَيَرَوْنَ الْخَيْرَ ذَالِكَ مِنْهُمُ الْاِمَامُ الشَّافِعِيُّ يَقُوْلُ اِنِّيْ اَتَبَرَّكُ بِاَبِيْ حَنِيْفَةَ وَاَجِيُّ اِلٰى قَبْرِهٖ زَائِرًا فَاِذَا عَرَضَتْ لِيْ حَاجَةٌ صَلَّيْتُ رَكْعَتَيْنِ وَجِئْتُ اِلٰى قَبْرِهٖ وَسَئَلْتُ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَمَا يَبْعُدُ حَتّٰى يُقْضٰى۔

ترجمہ :۔ علماء اور اہل حاجات کا ہمیشہ دستور رہا ہے۔ کہ وہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے مزار مقدس کی زیارت کرتے اور انہیں اپنے قضائے حوائج میں اللہ تبارک وتعالیٰ تک وسیلہ بناتے۔ اور اس سے اپنی حاجت روائی کا اعتقاد کرتے۔ ان میں سے امام شافعی بھی ہیں۔ جو فرماتے ہیں۔ کہ امام ابوحنیفہؓ سے برکت حاصل کرتا ہوں۔ اور زیارت کے لئے ان کی قبر پر حاضر ہوتا ہوں۔ جب مجھے کوئی حاجت پیش آتی تو دو رکعت پڑھتا ہوں۔ اور امام کی قبر پر حاضر ہوکر اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہوں۔ وہ میری مراد کو پورا فرماتا ہے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قرۃ العینین میں ایک روایت نقل کرتے ہیں۔

قَالَ اَصَابَ النَّاسُ قَحْطٌ فِيْ زَمَنِ عُمَرَ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ فَجَاءَ رَجُلٌ اِلٰى قَبْرِ النَّبِيِّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِسْتَسْقِ لِاُمَّتِكَ فَاِنَّهُمْ قَدْ هَلَكُوْا قَالَ فَاَتَاهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فِي الْمَنَامِ۔ فَقَالَ آتِ عُمَرَ فَمُرْهُ اَنْ يَسْتَسْقِيَ لِلنَّاسِ فَاِنَّهُمْ يُسْتَقُوْنَ۔

(رواہ ابو عمر فی الاستیعاب)

ترجمہ :۔ مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے۔ فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں قحط سالی ہوئی۔ ایک شخص حضور اقدس سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس پر حاضر ہوا۔ عرض کیا۔ یارسول اللہ اپنی امت کے لئے پانی طلب فرمائیے۔ کہ وہ ہلاک ہوگئی۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خواب میں اس شخص کے پاس تشریف لائے۔ اور فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کر کہ وہ لوگوں کے لئے درخواست کریں۔

سیدی احمد ابن فاروق رحمۃ اللہ جو اعاظم فقہا اور علماء و صوفیا میں سے ہیں۔ فرماتے

ہیں۔۔۔۔ قَالَ شَیْخُ اَبُوالْعَبَّاسِ الْحَضْرَمِی یَوْمًا ھَلْ اِمْدَادُ الْحَیِّ اَقْوٰی

اَمْ اِمْدَادُ الْمَیِّتِ قُلْتُ اِنَّھُمْ یَقُوْلُوْنَ اِمْدَادُ الْحَیِّ اَقْوٰی وَاَنَا

اَقُوْلُ اِمْدَادُ الْمَیِّتِ اَقْوٰی فَقَالَ نَعَمْ لِاَنَّہٗ فِیْ بِسَاطِ الْحَقِّ۔

ترجمہ:۔ شیخ ابو العباس حضرمی نے ایک روز فرمایا۔ کہ زندہ کی امداد اقویٰ ہے۔ یا

مردے کی۔ میں نے کہا۔ لوگ کہتے ہیں۔ کہ زندہ کی امداد قوی ہے۔ اور میں کہتا ہوں۔ کہ

میت کی قوی تر ہے۔ فرمایا۔ کہ ہاں اس لئے کہ وہ لبساطِ حق میں ہے۔

کیونکہ ؎

مشو ببرگ ز امداد اہل دل نومید ✧ کہ خواب مردم آگاہ عین بیداریست

ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مرقات شرح مشکوٰۃ میں امام بخاری علیہ الرحمۃ

کے متعلق تحریر فرمایا ہے۔ کہ آپ کی وفات کے چند سال بعد خشک سالی ہوئی۔ اور

اہل سمرقند نے کئی مرتبہ

نماز استسقا پڑھا۔ لیکن پانی نہ برسا۔ بعض صلحاء نے قاضی سمرقند

کو مشورہ دیا۔ کہ وہ لوگوں کو لے کر امام بخاریؒ علیہ الرحمۃ کی قبر پر جائیں۔ اور وہاں ربّ

عزّ و جلّ سے بارش کی دعا کریں۔ تو امید ہے۔ کہ اللہ تبارک و تعالیٰ قبول فرمائے

گا۔ قاضی صاحب نے ایسا کیا۔ اور لوگ قبر شریف کے پاس روئے۔ اور انہوں نے

امام بخاری علیہ الرحمۃ کو وسیلہ بنایا۔ اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا۔ اور بکثرت بارش ہوئی۔ کیونکہ

؎ مغز را خالی کن از انکار یار ✧ تاکہ ریحان یابد از گلزار یار

ان عبارات سے بالکل واضح ہو گیا۔ کہ اولیاء اللہ کا بڑا مرتبہ ہے۔ اور انہیں

مشکلیں حل کرنے اور امداد و استعانت کی طاقت اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہے۔

اولیاء اللہ سے مانگنا خدا ہی سے مانگنا ہے۔ کیونکہ یہ مظہر عونِ الٰہی ہوتے ہیں۔

اور اللہ کی رحمت و بخشش کا سبب ہیں۔ ان کی دعائیں قبول ہیں۔ ہر مومن مسلمان

کا یہی عقیدہ ہونا چاہیئے۔ کہ اولیاء اللہ بغیر حکم خدا ایک تنکا بھی نہیں ہلا سکتے۔ اور نہ

انہیں مشکل میں امداد کی بالذات کوئی طاقت ہے - بلکہ اولیاء کرام خدا کی مدد کے مظہر اور اس کی جانب میں وسیلہ ہیں - ان کی تمام طاقتیں عطائی ہیں - اللہ تعالے نے ان کو اپنا مقرب اور اپنا مظہر بنایا ہے - یعنی فاعل حقیقی اللہ عزوجل ہے - اور یہ صرف سبب ہیں - اور جو کچھ بھی امداد اور اعانت فرماتے ہیں - وہ اللہ کے حکم اور اللہ کی دی ہوئی طاقت سے فرماتے ہیں -

مولانا روم فرماتے ہیں -

؎

اولیاء راہست قدرت از الہ ٭ تیر جستہ باز گردانند ز راہ
گر تو سنگ خارہ و مرمر شوی ٭ چوں بہ صاحب دل رسی گوہر شوی

المسئلۃ الفرق بین الضاد والظاء

آگاہ ہو کہ قرأت فاتحہ نماز میں فرض یا واجب ہے - بتمام تشدیداتہا وحروفہا

علامہ رافعی ارشاد فرماتے ہیں -

وَلَوْ خَفَّفَ حَرْفًا مُشَدَّدًا فَقَدْ اَخَلَّ بِحَرْفٍ

یعنی فاتحہ میں سے اگر ایک حرف مشدد کو مخفف کیا گیا تو فاتحہ میں ایک سالم حرف کا خلل واقع ہوا - کیونکہ مشدد دو حرف ہم مثل ہیں - جو کہ اول ان دونوں میں سے ساکن ہے - تو جب مخفف کیا جاوے -

فَقَدْ اَسْقَطَ اَحَدُهُمَا

اور خطیب نے شرح المنہاج میں ذکر کیا ہے -

ارشاد فرماتے ہیں -

تَشْدِیْدَاتُ الْفَاتِحَۃِ مِنْهَا -

یعنی فاتحہ کی تشدیدات فاتحہ میں سے ہیں - کیونکہ وہ تشدیدات ہیئیات ہیں فاتحہ کے حروف کے لئے -

وَوُجُوْدُهَا شَامِلٌ لِهَيْئَاتِهَا فَلِذَالِكَ يَجِبُ رِعَايَتِ تَشْدِيْدَاتِهَا -

اور وہ تشدیدات کل فاتحہ میں ۱۴ ہیں - اور تین ان میں سے بسم اللہ میں ہیں - تو اگر ان میں سے ایک کو بھی مخفف کیا جاوے -

بَطَلَتْ قِرْئَةَ تِلْكَ الْكَلِمَةِ لِتَغْيِيْرِ النَّظْمِ

بلکہ حاوی اور بحر میں موجود ہے - کہ اگر اِيَّاكَ نَعْبُدُ کی شد کو ترک کیا جاوے

مُتَعَمِّدًا وَعَرَفَ مَعْنَاهُ اَنَّهٗ يُكْفِرُ لِاَنَّ الْاِيَا ضُوْءُ الشَّمْسِ

وَلَوْشَدَّدَ الْمُخَفَّفَ أَسَاءَ وَاَجْزَاهُ كَمَا قَالَهُ الْمَاوَرْدِيُّ وَ الرُّوْيَانِيُّ - وَبِتَمَامِ حُرُوْفِهَا -

اور یہ بسم اللہ کے ساتھ ۱۴۱ حرف ہیں - بغیر الف مالک والرحمٰن کے اور بغیر گنتی حرف مشدد دو حرف کے ساتھ

اور علامہ خطیب شربینی فرماتے ہیں - کہ حروف اس کے مع بسم اللہ ۱۶۵ ہیں مع الف مالک کے -

اور نیز کفایہ کے اندر موجود ہے -

وَيُعَدُّ الْحُرُوْفُ الْمُشَدَّدُ مِنَ الْفَاتِحَةِ بِحَرْفَيْنِ مِنَ الذِّكْرِ

اور نیز منہاج النووی میں ہے -

وَلَايَجُوْزُ نَقْصُ حُرُوْفِ الْبَدَلِ عَنِ الْفَاتِحَةِ فِى الْاَصَحِّ -

اور امام غزالی وجیز میں تحریر فرماتے ہیں -

ثُمَّ كُلُّ حَرْفٍ وَتَشْدِيْدٍ رُكْنٌ -

اور علامہ رافعی ارشاد فرماتے ہیں -

" کہ اس بات میں شک نہیں - کہ فاتحۃ الکتاب ان کلمات منظومہ سے مرکب ہیں - اور کلمات منظومہ حروف معلومہ سے مرکب ہیں -

اور شارع علیہ السلام کے ارشاد کے مطابق

لَا صَلٰوۃَ اِلَّا بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ۔

تو اتمام صلاۃ موقوف ہوا۔ جملہ فاتحۃ الکتاب پر

وَالْمَوْقُوْفُ عَلٰی اَشْیَاءٍ مَفْقُوْدٌ عِنْدَ فَقْدِ بَعْضِہَا کَمَا ھُوَ مَفْقُوْدٌ عِنْدَ فَقْدِ کُلِّہَا فَلَوْ اَخَلَّ بِحَرْفٍ مِنْہَا لَمْ تَصِحَّ صَلٰوتُہٗ قُلْتُ وَاَطْلَقَ الرَّافِعِیُّ وَغَیْرُہٗ مِنَ الْعُلَمَاءِ وَالْجَزْمُ بِہٖ خِلَافًا لِلزَّرْکَشِیِّ وَمَنْ تَبِعَہٗ کَمَا نَقَلَہُ الْخَطِیْبُ۔

(مسمہ)

آگاہ ہو کہ ماحصل اس تقریر کا یہ ہُوا۔ کہ کلمات منظومہ اور حروف معلومہ جن سے فاتحۃ الکتاب مرکب اور اسی ترکیب کے ساتھ منزل من اللہ ہے۔ اور ہر حرف و تشدید علیحدہ علیحدہ رُکن ہے۔ تو ایک کلمہ منظومہ کے مقابلہ میں دوسرا کلمہ لانا یا حروف معلومہ میں سے ایک حرف کو ہٹا کر اس کی بجائے دوسرا حرف لانا کفر ہے۔ کیونکہ ہر حرف و تشدید علیحدہ علیحدہ رکن ہے۔ تو ایک رکن کے بجا دوسرا رکن لانا استہزا ہے قرآن کے ساتھ اور قرآن کے ساتھ استہزا کفر ہے۔ مثلاً

نماز میں سجدہ نہ کیا جائے۔ اور صرف رکوع پر سجدات کے لئے اکتفا کیا جاوے تو کوئی عاقل اس فعل کو نماز نہیں کہے گا۔ بلکہ اس فعل کو جس میں ایک رکنِ نماز عمداً ترک کیا گیا ہے۔ الحاد اور کُفر کہے گا۔

آمدم برسر مطلب

نتیجہ :-

تو اسی طرح ضاد معجمہ کی بجائے ظاء مشالہ پڑھنا اور ضاد (جو رکن ہے فاتحہ میں سے) ترک کرنا کُفر ہے۔

تحقیق مخرج ضاد :- صاحب مصباح ارشاد فرماتے ہیں۔

ضاد حرف مستطیل ہے۔ اور مخرج اس کا اطراف لسان

مائل الاضراس۔ اور نیز مخرج اس کا جانب ایسر کی طرف زیادہ مائل ہے۔ بہ نسبت جانب ایمن کے۔ اور عام لوگ جو علم قرأت سے ناواقف ہیں۔ ضاد کو ظاء میں تبدیل کر لیتے ہیں۔ یہ ان کی کم علمی ہے۔

تحقیق مخرج ظاء :-

مخرج ظاء طرف لسان اور بین ثنایا

وَهِيَ لُغَةٌ حَكَاهَا الْفَرَّاءُ عَنِ الْمُفَضَّلِ۔

اور بعض عرب ضاد کو ظاء پر تبدیل کرتے ہیں۔

عَضَّتْ الْحَرْبُ میں عَظَّتْ الْحَرْبُ بنی تمیم پڑھتے ہیں۔ اور بعض عرب ظاء کو ضاد پر تبدیل کرتے ہیں اور ظہر میں ضہر پڑھتے ہیں۔

اگر یہ تبدل کلام عرب میں جائز مان لیا جائے جیسے لغات میں موجود ہے۔

فَلَا يَجُوزُ الْعَمَلُ بِهِ فِي كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى ۔ لِأَنَّ الْقِرَاءَةَ سُنَّةٌ مُتَّبَعَةٌ وَهٰذَا غَيْرُ مَنْقُوْلٍ فِيْهَا۔

تحقیق المقام :-

علامہ رافعی ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ ضاد اور ظاء جو کہ قریب المخرج اور عسر التمیز ہیں۔ لیکن پھر بھی یہ قواعد بالتقدم سے مستثنٰی نہیں۔

وَلَوْ أَبْدَالَ كَانَ كَإِبْدَالِ غَيْرِهِمَا مِنَ الْحُرُوْفِ وَكَمَا لَا يُحْتَمَلُ الْإِخْلَالُ بِالْحُرُوْفِ لَا يُحْتَمَلُ اللَّحْنُ الْمُخِلُّ لِلْمَعْنٰى بَلْ تُبْطِلُ صَلَاتُهٗ إِنْ تَعَمَّدَ وَيُعِيْدُ عَلَى الْإِسْتِقَامَةِ إِنْ لَمْ يَتَعَمَّدْ۔

اور نیز علامہ عراقی نے شرح البھجہ میں ذکر کیا ہے۔ فرماتے ہیں۔ جمیع حروف فاتحہ اور تشدیدات کے ساتھ اتیان واجب ہیں۔ فاتحہ میں۔

فَلَا يَصِحُّ الْإِتْيَانُ بِالظَّاءِ فِي مَوْضِعِ الضَّادِ وَإِنْ تَقَارَبَا فِي الْمَخْرَجِ

تنبیہ :- خُذْ هٰذَا فَإِنَّهٗ أَدَقُّ الدَّقَائِقِ وَالْحَقُّ أَحَقُّ أَنْ يُتَّبَعَ

واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

(اتحاف السادۃ المتقین، لامام محمد ابن محمد الحسینی الزبیدی الشہیر بمرتضیٰ رحمہ اللہ علینا وعلیہ۔ صفحہ ۴۸، جلد ۳۔

المسئلۃ فی توضیح درجات الوحی

جان تو کہ اقسام وحی یعنی رب تعالیٰ کا کلام اپنے بندوں کے ساتھ تین قسم پر ہے۔

۱۔ وحی بلا واسطہ

جیسے رب تعالیٰ اپنے حبیب پاک کی شان میں ارشاد فرماتا ہے۔

فَاَوْحٰۤی اِلٰی عَبْدِہٖ مَاۤ اَوْحٰی

۲۔ وحی من وراء حجاب۔

جیسے رب تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام کی شان میں ارشاد فرماتا ہے۔

وَکَلَّمَ اللّٰہُ مُوْسٰی تَکْلِیْمًا۔

اور جیسے رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

رَبِّ اَرِنِیْۤ اَنْظُرْ اِلَیْکَ۔ ای ارْفَعِ الْحِجَابَ عَنِّیْ اَنْظُرُ اِلَیْکَ

۳۔ وحی بارسال الرسول۔ اور وہ رسول جبرئیل علیہ السلام ہیں۔ اور دیگر فرشتوں سے بھی رسول ہیں۔ جو کہ رسولوں کے پاس وحی لے کر آتے ہیں۔

اصناف وحی:۔

یعنی وحی فی نفسہٖ تین قسم پر ہے۔

۱۔ وحی عجماء کی طرف یعنی اجرا اور تسخیر کے ساتھ

جیسے رب تعالیٰ حال نحل سے بیان فرماتا ہے۔

وَاَوْحٰی رَبُّکَ اِلَی النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِیْ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا الآیۃ۔

۲۔ وحی اولیاء کرام کی طرف۔ اور وہ وحی الہاماً ہوتی ہے۔

جیسے رب تعالیٰ اپنے کلام پاک میں ارشاد فرماتا ہے۔

وَ اِذْ اَوْحَيْتُ اِلَى الْحَوَارِيّيْنَ -

اور جیسے فرماتا ہے -

وَ اَوْحَيْنَا اِلٰى اُمِّ مُوْسٰى

۳ - وحی انبیاء عظام کی طرف - اور اس کی دو قسم ہیں -

۱ - کبھی بلا واسطہ

جیسے رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے -

نَزَلَ بِهِ رُوْحُ الْاَمِيْنُ عَلٰى قَلْبِكَ

۲ - اور کبھی بلا واسطہ فی النوم

جیسے رب تعالیٰ ابراہیم علیہ السلام کی شان میں ارشاد فرماتا ہے -

اِنِّیْ اَرٰى فِی الْمَنَامِ اَنِّیْ اَذْبَحُكَ

اور نیز فرمایا حضور علیہ السلام نے -

نَوْمُ الْاَنْبِيَاءِ وَحْيٌ - وَ دَرَجَاتُ هٰذَا الْوَحْيِ كَثِيْرَةٌ وَالْخَوْضُ

فِيْهَا لَا يَلِيْقُ بِعِلْمِ الْمُعَامَلَةِ بَلْ هُوَ مِنْ عِلْمِ الْمُكَاشَفَةِ -

لیکن بعض اقسام ان میں سے اشارۃً ذکر کرتا ہوں - تا کہ مفہوم واضح ہو جائے

۱ - حالتِ بیداری میں آواز سنائی دینا -

۲ - یا عادت معہودہ کے خلاف روشنی دیکھنا

۳ - یا حالتِ بیداری میں فرشتہ دیکھنا اور اس کے ساتھ کلام کرنا - جیسے

غار حرا میں ہوا -

۴ - اور یا افقِ اعلیٰ پر فرشتہ کا ظاہر ہو جانا -

۵ - اور یا جیسے بخاری میں زَمِّلُوْنِیْ زَمِّلُوْنِیْ موجود ہے -

۶ - اور یا القاء النفث فی الروع

۷ - اور یا القاء اللہ تعالیٰ فی الروع

۸ - اور یا جبرئیل علیہ السلام کا صورتِ انسانی میں آنا - کدحیۃ الاعرابی -

۹- اور یا جبرئیل کے علاوہ دوسرے فرشتوں کا آنا۔ جیسے بعض احادیث میں موجود ہے۔

۱۰- اور یا وہ جو سِر ہوں۔ بین اللہ و بین رسولہ فلم یحدث بہ احداً۔

۱۱- اور یا وہ جو یحدث الناس۔

هذا و نظائرہ کلھم درجات الوحی۔ داخل تحت علم المکاشفۃ لم یجز الخوض فیہ لاحد۔ واللہ اعلم وعلمہ احکم۔ (اتحاف جلد ا ص ۲۶۷)

خاتمۃ الکتاب

احباب صادقین موقنین پر عیاں ہوا۔ اور احسن طریق سے روشن ہوا۔
کہ فقیر جعل اللہ لہ معجزۃ باھرۃ لنبی الکریم نے مسائل دقیقہ خفیہ کو فی الکتاب
بالترتیب مسطور کر دیا۔ اور ابدع دلائل سے وفق مشیۃ تَبَارَکَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ
الآیہ ارباب تفکر کے سامنے بتدبیر بلیغ، بدائع حکمت، صنائع فطرت، عمیق حقائق اسرار،
دقائق آثار سے معہ استفادہ سنن مرسلین، و استخراج انواع علوم مکنون و درر المنثور
لاثانی کے نظر غائر کی دید مع الفہم کے لئے الم نشرح و لبسیط بنا دیا۔ دلائل ظاہرہ، آیات
باہرہ، براہین قاطعہ، جس سے ظلمات جہل اور بحر انکار میں علامات ہدایت حتماً حاصل ہو جاتے
ہیں۔ کیونکہ یہ کتاب بین العلوم غیبیہ کالبدر اللامع بین النجوم ہے۔ اور عبارات مختلفہ مدوّنہ اُس
صانع، حکیم، علیم، قدیم، عادل، کامل، مدبر کے کلام سے اس کتاب میں تہذیب الاخلاق وغیرہ عقائد
کے لئے درج کیے گئے ہیں۔

فَتَبَارَکَ اللّٰہُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ الآیہ

نیز ہر ایک علم جب مشرف شمار کیا جا سکتا ہے۔ کہ جب اُس علم کا موضوع مشرف ہو۔ تو
جس علم میں جس موضوع کے اصول و فروع وغیرہ حالات سے بحث ہو گی۔ تو جب وہ علم فی ذاتہٖ
فی نفسہٖ اشرف و اعلیٰ ہو گا۔ تو جس علم میں اس موضوع پر بحث جاری ہو گی۔ وہ علم بھی ارفع و اسنیٰ
ہو گا۔ تو اس کتاب مستطاب میں علم غیب ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی کے مالک کا ذکر ہے۔

لہٰذا چونکہ صاحب قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی کے مانند کائنات قدرت میں
نہ کوئی ہے۔ اور نہ کوئی پیدا ہو سکتا ہے۔

لہٰذا یہ کتاب و علم اشرف الکتاب والعلم عند العقلا شمار ہوا۔ فَتَبَیَّنَ۔ اس اجمال

کی تفصیل اور اس مقام کی توضیح یوں سمجھ لینا - کہ صلوات و سلام ہو - محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جو کہ ہر آن مؤید ہے - بالرعب و بالصبا، جب تک نجم سماک نیزہ زن اور نجم سعد ذبح کنندہ اور نجم نسرِ طائر موجود ہو -

کیونکہ بالجملہ سر اللہ الاعظم، خلیفۃ الرحمٰن، سر اللہ المبین، کتاب اللہ القدیم صفوت الموجودات، خلاصۃ المکونات، علّۃ خلق الارض والسمٰوات، سبب تکوین بسائط و مرکبات، نتیجۂ ایجاد افلاک، واقفِ اسرار لاہوت، و عالم علوم غیبِ اسرار ملکوت و جبروت، مقصودِ جمیع ما فی الآفاقِ والافلاک، ظل اللہ فی الکائنات، و مسجودِ جمیع املاک، خلیفۃ اللہ رب العالمین، منبع علوم جمیع الغیوب ہیں - تو اُس حلیم و کریم کے فضائل لا تُحصیٰ عدۃً بالتحقیق ہیں -

ہر گاہ کہ رب ذو الجلال والاکرام نے ازلاً چاہا - کہ کمالاتِ مکونہ پوشیدہ کو ظاہر فرما دے - تو جلّ سلطانہٗ نے مظہرے از مظاہر قدرتِ معینہ ظاہر فرمایا - تاکہ خود اُس مظہرِ مقدسہ میں جلوہ فگن ہو جائے - خلق، نمود، وجود، وہم، وحس و ممکنات، وغیرہ کل لوازماتِ قدرت کو اُس مظہرِ اتم کا تابع و فرماں بردار بنا دے -

تو اُس مظہرِ اتم و اعظم کو جلّ سلطانہٗ نے اپنے صنع خداوندی سے ارتقاء عنایت فرمایا - اور بطریق انعکاس و ظلیّت، حیّ، عالم، قادر، سمیع، بصیر، متکلم، مرید بینا، شنوا، عالم غیب وغیرہ وغیرہ کمالات و اسماء سے موسوم فرمایا - وہ مظہر معینہ فی الظاہر تعیینِ صوری میں باسم محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم معین ہوا - مرتبۂ حس و وہم میں ثبوتِ تکوینی کا ظہورِ اتم اور تنزلات و تعینات علمی خارجی کا ساختِ حقائق و اعیان ثابتہ کا مرتبۂ علم غیب واجبی جلّ سلطانہٗ کے مظہرِ اتم خارجی کے تکلم سے عیان و اظہر من الشمس ہوا -

كَمَا لَا يَخْفَىٰ عَلَىٰ عَالِمٍ لَبِيبٍ وَهُوَ الْمُرَادُ وَهُوَ الْمُوَفِّقُ

نعم ما قیل :-

خلوت گزیدہ را بتماشا چہ حاجت است ⁂ چوں روئے دوست ہست بصحرا چہ حاجت است

تنبیہ :-

فقیر الی اللہ فی الخیرات کلہانے اس مجموعہ نافعہ عافیہ کو جہدِ مسلسل وسعی بے پایاں کے بعد رشحۂ فضل حقائق فخارِ اہلِ عز علماء اعلام کے ارشاداتِ عالیہ مدلہ لہ مالا مزیل اینقہ معجبہ نو اہر مراد دارین سعادت اخروی کے لئے ابحارِ ذخارِ کتبِ محفوظہ مدونہ بدائع المعانی سے ملطقۃً مسائل مختلف فیہ کی توضیح وتشریح وتبیین وترتیب ایک انوکھے اندازِ تحریر سے سلکِ تحریر میں لایا- اور اکثر مقامات کو علماءِ اہلسنت والجماعت شکر اللہ تعالیٰ سعیہم کے معلومات کی تزاد کے لئے واضح استنباط سے کام لیا- کیونکہ قلوبِ مجردہ پر اسرارِ ملکوت منکشوف اور صفاتِ ازلی ابدی ان کے یہاں متحقق اور غیر ممکن ممکن، اور ممکن واجب عدم علم، عدمِ قدرت، ان کے یہاں لاشئ ہو جاتے ہیں- جب عدم زائل ہو جاتا ہے- تو فنائے اتم کے بعد موجودِ اصلی موجود ہے - اور موجود اصلی ہی تمام حقائق کا تعین فرماتا ہے - تو نفوسِ مجردہ بلا ریب حقیقت کو آشکارا کرنے پر حقیقتاً قادر ہو جاتے ہیں- تو اس کتاب مستطاب میں تحقیق و تدقیق کے ساتھ بطاقتِ ذاتِ لاریبی مسائلِ زیر بحث کو نہایت صحتِ دلائل کے ساتھ سلکِ تحریر میں برائے افادۂ عوام وخواص منسلک کیا گیا- نکات واسرار مشتاقانِ علوم ورموز کے لئے ایوان خانۂ دولتِ افکارِ بوقلمونی کے لئے نقوشِ کتب سے قرطاسِ فہم پر نقشِ رواں کی طرح منقوش ومربوط کر دیا-

ارضِ مادیتِ متخیلہ سے عالمِ تحقیق وتدقیق کی طرف جو کہ ہمہ ثبات و اتقان ہے بصنع خداوندی جل شانہٗ از اقصائے دماغ ہمہ اوست داخلِ کتاب المسطور محفوظ کر دیا- حقائقِ ممکناتِ عدمات خانۂ علمِ واجبی میں گوشۂ پردہ میں بلاظہور موجود تھے - تمیز وتعینِ استغنائی عن الغیر سے بطریقِ مشائخِ عظام وتابعانِ سلکِ تحریر تحریر میں کتب قوم واابانِ فہم وفراست مشکلہ منکاشرہ بالا ستیجاب مطولاتِ مبسوطہ جو کہ خاطرِ فاطرِ فقیر الی اللہ القدیر کے ذہن منکشفہ میں بعلم حضوری کل موجود تھے۔

طالبانِ حقیقت شناس صورِ علمیہ غیر مجہول الکیف کی جدت طبائع کے لئے

چند اسماء حقائق علوم مدونہ موجودہ فی الاکوان کا ذیل میں درج کرنا مرأت حیاء کا یدرائی
میں دینے کے مترادف ہوگا۔ تاکہ محکم الیقین ہو جائے۔
العاقبۃ بالخیر

اسماء معظمہ مکرمہ مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ اتحاف السادات المتقین علی شرح احیاء علوم الدین ۔ لامام محمدؒ بن محمد
الزبیدی الشہیر بمرتضیٰؒ ۔
۲۔ تفسیر کبیر لامام فخر الدین رازیؒ ۔
۳۔ تفسیر روح البیان لعلامہ اسماعیل حقی البروسیؒ
۴۔ تفسیر روح المعانی لعلامہ آلوسی البغدادیؒ
۵۔ تفسیر البحر المحیط لعلامہ ابو حیان نحویؒ
۶۔ طبقات الکبریٰ از علامہ عبد الوہاب شعرانیؒ
۷۔ تفسیر عزیزی از شاہ عبد العزیز محدثؒ دہلویؒ
۸۔ فتوحات مکیہ لشیخ محی الدین ابن عربیؒ
۹۔ قوت القلوب لامام ابو طالب مکیؒ
۱۰۔ تفسیر قرطبی لامام ابی عبد اللہ محمد بن احمد الانصاریؒ
۱۱۔ عمدۃ القاری لشیخ الامام العلامہ بدر الدین ابی محمد محمود بن احمد العینیؒ

طالبین حق الیقین حصول دولت عظمیٰ کے لئے شب و روز محنت شاقہ سے کام
لے تو انشاء اللہ تعالےٰ مژدۂ جان فزا ان کی مشام محبت کو لازوال انداز سے شاد و
فرحاں من فضل عمیمہ فرمائے گا۔

نعم ما قیل ۔ ۔ ۔ ۔

محمد عربی کہ آبروئے ہر دو سرا است
کسی کہ خاک درش نیست خاک بر سر او

چونکہ اس کتاب مستطاب میں حضور پر نور صاحب قاب قوسین او ادنیٰ کے

علم غیب وغیرہ کمالات کا تفصیلاً ذکر و بیان ہے۔

لہٰذا فقیر کان اللہ لہ اس کتاب کو سر اللہ الاعظم کی خدمت اقدس میں ہدیۃً پیش کرتا ہے۔ اگر یہ ناچیز ہدیہ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صاحب برکات الکلی کے دربار اقدس میں قبول و منظور ہو جائے۔

اور

فقیر الی اللہ الخبیر کے لئے اور فقیر کے والدین احباب ممدین آستانہ عالیہ فاروقیہ محبین مخلصین اور عامۃ المؤمنین خوانندہ و سمع تقاریر و تحاریر فقیر غفرلہٗ و اولادم کے لئے ذریعۂ نجات ہو جائے۔

تو

نہایت ہی احسان عظیم و فضل عمیم ہوگا۔

وَاللّٰہُ یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِہٖ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِیْمِ۔

آمین

ثم

آمین

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ۔

اَللّٰھُمَّ اَحْسِنْ وَارْحَمْ وَاغْفِرْ بِوَسِیْلَۃِ صَاحِبِ الشَّفَاعَۃِ الْعُظْمٰی یَوْمَ الْقِیَامَۃِ۔ لِمُصَنِّفِہٖ وَلِوَالِدَیْہِ وَلِاَوْلَادِہٖ وَاَزْوَاجِہٖ وَاَحْبَابِہٖ وَلِمَنْ دَخَلَ بَیْتَہٗ مُؤْمِنًا وَجَمِیْعِ اَصْحَابِہٖ غُرِّ الْکِرَامِ۔ آمِیْن یَا رَبَّ الْعَالَمِیْنَ وَھُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ۔ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ ؏

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی صَاحِبِ مُقَامِ الْمَحْمُوْدِ وَالْحَوْضِ الْمَوْرُوْدِ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ وَحَبِیْبِہٖ وَخَلِیْلِہِ الْمُصْطَفٰی خَاتَمِ الْاَنْبِیَاءِ

تَمَّتْ

بِفَیْضِہِ الْعَمِیْمِ وَفَضْلِہِ الْکَرِیْمِ۔

نہ ہر کہ سر بتراشد قلندرے داند ؛ نہ ہر کہ چہرہ برافروخت دلبرے داند

قلندران حقیقت بنیم جو نہ خرند ؛ قبائے اطلس آں کس کہ از ہنر عاریست

الدولۃ المدنیہ بالمادۃ الغیبیہ

یہ نہایت اعلیٰ و افضل کتاب منکرین علم غیب حاضر و ناظر کے جواب میں لکھی گئی ہے۔ ان مسائل ضروریہ کو نہایت محققانہ انداز میں حل و سہل کیا گیا ہے۔

مذکورہ مسائل کی تصریحات معلوم کرنے کے لئے اس کتاب مستطاب کا مطالعہ ہر مومن صادق کے لئے ازبس ضروری ہے۔ ہر مومن مسلمان اگر خلوص نیت سے اس کتاب کا مطالعہ کرے گا۔ عنداللہ صحیح راستہ پائے گا۔

ضخامت ۳۰۰ صفحات
سرورق دیدہ زیب
کتابت نفیس
طباعت دلکش

ایک عجالہ نافعہ ہے۔

آج ہی

خرید کر اپنے دینی ترقیات میں ترقی حاصل فرمادیں۔

ہدیہ فی جلد ۲۵ روپے